عین الہدایہ

مترجمہ

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مترجم

فتاویٰ عالمگیری ۔ تفسیر مواہب الرحمٰن

جلد چہارم

قانونی کتب خانہ • کچہری روڈ • لاہور

وصی ہو پس لازم آیا کہ وصایت کے ٹکڑے ہوتے ہین لیکن ظاہر الروایہ مین ہر ایک اسکے مال عین و قرضہ دونون مین وصی ہو جائیگا لہذا بر تقدیر تسلیم یہ جواب دیا کہ غلام کو وصی کرنے مین غایت یہ کہ ولایت مین تغیر ہو گیا اور وصایت صحیح رہی پس یہ تغیر اس سے بہتر کہ وصایت باطل کر دی جاوے۔ قال ومن اوصی الی من یعجز عن القیام بالوصیۃ ضم الیہ القاضی غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ وہذا الان تکمیل النظر یحصل بضم الاخر الیہ صیانۃ وبعض کفایۃ فیتم النظر باعانۃ غیرہ۔ اگر کسی نے ایسے شخص کو وصی کیا جو کار وصیت انجام دینے سے عاجز ہی تو وصی و وارثان کی رعایت کے واسطے قاضی اسکے ساتھ مین دوسرے شخص کو ملاوے (اور خارج کرے) اور یہ اسواسطے کہ بہتری کی نظر و نگہداشت اسکے ساتھ دوسرے کو ملانے سے حاصل ہو جاتی ہی کیونکہ دوسرا اسکو خیانت وغیرہ سے بچاویگا اور بعض مہمات مین کفایت کریگا تو دوسرے کی اعانت سے نگہداشت پوری ہو جائیگی ف اور یہ اسوقت کہ قاضی کو دریافت ہو جاوے کہ وصی مذکور اپنا کام انجام دینے سے عاجز ہی۔ ولو شکی الیہ الوصی ذلک لا بحیث یعرف ذلک حقیقۃ لان الشاکی قد یکون کاذبا تحقیقا علی نفسہ واذا ظہر عند القاضی عجزہ اصلا استبدل بہ رعایۃ للنظر من الجانبین۔ اور اگر قاضی سے وصی نے اپنی عاجزی کی شکایت کی تو قاضی اسکے ساتھ مددگار بنانے کو قبول نہین کریگا یہان تک کہ تحقیق طور پر اس امر کو دریافت کرلے اسواسطے کہ شکایت کرنے والا کبھی اپنی ذات پر تخفیف ہو جانے کے لیے جھوٹ شکایت کرتا ہی۔ اور اگر قاضی کے نزدیک ظاہر ہو کہ یہ شخص اصل کارپردازی سے عاجز ہی تو اسکی جگہ دوسرا وصی بدل دیگا تاکہ جانبین کی نگہداشت ہو ف کیونکہ یہ شخص جب اس کام ہی کے لائق نہین ہی تو میت کا مال تباہ ہوگا اور اسکی اولاد پریشان ہوگی پس دوسرا وصی مقرر کرنا بہتر ہی اور یہ شخص مہمل بھی عذاب مشقت سے چھوٹا۔ ولو کان قادرا علی التصرف امینا فیہ لیس للقاضی ان یخرجہ لانہ لو اختار غیرہ کان دونہ لما انہ کان مختارا المیت ومرضیہ فابقاؤہ اولے۔ اور اگر میت کا مقرر کیا ہوا وصی تصرفات پر قادر اور امانت دار ہو تو قاضی کو اختیار نہین کہ اسکو وصایت سے خارج کرے اسواسطے کہ اگر قاضی نے بجاے اسکے دوسرے شخص کو منتخب کیا تو وہ بہرحال اس سے کمتر ہوگا اسلیے کہ یہ شخص تو میت کا منتخب کیا ہوا پسندیدہ تھا اور دوسرے مین یہ بات غیر ممکن ہی) تو اسی کو باقی رکھنا بہتر ہی ف اور جو امر بہتر ہو اسی پر عمل کرنا قاضی کو واجب ہی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہی پس جس وصی کو لائق دامین کر کے میت نے رکھا اور وہ اسی قابل ہی تو وہی رہیگا۔ ولہذا قدم علی اب المیت مع وفور شفقتہ فاولی ان یقدم علی غیرہ۔ اور اسی وجہ سے یہ وصی میت کے باپ پر مقدم کیا گیا باوجودیکہ میت کے باپ کی شفقت وافر ہی تو وہ غیر پر بدرجۂ اولے مقدم ہوگا ف خواہ دوسرے کو قاضی پسند کرے یا ورثہ پسند کرین۔ وکذا اذا شکی الورثۃ او بعضہم الوصی الی القاضی فانہ لا ینبغی لہ ان یعزلہ حتی تبدو لہ منہ خیانۃ لانہ استفاد الولایۃ من المیت غیر انہ اذا ظہرت الخیانۃ فالمیت انما نصبہ وصیا لامانتہ وقد قاتت ولو کان فی الاحیاء لاخرجہ منہا فعند عجزہ ینوب القاضی منابہ کانہ لا وصی لہ۔ اسی طرح اگر کل وارثون نے یا بعض نے قاضی کے پاس وصی کی شکایت کی تو قاضی کو نہین چاہیے کہ وصی کو معزول کرے یہان تک کہ قاضی کو تحقیقا اسکی خیانت ظاہر ہو کیونکہ اس وصی نے میت کی جانب سے ولایت حاصل کی ہی صرف بات یہ کہ جب اسکی خیانت ظاہر ہوئی تو ہم کہتے ہین کہ میت نے اسکو صرف اسکی امانت کی وجہ سے وصی مقرر کیا تھا اور وہ ندارد ہوئی حالانکہ اگر میت مذکور زندہ لوگون مین ہوتا تو وہ اسکو وصایت سے خارج کرتا پس اسکی عاجزی کے وقت قاضی اسکا قائم مقام ہو جائیگا گویا اسکا کوئی وصی نہین ہی ف یعنی یہ وہم نہو کہ قاضی کیونکر قائم مقام ہوگا کہ اسکا وصی موجود ہی

Marfat.com

جواب یہ کہ ایسے خائن وصی کا ہونا نہونا برابر ہی تو گویا کوئی وصی نہین ہی پس قاضی قائم مقام ہوکر اس وصی کو خارج کریگا۔ قال ومن اوصی الی اثنین لم یکن لاحدہما ان یتصرف عند ابی حنیفۃ رح ومحمد رح دون صاحبہ الا فی اشیاء معدودۃ نبینہا ان شاء اللہ تعالے۔ اگر میت نے دو شخصون کو وصی کیا تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک انمین سے اکیلے ایک کو تصرف کا اختیار نہین ہی سوائے چند معدود تصرفات کے جنکو ہم انشاء اللہ تعالے بیان کرینگے ف کہ انمین البتہ ایک وصی کا تصرف جائز ہی۔ وقال ابو یوسف رح ینفرد کل واحد منہما بالتصرف فی جمیع الاشیاء۔ اور ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جمیع چیزون مین ہر ایک تنہا تصرف کرسکتا ہی ف شیخ ابو القاسم الصفار نے کہا کہ یہ اختلاف ان اماسون مین ایسی صورت مین ہی کہ ایک ہی عقد مین دونون کو وصی مقرر کیا تو ابو حنیفہ رح ومحمد رح کے نزدیک کوئی تنہا تصرف سوائے معدود امور کے نہین کرسکتا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک تنہا تصرف کرسکتا ہی اور اگر اسنے ہر ایک کو علیحدہ وصی مقرر کیا تو ہر ایک تنہا تصرف کرسکتا ہی اور اسمین کچھ خلاف نہین ہی۔ فقیہ ابو اللیث رح نے کہا کہ یہی اصح اور مین اسی کو اختیار کرتا ہون۔ شیخ ابو بکر الاسکاف نے کہا کہ خواہ ایک عقد مین دونون کو وصی کیا یا علیحدہ وصی کیا ہو دونون صورتون مین اختلاف ہی اور مبسوط مین کہا کہ یہی اصح ہی پس ابو حنیفہ ومحمد رح کے نزدیک سوائے امور معدود کے کسی کو تنہا تصرف کا اختیار نہین اور ابو یوسف رح کے نزدیک ہر ایک تنہا تصرف کرسکتا ہی۔ لان الوصایۃ سبیلہا الولایۃ ووصی وصف شرعی لا تتجزی فثبت لکل واحد منہما کملا کالولایۃ الانکاح للاخوین ولہما ان الوصایۃ خلافۃ وانما تتحقق اذا انتقلت الیہ الولایۃ علی الوجہ الذی کان ثابتا للموصی وقد کان ثابتا وصف الکمال ولان اختیار الاب ایاہما یوذن باختصاص کل واحد منہما بالشفقۃ فینزل ذلک منزلۃ قرابۃ کل واحد۔ اس دلیل سے کہ وصی ہونے کی سبیل ولایت ہی اور ولایت ایک وصیت شرعی ہی جسکے ٹکڑے نہین ہوسکتے پس ہر ایک وصی کو پوری ولایت حاصل ہوگی جیسے دو بھائیون کو اپنی حقیقی بہن کے نکاح کرنے کی ولایت ہوتی ہی یعنے جب دونون بمنزلہ واحد ہون تو ہر ایک کو اسکے نکاح کرنے کی پوری ولایت حاصل ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ وصایت خلافت ہی اور یہ خلافت جبھی ثابت ہوگی کہ جس وجہ پر موصی کے واسطے ثابت تھی اسی وجہ پر وصی کی جانب منتقل ہو اور حال یہ کہ موصی کے واسطے کامل ولایت حاصل تھی (تو کامل ہی ہر وصی کی جانب منتقل ہوئی) اور اس دلیل سے کہ باپ میت نے دونون کو وصی ہونے کے واسطے پسند کیا تو یہ آگاہ کرتا ہی کہ انمین سے ہر ایک کو باختصاص شفقت ہی پس دونون کو بمنزلہ قرابت واحدہ کے قائم کیا گیا ف جیسے بہن کے دو بھائی بمنزلہ واحد ہون پس ہر ایک کو پوری ولایت حاصل ہی تو ہر ایک تنہا تصرف کرسکتا ہی۔ ولہما ان الولایۃ تثبت بالتفویض فیراعی وصف التفویض وہو وصف الاجتماع او ہو شرط مقیدہ وما رضی الموصی الا بالمثنی ولیس الواحد کالمثنی۔ اور امام ابو حنیفہ رح ومحمد رح کی دلیل یہ ہی کہ ولایت تو سپرد کرنے سے حاصل ہوتی ہی پس سپردگی کا وصف معتبر ہوگا اور یہان وہ وصف اجتماع ہی یعنے دونون کو مجتمع کرکے ولایت سپرد کی تو یہ وصف معتبر ہی اسواسطے کہ یہ شرط مفیدہ ہی اور موصی راضی نہین ہوا مگر بوصف دوگانہ اور اکیلا مثل دو کے نہین ہوتا ف خلاصہ یہ کہ موصی نے اپنی ولایت کو وصیون کی جانب منتقل کیا مگر دونون کو مجتمع کرکے منتقل کیا ہی تو اکیلا تصرف نہین کرسکتا اسواسطے کہ اکیلے کی رائے کو اسقدر قوت نہین ہوتی جسقدر دو آدمیون کے اجتماع کو قوت ہی پس اجتماع کی شرط معتبر ہی۔ حاصل یہ کہ ولایت مین یہ شرط اسوجہ سے معتبر ہی کہ ولایت کچھ بے اختیاری کسی کے واسطے بقوت نہین ہوتی ہی بلکہ عطا کرنے سے حاصل ہوتی ہی۔

بخلاف الاخوین فی الانکاح لان السبب ہناک القرابۃ وقد قامت بکل منہما کملا ولان الانکاح حق مستحق لہما علی الولی حتی لہما لمطالبتہ بانکاحہما من کفو یخطبہا یجب علیہ وہہنا حق التصرف للوصی ولہذا یبقی مخیرا فی التصرف فقی الاول اوفی حقا علی صاحبہ فصح وفی الثانی استوفی لان ولایۃ التصرف لہما فاذا تصرف وحدہ استوفی حقا لصاحبہ فلا یصح۔ برخلاف نکاح کرنے مین دو بھائیون کے کہ وہان تو سبب صرف قرابت ہی اور وہ دونون بھائیون مین سے ہر ایک کے ساتھ پوری موجود ہی اور نیز اس دلیل سے کہ نکاح کرنا تو بہن کا ایک مستحق حق بذمہ ولی ہی حتی کہ اگر عورت نے ایک کفو سے جو منگنی کرتا ہی نکاح کرنے کا مطالبہ کیا تو ولی پر نکاح کرنا واجب ہوجاتا ہی اور یہان وصی کے ذمہ کوئی حق نہین بلکہ وصی کے لیے تصرف کا حق حاصل ہی اور اسی جہت سے وصی کو تصرف کرنے مین اختیار باقی رہتا ہی پس نکاح کرنے مین جب ایک بھائی نے تنہا نکاح کیا تو دوسرے بھائی پر جو حق لازم تھا وہ ادا کردیا پس صحیح ہی (اور بھائی کو کچھ مطالبہ نہوگا) اور دوسری صورت مین یعنی ایک وصی نے تصرف کردیا تو دوسرے وصی کا حق حاصل کرلیا اسواسطے کہ تصرف کا اختیار دونون وصیون کو ثابت ہی پس جب ایک ہی وصی نے تنہا تصرف کیا تو دوسرے وصی کا حق حاصل کیا لہذا صحیح نہین ہوا۔ اصلہ الابن الذی علیہما اولہما۔ اور اس مسئلہ کی اصل وہ قرضہ ہی جو دونون کے ذمہ کی ہو اور دونون کے واسطے ہو ف یعنی اگر زید کا قرضہ بذمہ بکر و خالد ہو پس دونون قرضدارون مین سے ایک نے ادا کردیا تو صحیح ہی اور دوسرے کو کچھ مطالبہ نہین ہی نہایت یہ کہ جسنے ادا کیا جب بغیر حکم دوم ادا کیا تو اس سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر زید کے ذمہ بکر و خالد کا قرضہ ہو تو دونون مین سے ایک قرضخواہ پورا قرضہ وصول نہین کرسکتا ہی پس یہان دونون بھائیون پر گویا عورت کا قرضہ تھا اور دونون وصیون کے واسطے تصرف کا حق تھا۔ پھر یہان تصرفات مین ہی جنکا استثنا نہین ہی۔ بخلاف الاشیاء المعدودۃ لانہا من باب الضرورۃ لا من باب الولایۃ ومواضع الضرورۃ مستثناۃ ایضا وہی ما استثناہ فی الکتاب وانواعہا فقال۔ برخلاف اشیاے معدودہ کے کہ یہ چیزین از قسم ضرورت ہین نہ از باب ولایت اور ہمیشہ ضروریات مستثنی ہوا کرتی ہین۔ پھر مستثنیات معدودہ یہ ہین جنکو کتاب مین استثنا کیا اور انکی امثال ہین چنانچہ فرمایا ف یعنی دو وصیون مین سے ایک کا تصرف کسی چیز مین نہین جائز ہی سواے اشیاے مستثنی کے چنانچہ کہا۔ الا فی شراء الکفن وتجہیزہ۔ سواے کفن کے خرید میت کی تجہیز کے ف کہ جس کسی وصی نے یہ کام کیا جائز ہی۔ لان فی التاخیر فساد المیت ولہذا یملکہ الجیران عند ذلک یعنی اسواسطے کہ تاخیر کرنے مین میت کی لاش بگڑ جانے کا خوف ہی اور اسی وجہ سے ایسی حالت مین پڑوسیون کو کفن خریدنے و تجہیز کرنے کا اختیار ہوجاتا ہی ف اگرچہ انکو ولایت نہین ہی لیکن ضرورت کی وجہ سے انکی خرید جائز ہوتی۔ و طعام الصغار وکسوتہم لانہ بخاف موتہم جوعا وعریانا۔ اور موصی کی صغیر اولاد کا کھانا کپڑا خریدنا کہ تنہا ہر وصی سے جائز ہی اسواسطے کہ تاخیر مین انکے ننگے بھوکے مرجانے کا خوف ہی۔ ورد الودیعۃ بعینہا ورد المغصوب المشتری شراء فاسدا وحفظ الاموال وقضاء الدیون۔ اور ودیعت معینہ کو واپس دینا اور مال مغصوب واپس دینا اور بطور فاسد خریدی ہوئی چیز کو واپس دینا اور اموال کی حفاظت کرنا اور قرضون کو ادا کرنا ف کہ انکو بھی تنہا ہر ایک وصی کرسکتا ہی۔ لانہا لیست من باب الولایۃ فانہ یملکہ المالک وصاحب الدین لاظہر یجنس حقہ وحفظ المال یملکہ من یقع فی یدہ فکان من باب الاعانۃ ولانہ لا یحتاج فیہ الی الرای اسواسطے کہ یہ امور کچھ باب ولایت سے نہین ہین چنانچہ مغصوب کا مالک اور قرضہ کا قرضخواہ بھی جب اپنی جنس

Marfat.com

ق پر قابو پاوے اسکو کر سکتا ہی (کہ اپنا مال مغصوب لے لے یا بقدر قرضہ کے وصول کرلے) اور مال کی حفاظت
ہر وہ شخص کر سکتا ہی جسکے قبضہ مین پڑے (نہ یہ فعل از قسم ولایت ہی) اور اسواسطے کہ ان امور مین رائے
کی ضرورت نہین ہی ف کہ دوسرے وصی کی رائے دیکھی جاوے کیونکہ یہ چیزین شرعاً واجبات ہین پس اگر
دوسرے وصی کی رائے مخالف ہو تو وہ شرع سے مخالف ہی پس وہ متدین نہین ہی ورنہ لامحالہ اسکی رائے موافق
ہوگی۔ (وتنفیذ وصیتہ بعینہا وعتق عبدہ بعینہ) لانہ لایحتاج فیہ الی الرأی (والخصومۃ فی حق المیت
لان الاجتماع فیہا متعذر ولہذا ینفرد بہا احد الوکیلین (وقبول الہبۃ) لان فی التاخیر خشیۃ
الفوات ولانہ یملکہ الام والذی فی حجرہ فلم یکن من باب الولایۃ۔ اور منجملہ مستثنیات کے وصیت
معینہ نافذ کرنا اور غلام معین کا عتق۔ اسواسطے کہ ان کامون مین رائے کی کچھ ضرورت نہین ہی۔ از انجملہ ہی
کے حق مین جو کسی شخص پر ہو اس سے خصومت کرنا اسواسطے کہ خصومت مین مجتمع ہونا متعذر ہی (یعنے قاضی اپنی مجلس
مین اسکی اجازت نہین دیگا کہ جا و شور فل ہو) ولہذا دو وکیلون مین سے ایک کو خصومت کو اختیار ہوتا ہی
واز انجملہ ہبہ قبول کرنا۔ یعنی اگر میت کی صغیر اولاد کو کسی نے کچھ ہبہ کیا تو ایک وصی اسکو وصول کر سکتا ہی اسواسطے
کہ تاخیر کرنے مین گم ہوجانے کا خوف ہی یعنے شاید واہب پھیر نہ دے اور اسواسطے کہ قبول ہبہ قران کے اختیار
مین ہی جسکی پرورش مین صغیر بچہ ہو تو یہ تصرف از قسم ولایت نہوا ف کیونکہ ان کو ولایت نہین ہی بیع
یخشی علیہ التوی والتلف لان فیہ ضرورۃ لا تخفی۔ اور از انجملہ ایسی چیز ترکہ فروخت کرنا جسکی نسبت برباد
وتلف کا خوف ہی اسواسطے کہ اسکی بیع کرنے مین جو ضرورت ہی وہ مخفی نہین ہی ف مثلاً ترکہ کی بکریون کا دودھ
یا مرغیون کے انڈے صرف نہین ہوسکتے تو فروخت کرنا صرف ایک وصی سے جائز ہی ورنہ بگڑ جاوینگے۔ وجمع
الاموال الضائعۃ لان فی التاخیر خشیۃ الفوات ولانہ یملکہ کل من وقع فی یدہ فلم یکن من باب
الولایۃ۔ اور از انجملہ متفرق اموال کو جمع کرنا ہر ایک وصی کے اختیار مین ہی اسواسطے کہ تاخیر مین (جب تک دونون
کی رائے مجتمع ہو) انکے برباد ہوجانے کا خوف ہی اور اسواسطے کہ ہر شخص جسکے ہاتھ پڑین وہ انکی حفاظت کا مختار
ہوتا ہی (تو وصی بدرجہ اولی مختار ہوگا اور ثابت ہوا کہ) یہ امر از قسم ولایت نہین ہی تاکہ دوسرے وصی کی رائے متفرق
ہونے کی ضرورت ہو۔ وفی الجامع الصغیر ولیس لاحد الوصیین ان یبیع ویتقاضی والمراد بالتقاضی
الاقتضاء کذا کان المراد منہ فی عرفہم وہذا لانہ رضی بامانتہما جمیعاً فی القبض ولانہ فی معنی المبادلۃ
لاسیما عند اختلاف الجنس علی ما عرف فکان من باب الولایۃ۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ دو وصیون
مین سے ایک کو تنہا یہ اختیار نہین کہ ترکہ کی کوئی چیز فروخت کرے اور میت کا مال بتقاضا وصول کرے اور
اور تقاضا سے مراد یہ کہ مال کی وصول یابی کرے اور یہی ائمہ فقہا کے عرف مین لفظ تقاضی سے مراد ہوا کرتی تھی
اور اسکی وجہ یہ ہی کہ وصول کرنے مین میت ان دونون کے یکجا امانت پر راضی ہوا ہی (تو تنہا امانت پر راضی نہین ہی)
اور اسواسطے کہ تقاضا بمعنی مبادلہ ہی (خواہ نقد قرضہ کی ادائی ہو یا کسی چیز کا ثمن ہو) خصوص جبکہ غیر جنس ہو چنانچہ
سابق مین معلوم ہوچکا تو یہ از قسم ولایت ہوا ف یعنی قرضدار نے اگر پانچ سو روپیہ کو غلام خریدا یا نقد قرضہ
لیا ہی تو غلام کا عوض روپیہ غیر جنس ہی اور اگر نقد قرضہ ادا کیا تو ظاہر ہی کہ یہ وہی روپیہ نہین ہوا اسلئے قرض لیکر صرف
کیا بلکہ اسکے مثل ہی تو یہی مبادلہ کے معنی ہوئے خصوص جبکہ ادائی مین بجاے روپیہ کے اسی قیمت کی اشرفیان ہون
تو مبادلہ بالکل ظاہر ہی پس مبادلہ از قسم ولایت ہی جسمین دونون کی رائے مجتمع ہونا چاہیے علاوہ بریں وہ دونون کی امانت

Marfat.com

پر لکر راضی ہو بس تنہا تصرف جائز نہوگا - ولو اوصی الی کل واحد علی الانفراد قیل یتفرد کل واحد منہما بالتصرف بمنزلۃ الوکیلین اذا وکل کل واحد علی الانفراد وہذا لانہ لما افرد فقد رضی برای الواحد وقیل الخلاف فی الفصلین واحد لان وجوب الوصیۃ عند الموت بخلاف الوکیلین لان الوکالۃ تتعاقب - اور اگر موصی نے ہر وصی کو علحدہ متفرد کرکے وصی کیا تو بعض مشائخ (شیخ ابو القاسم الصفار) نے کہا کہ ہر وصی کو تنہا تصرف کا اختیار ہی جیسے دو وکیلون مین ہوتا ہی جبکہ ہر وکیل کو علحدہ مقرر کرے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب اسنے ہر وصی کو علحدہ کیا تو وہ ایک وصی کی راے پر راضی ہوگیا اور بعض مشائخ (شیخ ابو بکر الاسکاف رح) نے کہا کہ خواہ مجتمع وکیل کرے یا علحدہ وکیل کرے دونون صورتون مین اختلاف واحد ہی اسواسطے کہ وصی ہونے کا وجوب تو موصی کی موت کے وقت ہوتا ہی پس دونون کا حکم متفاوت ہوگا) برخلاف زندگی کے دو وکیلون کے کیونکہ وکالت تو آگے سے واقع ہوگی فلان کیونکہ ایک وکیل جسکو پہلے مقرر کیا وہ وکیل ہوگیا پھر دوسرا وکیل کیا تو اسکا حکم پھر نہوت ہوا تو اسمین البتہ یہ کہتے ہین کہ پہلے جس وکالت کا حکم ثبوت ہوگیا تو فقط اسی کی تنہا راے پر راضی ہوگیا اور وصایت مین تنہائی کسی وقت ثابت نہین ہوئی - اور مترجم نے دونون قول کو سابق مین مبنی رح سے نقل کیا ہی - بالجملہ اگر دونون کو ساتھ ہی وصی کرے تو مشائخ متفق ہین کہ امام ابو حنیفہ و محمد رح کے نزدیک تنہا ایک کو تصرف کا اختیار نہین ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک مختار ہی - اور خوف نہین کہ سعہ و دات اسمذکورہ بالا مستثنی ہین - صرف ان تصرفات مین خلاف ہی جو از قسم ولایت ہین - فان مات احدہما جعل القاضی مکانہ وصیا اخرا ما عندہما فلان الباقی عاجز عن التفرد بالتصرف فیضم القاضی الیہ وصیا آخر لنظر المیت عند عجزہ وعند ابی یوسف رح احی منہما وان کان لقد علی التصرف فالموصی قصد ان یخلفہ متصرفان فی حقوقہ وذلک ممکن التحقق بنصب وصی آخر مکان المیت - پھر اگر دونون وصی مین سے ایک مرگیا تو (بالاتفاق) قاضی بجاے مردہ کے دوسرا وصی مقرر کریگا - امام ابو حنیفہ رح و محمد رح کے نزدیک اسوجہ سے دوسرا مقرر کرے کہ اکیلا وصی بوجہ تنہائی کے تصرف سے عاجز ہی تو میت کی عاجزی کی حالت مین (کہ وہ مرچکا ہی) قاضی اسکی بہتری پر نظر کرکے دوسرا وصی مقرر کرے - ابو یوسف رح کے نزدیک اسوجہ سے کہ اکیلا وصی اگرچہ تصرف کرسکتا ہی لیکن موصی نے قصد کیا تھا کہ اسکے خلاف مین دو وصی اسکے حقوق مین کام کرین اور یہ بات ممکن ہی باین طور کہ قاضی بجاے مردہ وصی کے دوسرا مقرر کرے - ولو ان المیت منہما اوصی الی احی فللحی ان یتصرف وحدہ فی ظاہر الروایۃ بمنزلۃ ما اذا اوصی الی شخص آخر ولا یحتاج القاضی الی نصب وصی آخر لان رای المیت باق حکما برای من یخلفہ وعن ابی حنیفۃ رح انہ لا ینفرد بالتصرف لان الموصی ما رضی بتصرفہ وحدہ بخلاف ما اذا اوصی الی غیرہ لانہ ینفذ تصرفہ برای المثنی کما رضیہ المتوفی - اور اگر ایسا ہوا کہ دونون وصیون مین سے جو مرا ہی وہ مرتے وقت اپنی طرف سے بھی زندہ وصی کو وصی مقرر کرگیا تو ظاہر الروایہ مین زندہ کو اختیار ہوگا کہ تنہا تصرف کرے - جیسے اگر مرتے وقت وہ کسی دوسرے کو وصی کر جاتا تو وہ زندہ کے ساتھ وصی ہوجاتا - اور ضرورت نہین رہی کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے کیونکہ موصی میت کے خلیفہ کی راے سے میت کی حکم راے باقی ہی پہلے موصی نے جسکو وصی مقرر کیا تھا اسکی راے گویا میت کی راے ہی تو ایسا ہوگیا کہ میت نے زندہ کو اکیلا وصی مقرر کیا - یہ تو ابو حنیفہ رح کی ظاہر الروایہ ہی اور زفر و حسن رح مین ابو حنیفہ رح سے روایت ہی کہ زندہ کو تنہا تصرف کا اختیار نہین ہی کیونکہ موصی اپنی حیات مین تنہا اسکے تصرف پر راضی نہین ہوا تھا اسلئے کہ اسکی راے معلوم ہوچکی برخلاف اسکے اگر وصی نے مرتے وقت دوسرے شخص کو وصی کردیا تو یہ جائز اسواسطے ہوتا ہی کہ زندہ کا تصرف دوسرے

Marfat.com

سے نافذ ہوا جیسے موصی میت کے پسند تھی - واذا مات الوصی واوصی الی آخر فھو وصیہ فی ترکتہ وترکۃ المیت الاول عندنا وقال الشافعی رح لایکون وصیا فی ترکۃ المیت الاول اعتبارا بالتوکیل فی حال الحیات - اگر وصی مرگیا اور مرتے وقت اسنے دوسرے کو وصی کیا تو یہ اس میت کے ترکہ مین اور میت اول کے ترکہ مین وصی ہوجائیگا اور یہ ہمارا مذہب ہی اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ وہ میت اول کے ترکہ مین وصی نہوگا بقیاس حالت حیات کی توکیل کے ف یعنی اگر زید نے بکر کو وکیل کیا اور بکر نے خالد کو وکیل کیا تو خالد فقط بکر کا وکیل ہی اور زید کا وکیل نہوگا کیونکہ زید صرف بکر کی راے پر راضی ہوا نہ خالد کی راے پر - پس اسی پر قیاس وصی ہی - والجامع بینھما انہ رضی برای لا برای غیرہ - اور دونون مین عدم جواز کی علت جامعہ یہ کہ اول صرف اسکی راے پر راضی ہوا تھا اور غیر کی راے پر راضی نہین ہوا ف یعنی وصایت مین بھی یہی علت موجود ہی کہ موصی اول صرف وصی میت کی راے پر راضی ہوا تھا اور وصی کے وصی کی راے پر راضی نہین ہوا پس یہ بھی نہین جائز ہی لیکن واضح ہو کہ یتیمون کے دادا کو باتفاق وصی مقرر کرنے کا اختیار ہی - ولنا ان الوصی یتصرف بولایۃ منتقلۃ الیہ فیملک الایصاء الی غیرہ کالجد الا تری ان الولایۃ التی کانت ثابتۃ للموصی تنتقل الی الوصی فی المال والی الجد فی النفس ثم الجد قائم مقام الاب فیما انتقل الیہ فکذا الوصی وھذا لان الایصاء اقامۃ غیرہ مقامہ فیما لہ ولایتہ وعند الموت کانت لہ ولایۃ فی الترکتین فینزل الثانی منزلتہ فیھما ولایۃ لما استعان بہ فی ذلک مع علمہ انہ قد تعتریہ المنیۃ قبل تتمیم مقصودہ بنفسہ وھو تلافی ما فرط منہ صار راضیا بایصائہ الی غیرہ بخلاف الوکیل لان الموکل حی یمکنہ ان یحصل مقصودہ بنفسہ فلا یرضی بتوکیل غیرہ والایصاء الیہ - ہماری دلیل یہ ہی کہ وصی بذریعۂ اس ولایت کے تصرف کرتا ہی جو موصی کی طرف سے اسکی جانب منتقل ہوئی ہی تو وصی کو بھی بجاے اپنے دوسرا وصی مقرر کرنے کا اختیار ہوگا جیسے یتیمون کے دادا کو اختیار ہوتا ہی - کیا نہین دیکھتے ہو کہ موصی کو جو ولایت حاصل تھی وہ وصی کی جانب صرف مال مین منتقل ہوئی اور دادا کی جانب یعنی موصی کے باپ کی جانب نفس وجان مین منتقل ہوئی پھر دیکھو کہ دادا کی جانب جو ولایت منتقل ہوئی اسمین وہ باپ یعنی موصی کا قائم مقام ہی (حتی کہ دادا کو صغیر بچون کے نکاح کرنے اور حقوق قصاص وصول کرنے کا اختیار ہی) پس اسی طرح وصی کو بھی مال مین وصی کرنے کا اختیار ہی - اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہی کہ وصی بنانے کے معنی یہ ہین کہ جس باپ مین موصی کو ولایت حاصل ہی اسمین اپنی موت پر دوسرے کو اپنا قائم مقام کرے اور ہم وصی کو دیکھتے ہین کہ اسکو اپنی موت کے وقت موصی اول کے حق مین اور اپنے مال مین ولایت حاصل تھی پس اسنے جس شخص کو وصی بنایا وہ بھی دونون ترکون مین بجاے اسکے قائم ہوگا (تو معلوم ہوگیا کہ وصی نے جسکو وصی کیا وہ دونون ترکون مین وصی ہی) اور دوسری دلیل اس مسئلہ پر یہ ہی کہ موصی اول نے جب اپنے تصور کے ادراک مین اس وصی سے مدد لی حالانکہ اسکو معلوم ہی کہ شاید اصلی مقصود پورا ہونے یعنی میرے تصور کی تلافی کرنے سے پہلے اس شخص کو خود موت آجاوے تو وہ اس امر پر راضی ہوچکا کہ یہ اسوقت اپنی راے سے دوسرا وصی مقرر کردے - رہا وکیل پر اسکا قیاس نہین ہوسکتا کیونکہ موکل خود زندہ موجود ہی تو وہ اس امر پر راضی نہوگا کہ یہ وکیل کسی دوسرے کو وکیل کرے یا اسکو وصی کرے ف بلکہ جب وکیل مرجائیگا تو وہ بذات خود اپنا وکیل دیگر مقرر کریگا - پس معلوم ہوا کہ امام شافعی رح کی طرف سے جو احتجاج نقل کیا کہ موصی اول سواے وصی میت کے دوسرے پر راضی نہین ہوا تھا ہمنے ثابت کردیا کہ نہین بلکہ اسکے راضی ہونے کی دلالت موجود ہی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاید جن امور کے درمیان مین نے اسکو وصی کیا ہی انکے

پورا ہونے سے پہلے یہ خود مرجاوے تو مثلاً جو نمازین قضا ہوئین انکے فدیہ یا زکوٰۃ وغیرہ کی ادائی کیونکر ہوگی پس وہ راضی تھا کہ یہ بجاے اپنے دوسرا وصی مقرر کریگا اور موکل اس امر پر راضی نہین کیونکہ کوئی دلیل قائم نہین ہی۔ فافہم
قال ومقاسمۃ الوصی الموصی لہ عن الورثۃ جائزۃ ومقاسمۃ ورثۃ عن الموصی لہ باطلۃ۔ واضح ہو کہ وصی کا وارثون کی طرف سے موصی لہ سے بٹوارہ کرنا جائز ہی اور موصی لہ کی طرف سے وارثون سے اسکا بٹوارہ کرنا باطل ہی ف یعنی مثلاً میت نے ورثہ چھوڑے اور تہائی کی وصیت زید کے نام کی اور وصی مقرر کیا پس وصی نے وارثون کی طرف سے نائب ہوکر موصی لہ سے بٹوارہ کیا تو یہ جائز ہی اور اگر اسنے موصی لہ کی طرف سے نائب ہوکر وارثون سے بٹوارہ کیا تو یہ باطل ہی کیونکہ وہ وارث کی طرف سے نائب ہوسکتا ہی اور موصی لہ کی طرف سے نائب نہین ہوسکتا ہی۔ لان الوارث خلیفۃ المیت حتی یرد بالعیب ویرد علیہ بہ ولیعیر مغرورا بشراء المورث اسواسطے کہ وارث تو خلیفہ میت ہی حتی کہ وہ عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہی اور اسپر عیب کی وجہ سے وہ بیع واقع ہوتی ہی اور مورث کی خرید سے وہ مغرور ہو جاتا ہی ف یعنی ہمارے نزدیک خیار العیب میراث نہین ہوتا لیکن وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہی حتی کہ اگر مثلاً مورث نے ایک باندی خریدی بدون اسکے کہ عیوب سے برارت کی ہو پھر وہ مرگیا پھر وارث نے اسمین ایسا عیب پایا جو بائع کے پاس سے ہی تو وہ عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہی کیونکہ مورث کو صحیح سالم باندی کا استحقاق ہوا تھا حالانکہ وہ معیوب ہی تو اسکے قائم مقام کو اختیار ہی کہ واپس کرے۔ اسی طرح اگر مورث نے ایسی باندی فروخت کی ہو تو مشتری کو اختیار ہی کہ وارث کو جو اسکا قائم مقام ہی واپس کرے اور اسی طرح اگر مورث نے باندی خریدی جو موت کے بعد اسکے وارث کو ملی اور وہ اس باندی کو اپنے تحت مین لایا جس سے اولاد ہوئی پھر زید آیا اور اسنے ثابت کیا کہ یہ باندی میری ملک ہی اور بائع نے ناحق اسکو فروخت کیا تھا تو وہ باندی لے لیگا لیکن اولاد نہین پاویگا بلکہ یہ اولاد بقیمت آزاد ہی یعنے زید کو انکی قیمت ملیگی کیونکہ وارث بوجہ اپنے مورث کے مغرور یعنی فریب خوردہ ہی جیسے مورث ایسی صورت مین خود فریب خوردہ ہوتا تو یہ سب اسی وجہ سے کہ وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہی۔ والوصی خلیفۃ المیت ایضاً۔ اور میت کا وصی بھی میت کا خلیفہ ہی ف غایت یہ کہ وارث بعد الیشی خلیفہ ہی اور وصی بوجہ میت کے بنانے کے خلیفہ ہی۔ بہرحال یہ دونون آدمی میت کے خلیفہ ہین سفیکون خصما عن الوارث اذا کان غائبا فصحت قسمتہ علیہ۔ تو وصی مذکور اس وارث کی طرف سے خصم ہوگا یعنی جیسے مدعی کو وارث پر دعوی کا اختیار تھا اسی طرح وصی کو مدعا علیہ بنا سکتا ہی جبکہ وارث خود غائب ہو تو وصی کا بٹوارہ کرنا وارث پر نافذ صحیح ہوگا ف یعنی بٹوارہ صحیح واقع ہوجائیگا جبکہ وارث کی طرف سے میت کا وصی موجود ہو پس جو کچھ موصی لہ کے حصہ مین آیا وہ اسکی ملکیت بغیر شرکت ہوگئی اور جو وارث کے حصہ مین آیا اسپر وصی مذکور قبضہ کرے اور بٹوارہ صحیح ہوگیا۔ حتی لو حضر وقد ہلک ما فی ید الوصی لیس لہ ان یشارک الموصی لہ حتی کہ اگر (بعد بٹوارہ کے) وارث حاضر ہوا (جو غائب تھا) اور حال یہ گزرا کہ وارث کا حصہ جو وصی کے قبضہ مین تھا وہ تلف ہوگیا (بدون فعل وصی کے) تو وارث کو یہ اختیار نہوگا کہ موصی لہ کے مقبوضہ مین شریک ہوجاوے ف اسواسطے کہ بٹوارہ صحیح ونافذ ہوچکا تھا۔ لہذا ہمنے کہا کہ اگر وصی نے وارث کی طرف سے موصی لہ کے ساتھ بٹوارہ کیا تو صحیح ہی۔ رہا یہ امر کہ اگر وصی نے موصی لہ کی طرف سے وارث کے ساتھ بٹوارہ کیا تو باطل ہی۔ اما الموصی لہ فلیس بخلیفۃ عن المیت من کل وجہ لانہ ملکہ بسبب جدید۔ رہا موصی لہ تو وہ ہر وجہ سے میت کا خلیفہ نہین (بلکہ صرف تہائی مین جب حاصل ہوجاوے تو خلیفہ ہوجاوے) اسواسطے کہ میت نے اسکو جدید سبب سے مالک کیا ہی ف تو اول سے وہ کوئی خلیفہ

Marfat.com

ہونے کا سبب نہین رکھتا ہی۔ ولہذا لا یرد بالعیب ولا یرد علیہ ولا یصیر مغرورا بشراء الموصی فلا یکون الوصی خلیفہ عنہ عند غیبتہ۔ اور اسی جہت سے موصی لہ کو بوجہ عیب کے واپس کرنے کا یا اسپر بوجہ عیب کے واپس کیئے جانے کا اختیار نہین ہوتا اور نہ وہ موصی کی خرید سے مغرور ہوتا ہی پس موصی لہ کے غیر حاضر ہونے کی صورت مین وصی اسکا خلیفہ نہوگا فی حق وارث کے ساتھ بٹوارہ کرے اور اگر موصی لہ کی طرف سے وارث نے خود خلیفہ ہوکر وارثون کے ساتھ بٹوارہ کیا تو بٹوارہ باطل ہی۔ حتی لو ہلک ما افرزلہ عند الوصی کان ثلث الباقی لان القسمۃ لم تنفذ علیہ غیر ان الوصی لا یضمن لانہ امین فیہ ولہ ولایۃ الحفظ فی الترکۃ فصار کما اذا ہلک بعض الترکۃ قبل القسمۃ فیکون لہ ثلث الباقی لان الموصی لہ شریک الوارث فیتوی ما توی من المال المشترک علی الشرکۃ ویبقی ما بقی علی الشرکۃ۔ حتی کہ جو کچھ موصی لہ کے واسطے جدا کیا گیا تھا اگر وہ وصی کے قبضہ مین تلف ہوگیا تو موصی لہ کو باقی مال کی تہائی ملیگی اسواسطے کہ بٹوارہ مذکور موصی لہ پر نافذ نہین ہوا تھا لیکن اتنی بات ہی کہ وصی اسکا ضامن نہوگا کیونکہ وہ اسکی حفاظت مین امین ہی اور وصی کو ترکہ مین حفاظت کی ولایت حاصل ہی تو ایسا ہوگیا جیسے بٹوارہ سے پہلے کچھ ترکہ تلف ہوجاوے کہ موصی لہ کے واسطے باقی کا تہائی رہتا ہی اسواسطے کہ موصی لہ تو وارث کے ساتھ شریک ہی تو مال مشترک مین سے جو کچھ تلف ہو وہ شرکت پر تلف شدہ ہوگا اور جو کچھ باقی رہے وہ شرکت پر باقی رہیگا فی۔ اور خلاصہ دلیل یہ کہ موصی لہ از جانب میت خلیفہ نہین ہی لیکن جب میت نے اسکے واسطے اپنی تہائی ترکہ کی وصیت کی تو بٹوارہ صحیح کے بعد جو کچھ موصی لہ کے قبضہ مین آوے اب اسمین وہ میت کا خلیفہ ہوجائیگا اور چونکہ یہ جدید سبب یعنی وصیت کے ذریعہ سے خلیفہ ہوا ہی تو اسکو یہ اختیار نہین کہ اگر مثلاً میت نے باندی خریدی تھی وہ موصی لہ کے حصہ مین آئی حالانکہ اسمین بائع کے پاس سے عیب قدیم ہی تو موصی لہ اسکو واپس نہین کرسکتا کیونکہ اسلئے جدید سبب سے اسمین خلافت پائی ہی تو ایسا ہوا جیسے میت نے اس باندی کو کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کو اختیار نہین ہوتا کہ میت کے بائع کو بوجہ عیب کے واپس کرے اور اسی طرح اگر میت سے خریدنے والے نے مبیع مین عیب پایا اور اسکو میت کا وارث یا وصی نہین ملا بلکہ یہ موصی لہ ملا تو وہ موصی لہ کو واپس نہین کرسکتا کیونکہ یہ میت کا خلیفہ مطلق نہین ہی اور اسی طرح اگر میت کی خریدی ہوئی باندی موصی لہ کو تہائی کی وصیت مین ملی جس سے موصی لہ کی اولاد ہوئی پھر دیوانے آکر اس باندی پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو وہ باندی کو مع اولاد لے لیگا اور موصی لہ مغرور یعنی فریب خوردہ نہین ہوسکتا ہی تو جب موصی لہ میت کا خلیفہ نہوا تو میت کا وصی اسکی طرف سے خصم و نائب نہین ہوسکتا ہی کہ اگر وصی نے خود خلیفہ بنکر موصی لہ کی طرف سے وارثون کے ساتھ بٹوارہ کیا یعنی مثلاً موصی لہ کے واسطے تہائی ترکہ کی وصیت ہی پس اسنے موصی لہ کی طرف سے نائب ہوکر بٹوارہ کرکے تہائی پر قبضہ کیا تو یہ بٹوارہ صحیح نہین ہی چنانچہ کتاب مین فرمایا۔ فان قاسم الورثۃ واخذ نصیب الموصی لہ فضاع رجع الموصی لہ بثلث ما بقی لما بینا۔ کہ اگر وصی نے موصی لہ کی طرف سے وارثون سے بٹوارہ کرکے موصی لہ کا حصہ وصول کرلیا پھر یہ مال ضائع ہوگیا تو موصی لہ باقی ترکہ کی تہائی وصول کریگا (جبکہ تہائی ترکہ کی وصیت ہو) بدلیل مذکورۂ بالا فی کہ بٹوارہ صحیح نہین ہوا تو یہ مال مشترک ضائع ہوا اور جو باقی رہا وہ مشترک باقی رہا۔ قال وان کان المیت اوصی بحجۃ فقاسم الورثۃ فہلک ما فی یدہ حج عن المیت من ثلث ما بقی وکذلک ان دفعہ الی رجل لیحج عنہ فضاع فی یدہ۔ جامع صغیر مین ہی کہ اگر میت نے وصی کو وصیت کی ہو کہ میری طرف سے حج کرادے پس وصی نے

Marfat.com

وارثون کے ساتھ بٹوارہ کیا پھر جو کچھ وصی کے قبضہ مین تھا تلف ہوگیا تو مابقی کی تہائی سے میت کی طرف سے حج کرایا جاوے اور اسی طرح اگر وصی نے یہ مال کسی مرد کو دیا ہو کہ وہ میت کی طرف سے حج کرے پس اسکے پاس سے ضائع ہوا تو بھی باقی کی تہائی سے حج کرایا جاوے ف اور یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی۔ وقال ابو یوسف رح ان کان مستغرقا للثلث لم یرجع بشئ والا یرجع بتمام الثلث۔ اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر یہ بٹوارہ ترکہ کی پوری تہائی تک مستغرق ہو تو وصی اب کچھ نہین لے سکتا ورنہ تہائی کے پورے کرنے تک وصول کریگا ف مثال مسئلہ یہ ہی کہ میت بارہ ہزار روپیہ کا مالک ہی اور اسنے وصی مقرر کیا جسکو وصیت کی کہ میری طرف سے حج کراوے اور حج مین تین ہزار روپیہ لیا وہ وصی کے پاس تلف ہوا یا حج کرنے والے کے پاس تلف ہوا تو باقی نو ہزار روپیہ مین سے پھر تین ہزار روپیہ لیکر حج کراوے جبکہ اسی قدر سے حج ہوتا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک بارہ ہزار مین سے میت کی تہائی صرف چار ہزار روپیہ ہی جسمین سے تین ہزار لے چکا پس باقی ایک ہزار لے سکتا ہی اور اگر پہلے چار ہزار لیا ہو تو اب کچھ نہین لے سکتا ہی۔ وقال محمد رح لا یرجع بشئ لان القسمۃ حق الموصی ولو افرز الموصی بنفسہ مالا یحج عنہ فہلک لا یلزمہ بشئ وبطلت الوصیۃ فکذا اذا افرزہ وصیہ الذی قام مقامہ۔ اور امام محمد رح نے کہا کہ باقی مال سے وصی کچھ نہین لے سکتا ہی اسواسطے کہ بٹوارہ تو موصی کا حق ہی اور موصی اگر بذات خود اسقدر مال جدا کرکے رکھ جاتا کہ اسکی طرف سے حج کیا جاوے پھر تلف ہوتا تو کچھ لازم نہوتا اور وصیت باطل ہو جاتی پس اسی طرح جب اسکے قائم مقام وصی نے مال جدا کیا اور وہ تلف ہوا تو بھی کچھ واجب نہین ف اور وصیت باطل ہوگئی۔ ولابی یوسف رح ان محل الوصیۃ الثلث فیجب تنفیذہا ما بقی محلہا واذا لم یبق بطلت لفوات محلہا۔ اور امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ وصیت کا محل صرف تہائی ترکہ تک ہی تو جب تک وصیت کا محل یعنی تہائی باقی رہے تب تک وصیت کا نافذ کرنا واجب ہی اور جب تہائی مین سے کچھ باقی نہ رہے تو محل وصیت ندارد ہونے سے وصیت باطل ہو جائیگی۔ ولابی حنیفۃ رح ان القسمۃ لا تراد لذاتہا بل للمقصود بہا وہی تادیۃ الحج فلم تعتبر دونہ۔ اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ بٹوارہ ایسی چیز نہین جسکی ذات مقصود ہو بلکہ بٹوارہ کا قصد اس سبب سے ہوتا ہی جو بٹوارہ سے مقصود ہی اور وہ حصول ادائے حج ہی تو بدون اس مقصد حاصل ہونے کے بٹوارہ معتبر نہین ہی ف یعنی جب بٹوارہ سے یہ غرض حاصل نہوئی کہ میت کی جانب سے حج ادا ہو جاوے تو اس بٹوارہ کا کچھ اعتبار نہوا۔ فصار کما اذا ہلک قبل القسمۃ فیجب ثلث ما بقی۔ تو ایسا ہوگیا جیسے بٹوارہ سے پہلے اسقدر مال تلف ہو جاوے تو بالاتفاق باقی کی تہائی سے حج کرایا جاتا ہی ف اسی طرح اس بٹوارہ کے بعد تلف ہونے سے بھی یہی حکم ہوگا کہ باقی کی تہائی سے حج کرایا جاوے۔ ولان تمامہا بالتسلیم الی الجہۃ المسماۃ اذ لا قابض لہا فاذا لم یصرف الی ذلک الوجہ لم یتم فصار کہلاکہ قبلہا۔ اور نیز اس دلیل سے کہ اس بٹوارہ کا پورا ہونا بذریعہ سپردگی اس راہ کے ہی جو اسنے بیان کی ہی کیونکہ اس مال کا قبضہ کرنے والا کوئی شخص نہین ہی پس جب یہ حصہ اس راہ مین صرف نہین ہوا تو ایسا ہوگیا جیسے بٹوارہ سے پہلے تلف ہوگیا ف اس دلیل کا پورا ہونا اس امر پر موقوف ہی کہ میت کے قائم مقام وصی کے قبضہ کرلینے سے یہ بٹوارہ نہین پورا ہوگا بلکہ میت نے جس راہ مین صرف ہونا قرار دیا ہی پہلے حج کرایا جاتا جب اس راہ مین صرف ہو جاوے تو بٹوارہ کے حصہ پر قبضہ پورا ہو حالانکہ حج پورے ہونے کو قبضہ حصہ سے کوئی تعلق نہین ہی اور ممکن ہی کہ یون کہا جاوے کہ جیسے وصی کا بٹوارہ از جانب موصی لہ صحیح نہین جب تک کہ موصی لہ کو تہائی ترکہ نہ پہنچے اسی طرح وصی کا بٹوارہ ادائے حج کے صرف مین صحیح نہین جب تک حج پورا نہو جاوے کیونکہ دونون مین موصی کا حصول ثواب

Marfat.com

یکسان ہی غایت یہ کہ موصی لہ ایک شخص بٹوارہ پر قادر ہی اور سادے ہے ہی اس قابل نہین تو وصی میت کا بٹوارہ بطور نیابت مخصوص نہین بلکہ وصی مع ورثہ کے ذمہ دار ہین پس جب تک حج ادا نہوا انکا بٹوارہ جائز نہوگا اور یہ باریک مضمون ہی کہ غور نظر چاہتا ہی۔ فتامل فیہ۔ قال ومن اوصی بثلث الف درہم فدفعہا الورثۃ الی القاضی فقسمہا والموصی لہ غائب فقسمتہ جائزۃ لان الوصیۃ صحیحۃ ولہذا لو مات الموصی لہ قبل القبول تصیر الوصیۃ لورثتہ۔ جامع صغیر مین ہی کہ ایک شخص نے ہزار درم کی تہائی بنام فلان وصیت کی اور مر گیا حالانکہ فلان مذکور غائب ہی) پس موصی کے وارثون نے یہ ہزار درم قاضی کے سپرد کیے پس قاضی نے ہزار کو وارثون و موصی لہ کے درمیان بٹوارہ کر دیا حالانکہ موصی لہ غائب ہی تو قاضی کا بٹوارہ جائز ہی (اور قاضی کو سب پر ولایت شرعی حاصل ہی بدین معنی کہ جسکے حق مین بنظر خاص یا بنظر معاملات مشترک جو بہتر ہو لحاظ عادلانہ کرے تو بٹوارہ جائز ہوا) اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صحیح واقع ہوئی ہی۔ اسی وجہ سے اگر موصی لہ قبول سے پہلے مر جاوے تو یہ حصہ اسکے وارثون کی میراث ہو جائیگا ف اور وصیت صحیحہ مین یہی حکم ہی کہ خواہ موصی لہ صریح قبول کرے یا مر جاوے بدون انکار کے تو یہ بھی قبول ہی اسی وجہ سے یہ وصیت موصی لہ کے وارثون کی میراث ہو جاتی ہی پس یہ امر ثابت ہوا کہ یہ وصیت صحیح ہی۔ والقاضی نصب ناظرا لاسیما فی حق الموتی والغیب۔ اور قاضی کو شرع نے حقوق یا نگہداشتہ رکھنے والا مقرر کیا ہی خصوص ایسے لوگون کے حق مین جو مر گئے یا غائب ہین ف کیونکہ حاضر اور زندہ تو خود بھی اپنی نگہداشت کر سکتے ہین اور مردہ و غائب اس سے معذور ہی تو قاضی انکی حفاظت کرے۔ وان انتظر افراز نصیب الغائب وقبضہ فحفظ ذلک وصح حتی لو حضر الغائب وقد ہلک المقبوض لم یکن لہ علی الورثۃ سبیل۔ اور منجملہ نظر بہبود کے یہ بھی ہی کہ موصی لہ غائب کا حصہ جدا کرکے تو بٹوارہ مذکورہ نافذ ہوگا اور صحیح ہوا حتی کہ اگر موصی لہ جو غائب ہی ایسے وقت حاضر ہوا کہ اسکا حصہ بقبوضہ قاضی کے پاس تلف ہو چکا تو موصی لہ کو وارثون کے ساتھ شرکت کی کوئی راہ نہوگی ف کیونکہ اسکا حصہ جدا ہو جانے کے بعد کچھ شرکت باقی نہین رہی۔ پھر مال خواہ قاضی کے پاس تلف ہوگیا ہو یا اسکے امین کے پاس سے تلف ہوا ہو بہر حال کوئی ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ امین ہی اور امین ضامن نہین ہوتا ہی۔ اور واضح ہو کہ وصی میت کا بٹوارہ اسواسطے جائز نہین تھا کہ وصی کو موصی لہ پر کوئی ولایت نہین ہی حتی کہ اگر ولایت ہو مثلاً موصی نے وصی کے غلام کے واسطے وصیت کی ہو پس بقبول جواز وصیت کے وصی اپنے غلام کی طرف سے بٹوارہ کا بولایت شرعی مجاز ہی خصوص جبکہ یہ وصیت درحقیقت بحق وصی ہی۔ فافہم۔ قال واذا باع الوصی عبد اسن الترکۃ بغیر محضر من الغرماء فہو جائز۔ جامع صغیر مین ہی کہ (ایک شخص مقروض ہی اگرچہ قرضہ اسکے ترکہ کو محیط ہو پس اسنے موت کے وقت ایک شخص کو وصی مقرر کیا پس) جب اس وصی نے ترکہ مین سے کسی غلام کو بغیر موجودگی قرضخواہون کے فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہی ف اور جسنے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی حتی کہ غلام مذکور پر قرضہ مستغرق ہوگیا تو مولی اسکو بغیر حاضری قرضخواہون کے فروخت نہین کر سکتا ہی تو مسئلہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ دونون مین فرق ہی اور وصی کی بیع جائز ہی۔ لان الوصی قائم مقام الموصی ولو تولی بنفسہ یجوز بیعہ بغیر محضر من الغرماء وان کان فی مرض موتہ فکذا اذا تولاہ من قام مقامہ وہذا لان حق الغرماء متعلق بالمالیۃ لا بالعینیۃ والبیع لا یبطل المالیۃ لفواتہا الی خلف وہو الثمن۔ اس دلیل سے کہ قاضی مذکور اپنے موصی کا قائم مقام ہی (تو اسکو موصی کے مانند ولایت ہی) اور موصی اگر اپنی زندگی مین بذات خود فروخت کرتا تو بدون حاضری قرضخواہون کے اسکی بیع جائز ہوتی اگرچہ وہ مرض الموت مین فروخت کرتا یعنی قیمت کے برابر ثمن پر فروخت کرتا سکے) پس اسی طرح جب اسکے قائم مقام نے بیع کی تو بھی جائز ہی اور اسکا بھید یہ ہی کہ قرضخواہون کا حق

Marfat.com

اس غلام کی مالیت سے متعلق ہی اور اسکی صورت سے متعلق نہین ہی اور بیع سے اسکی مالیت باطل نہوگی کیونکہ اسکی مالیت جب ہاتھ سے گئی تو اسنے اپنا خلیفہ یعنی ثمن چھوڑا فـــ پس گویا ہاتھ سے زائل ہی نہین ہوئی کیونکہ عوض موجود ہونا ابطلان نہین ہی۔ بخلاف العبد المدیون لان للغرماء حق الاستسعاء اما ہہنا فبخلافہ۔ برخلاف مسئلہ غلام مقروض کے کیونکہ اسکے قرضخواہون کو اس سے کمائی کرانے کا حق حاصل ہی اور یہان تو اسکے خلاف ہی فـــ یعنی ماذون مقروض کے قرضخواہون کو اختیار ہی کہ اسکے فروخت سے ثمن نہ لین بلکہ اس سے مزدوری کراوین اور وصول کرتے جاوین یہان تک کہ قرضہ پورا ہو جاوے تو بغیر انکی موجودگی کے مولی فروخت نہین کرسکتا کہ انکا حق مٹانا لازم آتا ہی اور یہان اس شخص کے قرضخواہون کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکے غلام سے مزدوری کراوین تو فروخت سے انکا کچھ حق نہین مٹتا پس بیع جائز ہی۔ قال ومن اوصی بان یباع عبدہ ویتصدق بثمنہ علی المساکین فباعہ الوصی وقبض الثمن فضاع فی یدہ فاستحق العبد ضمن الوصی لانہ ہو العاقد فیکون العہدۃ علیہ وہذہ عہدۃ لان المشتری منہ ما رضی ببذل الثمن الا لیسلم لہ المبیع ولم یسلم فقد اخذ الوصی البائع مال الغیر بغیر رضاہ فیجب علیہ ردہ ویرجع فیما ترک المیت لانہ عامل لہ فیرجع علیہ کالوکیل۔ جامع صغیر مین ہی کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کرکے اسکا ثمن مسکینون مین صدقہ کردیا جاوے پس اسکے وصی نے یہ غلام فروخت کرکے ثمن وصول کیا پھر یہ ثمن وصی کے قبضہ مین ضائع ہوگیا پھر غلام مذکور پر کسی نے اپنا استحقاق ثابت کرکے مشتری سے لے لیا تو وصی مذکور مشتری کے مال کا ضامن ہوگا۔ دلیل یہ ہی کہ عقد کرنے والا ہی وصی ہی تو عہدہ اسی پر ہوگا اور یہ بھی منجملہ عہدہ کے ہی کہ مشتری کو مبیع مسلم ہو یا ثمن واپس ہو اسواسطے کہ مشتری اپنا ثمن دینے پر فقط اسی طور پر راضی ہوا تھا کہ مبیع اسکو مسلم ہو حالانکہ مسلم نہین ہوئی تو وصی مذکور نے مشتری کا مال بغیر اسکی رضامندی کے لیا تو اسپر واپس کرنا واجب ہوا۔ پھر جامع صغیر مین فرمایا کہ۔ بعد اسکے وصی مذکور نے جو تاوان دیا وہ میت کے ترکہ سے واپس لے۔ دلیل یہ ہی کہ وصی نے میت ہی کے واسطے یہ کام کیا تھا جسمین تاوان اٹھایا تو تاوان اسی سے واپس لے جیسے وکیل مین ہوتا ہی فـــ کہ مثلاً زید کے وکیل نے زید کا غلام فروخت کیا اور ثمن وصول کیا جو تاوان گہانی تلف ہوگیا پھر مشتری سے یہ غلام کسی نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا اور مشتری نے وکیل سے اپنا ثمن واپس لیا تو وکیل اس تاوان کو موکل سے واپس لیگا اسواسطے کہ اسی کے کام مین یہ تاوان اٹھایا ہی اسی طرح وصی بھی میت کے ترکہ سے واپس لے۔ وکان ابو حنیفۃ رح اولا یقول لا یرجع لانہ ضمن بقبضہ ثم رجع الی ما ذکرنا۔ اور امام ابو حنیفہ رح پہلے فرماتے تھے کہ وصی کو ترکہ میت سے رجوع کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ وہ اپنے وصول کرنے سے ضامن ہوا ہی پھر اس قول سے رجوع کیا بجانب اس قول دیگر کے جو ہم نے بیان کیا فـــ کہ وصی کو ترکہ میت سے واپس لینے کا اختیار ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید قول اول کا سبب یہ ہو کہ وصی کا وصول اسوقت صحیح ہو کہ جب مساکین کو پہنچ جاوے جو جہت اسنے معین کی جیسے حج کے مسئلہ مین گزرا کیونکہ وصی کو مساکین کی خلافت نہین ہی لیکن آخر مین یہ فرق کیا کہ اس مسئلہ مین میت نے وصی کو صریح فروخت کرکے ثمن صدقہ کرنے کا حکم دیا ہی تو فروخت مین وہ بمنزلہ وکیل ہی حتی کہ میت کے ترکہ سے واپس لیگا۔ ویرجع فی جمیع الترکۃ وعن محمد رح انہ یرجع فی الثلث لان الرجوع بحکم الوصیۃ فاخذ حکمہا ومحل الوصیۃ الثلث۔ پھر وصی کو میت کے باقی ترکہ سے یہ تاوان واپس پانے کا استحقاق ہی (یہی ظاہر الروایۃ ہی) اور امام محمد رح سے روایت نوادر آئی کہ وہ صرف تہائی ترکہ سے واپس لے سکتا ہی (حتی کہ اگر تہائی ثمن غلام سے کم ہو تو اسی قدر پاویگا)

Marfat.com

سواسطے کہ واپس پاتا بحکم وصیت ہی تو اسنے وصیت ہی کا حکم پایا اور وصیت کا محل صرف تہائی ترکہ ہوتا ہی ف لیکن اسمین تامل یہ کہ بحکم وصیت واپس پانے کا جرم بادلیل ہی۔ ووجہ الظاہر انہ یرجع علیہ بحکم الغرور وذلک دین علیہ والدین یقضی من جمیع الترکۃ۔ اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہی کہ وہ دھوکا پانے کی جہت سے واپس پانے کا مستحق ہوا ہی اور یہ میت پر قرضہ ہی اور قرضہ پورے ترکہ سے ادا کیا جاتا ہی ف تو وصی کا یہ قرضہ بھی پورے ترکہ سے ادا کیا جائیگا۔ پھر اوپر اشارہ کیا کہ وصی سے مشتری بعد استحقاق کے اسوجہ سے ثمن واپس لیگا کہ وصی ہی اس بیع کا ذمہ دار ہی کہ اسی نے بیع کا عہدہ ہی۔ بخلاف القاضی اذا باعہ ذا التولی البیع حیث لا عہدۃ علیہما لان فی الزامہا القاضی تعطیل القضاء اذ یتحامی عن تقلدہ الامانۃ حذرا عن لزوم الغرامۃ فتعطل مصلحۃ العامۃ والمامیۃ سفیر عنہ کالرسول۔ برخلاف قاضی یا اسکے امین کے کہ جب امین سے کوئی چیز تو بیع کا متولی ہو تو اوپر عہدہ نہین ہوتا ہی کیونکہ قاضی پر اس بیع کا عہدہ لازم کرنے مین منصب قضاء کا معطل کرنا لازم آویگا کیونکہ (قاضی کو میت مدیون کے ترکہ فروخت کرنے کی ضرورت ہی خصوص جبکہ اسکا وصی نہو اور مانند اسکے مسائل ہین جو کتاب القضاء مین گزرے ہین) ایسے تاوان کے خوف سے امانت قضاء برداشت کرنے سے ہر شخص پرہیز کریگا تو مصلحت عامہ معطل ہو جائیگی (حالانکہ یہ شرعاً باطل ہی تو معلوم ہو گیا کہ شرع نے قاضی پر تاوان وعہدہ واجب نہین کیا ہی) رہا امین قاضی تو وہ قاضی کی جانب سے محض سفیر ہی جیسے ایلچی ہوتا ہی ف یعنی امین قاضی نے صرف قاضی کے الفاظ بیع کو ادا کر دیا جیسے وکیل نکاح ہوتا ہی پس وہ ذمہ دار نہین ہی۔ ولا کذلک الوصی لانہ بمنزلۃ الوکیل وقد مر فی کتاب القضاء۔ اور وصی کا یہ حال نہین ہی۔ (لہذا وہ ذمہ دار ہوتا ہی) اسواسطے کہ وہ بمنزلہ وکیل البیع کے ہی اور کتاب القضاء مین یہ بیان ہو چکا ہی ف پھر واضح ہو کر وصی اپنا تاوان پورے ترکہ سے اسوقت واپس لے کہ ترکہ موجود کافی ہو۔ فان کانت الترکۃ قد ہلکت اولم یکن بہا وفاء لم یرجع بشئ کما اذا کان علی المیت دین آخر۔ اور اگر ترکہ تلف ہو چکا ہو یا ترکہ موجودہ مین تاوان وصی ادا کرنے کی گنجایش نہو مثلاً میت پر دوسرا قرضہ محیط ترکہ موجودہ ہو تو وصی کچھ واپس نہین پاویگا ف یعنی وارثون سے یا مساکین جنکو ثمن صدقہ کر چکا ہو انسے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور یہی روایت جامع صغیر ہی۔ اور ذخیرہ مین منتقی سے نقل کیا کہ وہ مساکین سے واپس لے سکتا ہی جبکہ ثمن انکو صدقہ دے چکا ہو کیونکہ بیع سے انھین نے نفع پایا تو وہی تاوان دین لیکن اصح روایت جامع صغیر ہی اسواسطے کہ نفع کا اعتبار اسوقت ہو کہ بیع کا حکم دہندہ نہو اور یہان میت نے حکم دیا اور بیع سے اسی نے ثواب عظیم بوجہ صدقہ کے حاصل کیا تو میت ہی تاوان اٹھاوے لیکن جب ترکہ ہی نہین تو وصی کو کچھ نہین مل سکتا ہی۔ م۔ ع۔ قال وان قسم الوصی المیراث فاصاب صغیرا من الورثۃ عبدا فباعہ وقبض الثمن فہلک واستحق العبد رجع بمال الصغیر لانہ عامل لہ ویرجع الصغیر علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ۔ اور جامع صغیر مین ہی کہ اگر وصی نے میراث کا بٹوارہ کیا پس وارثون مین سے ایک صغیر کو ایک غلام واپس وصی نے یہ غلام فروخت کر کے اسکا ثمن وصول کیا پس ثمن تلف ہو گیا اور غلام مبیع بھی مشتری کے پاس سے کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو (مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لے اور وصی) تاوان کو صغیر کے مال سے واپس پاویگا اسواسطے کہ وصی نے اسی صغیر کے واسطے بیع کی تھی پھر صغیر مذکور اپنا حصہ دیگر وارثون سے واپس لیگا کیونکہ صغیر نے جو غلام پایا تھا وہ استحقاق مین لیے جانے کی وجہ سے بٹوارہ ٹوٹ گیا ف کیونکہ کتاب القسمۃ کا کلیہ ہی

کہ بٹوارہ مین اگر کسی کے حصہ مین استحقاق ثابت ہو تو بٹوارہ ٹوٹ جاتا ہی۔ قال واذا احتال الوصی بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم جاز۔ جامع صغیر مین ہی کہ اگر وصی نے مال یتیم کا حوالہ کسی شخص پر قبول کیا پس اگر یتیم کے واسطے بہتر ہو تو جائز ہی ف صورت یہ کہ زید نے اپنی صغیر اولاد وغیرہ کے واسطے کسی کو وصی مقرر کیا اور مر گیا پھر صغیر کا قرضہ خالد پر دو سو روپیہ ثابت ہوا اسطرح کہ زید کا خالد پر دو سو روپیہ قرضہ تھا جو اسکے یتیم اولاد کی جانب منتقل ہوا پھر خالد نے شعیب پر اس روپیہ کی احتالہ کرائی اور وصی نے یہ احتالہ قبول کر لی پس خالد بمحل ہی اور شعیب محتال علیہ تو چنانچہ کتاب الحوالہ مین بیان ہوا۔ پس اگر یہ حوالہ اس صغیر کے حق مین بہتر ہو تو جائز ہی کیونکہ وصی کو یتیم پر ولایت نظری ہی یعنے جسمین بہتری کی نظر ہو وہ جائز ہی۔ پھر یہان بہتری کیونکر ہوگی۔ جواب دیا کہ۔ وہو ان یکون اطلاع اذ الولایۃ نظریۃ۔ بہتری یہ کہ جسپر احتالہ کرائی ہی وہ قرضدار سے زیادہ تونگر ہو تو جائز ہی اسواسطے کہ وصی کو ولایت نظری حاصل ہوتی ہی۔ وان کان الاول املأ لا یجوز لان فیہ تضییع مال الیتیم علی بعض الوجوہ۔ اور اگر شخص اول یعنے قرضدار ہی زیادہ تونگر ہو تو وصی کا حوالہ قبول کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ اسمین بعض وجوہ سے مال یتیم برباد کرنا لازم آتا ہی ف اور کمتر یہ کہ قرضدار تونگری نسبت دیر مین وصول ہوگا۔ حتی کہ اگر وہ بہ نسبت قرضدار کے جلد ادا کرنے والا معروف ہو اور مانند اسکے بہتری نظر آوے تو جواز ہی۔ قال ولا یجوز بیع الوصی ولا شراؤہ الا بما یتغابن الناس فی مثلہ۔ جامع صغیر مین ہی کہ وصی کی خرید و فروخت نہین جائز مگر ایسے دام کے عوض جسکے برابر خسارہ لوگ برداشت کرتے ہین ف یعنی خرید مین اگر دامون کی زیادتی ہو تو صرف اسقدر ہو کہ دو اندازہ کرنے والون کے اندازہ مین داخل ہو مثلاً ایک نے آٹھ روپیہ کو اندازہ کی اور دوسرے نے سوا آٹھ روپیہ کو اندازہ کی حالانکہ وصی نے بھی سوا آٹھ یا کم کو خریدی ہی یا اگر فروخت کی تو بھی یہی کیفیت ہو پس یہ عین حقیقت ہی اور اگر ہر اندازہ سے زائد خرید ہو تو وہ غبن فاحش ہی یا ہر اندازہ سے کم فروخت ہو تو غبن فاحش ہی۔ پس معلوم ہوا کہ وصی کے خرید یا فروخت بغبن خفیف جائز ہی اور بغبن فاحش نہین جائز ہی۔ لانہ لا نظر فی الغبن الفاحش بخلاف الیسیر لانہ لا یمکن التحرز عنہ ففی اعتبارہ انسداد بابہ۔ اسواسطے کہ غبن فاحش مین کوئی بہتری کی نگہداشت نہین ہی (حالانکہ وصی کی ولایت مشروط بنظر بہتری ہی)۔ برخلاف غبن خفیف کے کیونکہ خفیف غبن سے بچاو ممکن نہین ہی تو خفیف غبن بھی اعتبار کرنے مین تصرف وصی کا دروازہ بند ہو جائیگا ف اور یہ حکم وصی کی صورت مین ہی۔ والصبی المأذون والعبد المأذون والمکاتب یجوز بیعہم وشراؤہم بالغبن الفاحش عند ابی حنیفۃ رح لانہم یتصرفون بحکم المالکیۃ والاذن فک الحجر بخلاف الوصی لانہ یتصرف بحکم النیابۃ الشرعیۃ نظرا فیتقید بموضع النظر وعندہما لا یملکونہ لان التصرف بالفاحش منہ تبرع لا ضرورۃ فیہ وہم لیسوا من اہلہ۔ اور طفل ماذون التجارۃ وغلام ماذون ومکاتب کی خرید فروخت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک غبن فاحش کے ساتھ جائز ہی اسواسطے کہ یہ لوگ مالکانہ تصرف کرتے ہین (تو چاہے جسطرح تصرف کرین کوئی قید نہین ہی) اور اجازت دینا مانعت دور کرنے کا نام ہی برخلاف وصی کے کہ وہ بہتری کی نظر کے ساتھ بولایت شرعیہ تصرف کرتا ہی تو اسکے تصرف مین بھلائی کی نظر کی قید معتبر ہی ف یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول مذکور ہوا اور صاحبین کے نزدیک ان لوگون کو بھی غبن فاحش کے ساتھ تصرف کا اختیار نہین ہی کیونکہ انمین سے ہر ایک کی طرف سے غبن فاحش بطور تبرع ہی اور اسمین لاچاری وضرورت بھی نہین ہی اور یہ لوگ تبرع کی لیاقت والون مین نہین ہین ف پس اگر طفل ماذون یا غلام ماذون یا مکاتب نے غلام فاحش سے خرید یا فروخت کی تو صاحبین کے نزدیک

Marfat.com

باطل ہی۔ واذا کتب کتاب الشراء علی وصی کتب کتاب الوصیۃ علی حدۃ وکتاب الشراء علی حدۃ لان ذلک احوط۔ اور اگر وصی پر خرید کا بیعنامہ لکھا گیا تو وصیت نامہ علیحدہ لکھے اور بیعنامہ علیحدہ لکھے اسواسطے کہ ایسمین زیادہ احتیاط ہی ف کیونکہ لامحالہ گواہی کی ضرورت ہوگی۔ ولم یکتب جملۃ عسی ان یکتب الشاہد شہادتہ فی آخرہ سن غیر تفصیل فیصیر ذلک حملا لہ علی الکذب۔ اور اگر وصیت و خرید کی تحریر ایکہی مین لکھی گئی ترشاید کہ آخر مین گواہ اپنی گواہی بغیر تفصیل کے لکھے تو یہ امر اسکو دروغ پر باعث ہو جائیگا ف کہ آخر مین دونون باتون پر اسکی گواہی لکھی جائیگی۔ ثم قیل یکتب اشتری من فلان بن فلان ولا یکتب من فلان وصی فلان لما بینا۔ پھر کہا گیا کہ عنوان اسطرح لکھے کہ فلان بن فلان سے خریدا اور یون نہ لکھے کہ فلان سے جو فلان کا وصی ہی خریدا بوجہ مذکورہ بالا ف کہ یہ امر مستفسر ہوگا کہ گواہ اس امر کا گواہ ہی کہ یہ شخص وصی بھی ہی جبکہ گواہ نے آخر مین تفصیل نہ کی کہ مین صرف خرید پر گواہ ہون لہذا صرف فلان بن فلان سے خرید لکھے۔ وقیل لا باس بذلک لان الوصایۃ تعلم ظاہرا۔ اور بعض نے کہا کہ وصی فلان لکھنے مین مضائقہ نہین اسواسطے کہ وصایت ایسی چیز ہی جو ظاہر مین معلوم ہوتی ہی ف تو گواہ کے دروغ کی دلیل نہوگا جبکہ اسکی نسبت گمان ہی کہ اسلیے امر ظاہر معروف کے دانستہ گواہی لکھی۔ قال وبیع الوصی علی الکبیر الغائب جائز فی کل شئی الا فی العقار لان الاب یلی ماسواہ ولا یلیہ فکذا وصیہ خیہ۔ جامع صغیر مین ہی کہ بالغ وارث غائب پر وصی کی بیع ہر چیز مین جائز ہوگی سوائے عقار کے اسواسطے کہ باپ کو بھی بالغ فرزند کے مال مین سوائے عقار کے فروخت کی ولایت ہی اور بیع عقار کی ولایت نہین ہی تو عقار مین باپ کے وصی کا بھی یہی حکم ہی ف کیونکہ وصی کو صرف باپ کی ولایت اموالی حاصل ہوئی ہی۔ خلاصہ یہ کہ اگر وصی نے بسبب مصلحت وضرورت ترکہ مین سے چیزین فروخت کین پس اگر سوائے عقار کے دیگر اموال اسباب فروخت کیے تو وصی کی بیع جیسے صغار ورثہ پر جائز ہی اسی طرح بالغون پر بھی جب غائب ہون تو جائز ہی سوائے عقار کے۔ اور یہ جواز بھی استحسان ہی۔ وکان القیاس ان لا یملک الوصی غیر العقار ایضا لانہ لا یملکہ الاب علی الکبیر الا انا استحسنا ہ لما ان حفظ المتاع اسرع الفساد علیہ وحفظ الثمن ایسر وہو یملک الحفظ اما العقار فمحصن بنفسہ۔ اور قیاس چاہتا تھا کہ سوائے عقار کے دیگر اموال مین بھی وصی کی بیع جائز نہو کیونکہ باپ کو بالغ پر اسکا اختیار نہین ہی (یعنے بنظر ولایت نہین ہی اگرچہ بنظر حفاظت باپ کو اختیار ہی) لیکن ہمنے قیاس کو چھوڑ کر استحسان اختیار کیا کیونکہ سوائے عقار کے دیگر اموال فروخت کرنے مین حفاظت ہی اسلیے کہ ان چیزون مین جلد خرابی دوڑ جاتی ہی اور ثمن کی حفاظت آسان ہی اور وصی کو حفاظت کی ولایت حاصل ہی۔ رہا عقار تو بذات خود محفوظ ہی ف لیکن واضح ہو کہ متاخرین مشائخ کے نزدیک ماسوائے عقار کے دیگر اموال مین وصی کو فروخت کا اختیار منجملہ تین شرطون کے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت حاصل ہوتا ہی ایک یہ کہ خریدار اس مال کی دوچند قیمت دیتا ہو۔ دوم یہ کہ وارث صغیر کو اس مال کے ثمن کی احتیاج ہو مثلاً وہ بغیر اسکے کھانے کپڑے سے محتاج ہون۔ سوم یہ کہ میت پر اسقدر قرضہ ہو کہ بدون اسکے ثمن کے ادائی ممکن نہو صدر الشریعۃ نے فرمایا کہ اسی پر فتوی دیا جائیگا۔ ک۔ قال ولا یتجر فی المال لان المفوض الیہ الحفظ دون التجارۃ مال ترکہ مین وصی کو تجارت کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ وصی کی سپردگی مین حفاظت ہی نہ تجارت ف یعنی وصی اسواسطے مقرر کیا کہ مال کی حفاظت کرے مع تنفیذ امور وصایت کے اور اسکے سپرد تجارت نہین ہی۔ وقال ابو یوسف ومحمد رح وصی الاخ فی الصغیر والکبیر الغائب بمنزلہ وصی الاب فی الکبیر الغائب وکذا وصی الام

Marfat.com

ووصی الیتیم - امام ابو یوسف و محمد رح نے کہا (اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح ہی - ع ن -) کہ باپ کے وصی کو وہ فرد
بالغ غائب کے مال مین اختیار ہی وہی بھائی کے وصی کو اسکے زندہ صغیر و کبیر غائب کے حق مین اختیار ہی اور یہی حکم مان
کے وصی اور چچا کے وصی کا ہی ف یعنی اگر ایک شخص مرا اور اسنے اپنے صغیر و کبیر غائب بھائی بہن چھوڑے تو اس
وصی کو میت کی موجودہ بھائی بہنون کی میراث مین وہ اختیار ہی جو باپ کے وصی کو بالغ غائب کے مال مین اختیار تھا
اور یہی ان دو چچا کے وصی کی صورت ہی - چنانچہ فرمایا - وہذا الجواب فی ترکۃ ہولاء - اور یہ حکم بھائی وان وچچا
کے وصیون کا ان لوگون کے ترکہ مین ہی ف یعنی اگر یہ لوگ اپنا ترکہ چھوڑین اور وصی مقرر کرین تو انکے ترکہ مین
وصی کو وہ اختیار ہی جو باپ کے وصی کو بالغ غائب کے ترکہ مین اختیار تھا - لان وصیہم قائم مقامہم وہم یملکون
ما یکون من باب الحفظ فکذا وصیہم - اسواسطے کہ انکا وصی خود انکا قائم مقام ہی اور خود ان لوگون کو ہر ایسے امر کا
اختیار ہی جو حفاظت سے متعلق ہی تو انکے وصی کو بھی یہی اختیار ہی - مسئلہ زید مرا اور اسنے اپنا باپ چھوڑا اور اپنی
صغیر اولاد چھوڑی اور وصی بھی مقرر کیا پس آیا صغیر اولاد کے دادا کو تقدیم ہوگی یا باپ کے وصی کو تقدیم ہوگی -
اسمین علماء رح کے درمیان اختلاف ہی - قال والوصی احق بمال الصغیر من الجد - جامع صغیر مین ہی کہ دادا
سے باپ کا وصی مال صغیر مین احق ہی ف یعنی صغیر کے مال مین حفاظت وغیرہ کے تصرفات کا اختیار بہ نسبت
دادا کے وصی کو اولے و اقدم ہی - وقال الشافعی رح الجد احق لان الشرع اقامہ مقام الاب حال
عدمہ حتی احرز المیراث فیقدم علی وصیتہ - اور امام شافعی رح (و مالک و احمد رح ع -) نے کہا کہ دادا مقدم ہی
اسواسطے کہ شرع نے باپ کے نہونے کی حالت مین دادا کو باپ کا قائم مقام کیا حتی کہ دادا سب میراث لے لیتا ہی
تو وہ باپ کے وصی پر مقدم ہوگا ف خلاصہ یہ کہ وصی کو ولایت صرف باپ کے قائم مقامی سے ہی اور یہ باپ
کے مقرر کرنے سے ہوا وہ بھی صرف مال مین ہی اور نفس مین ندارد ہی حتی کہ وصی کو صغیر دختر کے نکاح کرنے کا
اختیار نہین ہوتا اور شرع نے دادا کو باپ کا قائم مقام درصورت باپ کی وفات کے جان و مال دونون مین
قرار دیا حتی کہ اگر کسی نے باپ کے بعد وفات پائی اور دادا زندہ ہی تو دادا بجاے باپ کے میراث کا مستحق ہی حتی کہ
بطور عصبہ کے باپ کی طرح کل میراث لے سکتا ہی جبکہ یہی عصبہ ہو - تو دادا بہ نسبت وصی کے مقدم ہی - ولنا ان
بالابصار تنتقل ولایۃ الاب الیہ فکانت ولایتہ قائمۃ معنی فیقدم علیہ کالاب لنفسہ وہذا لان اختیار
الوصی مع علمہ بقیام الجد یدل علی ان تصرفہ انظر لبنیہ من تصرف ابیہ - اور ہماری دلیل یہ ہی کہ وصی
مقرر کرنے کی وجہ سے باپ کی ولایت بجانب وصی منتقل ہوئی تو باپ کی ولایت ازراہ معنی کے قائم ہی (اگرچہ ظاہر
مین باپ مرگیا) تو وصی کو دادا پر تقدیم ہوگی جیسے خود باپ کو دادا پر تقدیم تھی ف خلاصہ یہ کہ جسنے مانا کہ باپ
کے ندارد ہونے کے وقت دادا بالکل مقدم ہی لیکن یہان باپ کی ولایت ندارد ہونا دو طرح ایک یہ کہ صورت و
معنی دونون طرح ندارد ہو - دوم یہ کہ صورت مین ندارد ہو اور معنی مین موجود ہو جیسے باپ نے بجاے اپنے
اپنا وصی مقرر کر دیا تو وصی کی ولایت بمعنی باپ کی ولایت موجود ہی اور شرع نے جو دادا کو قائم کیا تو باپ کی
ولایت دونون طرح ندارد ہونے کے وقت ہی اور یہان جب ایک طرح باپ کی ولایت موجود ہی تو جیسے باپ مقدم
تھا اسی طرح وصی مقدم ہی - م ع ن - اور اسمین بھید یہ ہی کہ دادا موجود ہونے کے باوجود جب موصی نے وصی کو اختیار
کیا تو یہ دلیل ہی کہ وصی کا تصرف اسکی اولاد کے حق مین بہ نسبت اسکے باپ کے زیادہ بہتر جانتا ہی ف گویا اپنے
تصرف کو باقی رکھنا چاہتا ہی حالانکہ اسکی ولایت ہوتے ہوئے دادا کی تقدیم نہوگی - فان لم یوص الاب فالجد

بمنزلۃ الاب لانہ اقرب الناس الیہ واشفقہم علیہ حتی ملک الانکاح دون الوصی غیر انہ یقدم علیہ وصی الاب فی التصرف لما بیناہ۔ پھر اگر باپ نے کوئی وصی مقرر کیا ہو تو صغیر اولاد کے واسطے دادا بمنزلۂ باپ کے ہی اسواسطے کہ موصی کی جانب سب سے اقرب یہی اسکا باپ ہی اور یہی سب سے زیادہ شفقت والا ہی حتے کہ دادا کو اسکی صغیر اولاد کے نکاح کر دینے کا اختیار ہی اور وصی کو یہ اختیار نہین ہی لیکن اتنی بات ہی کہ تصرف مالی مین دادا پر باپ کے وصی کو تقدیم ہوگی بدلیل مذکورۂ بالا ف کہ موصی نے اپنا قائم مقام کر دیا ہی۔

فصل فی الشہادۃ

یہ فصل گواہی کے بیان مین ہی

واذا شہد الوصیان ان المیت اوصی الی فلان معہما فالشہادۃ باطلۃ لانہما متہمان فیہا لاثباتہما معینا لانفسہما۔ جامع صغیر مین ہی کہ اگر دو وصیون نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص ثالث کو ہمارے ساتھ مین وصی مقرر کیا ہی تو یہ گواہی باطل ہی یعنے قبول نہوگی کیونکہ دونون اسمین متہم ہین اسواسطے کہ یہ دونون اپنی گواہی سے اپنے واسطے مددگار ثابت کرتے ہین ف تو اپنے نفع کے واسطے گواہی دیتے ہین اور ایسی گواہی قبول نہین ہوتی ہی خصوص جبکہ فلان مذکور اسکا مدعی نہین ہی۔ الا ان یدعیہا فلان المشہود لہ۔ لیکن اگر فلان مذکور جسکے وصی ہونے کی گواہی دیتے ہین وہ وصی ہونے کا مدعی ہو تو گواہی قبول ہوگی۔ وہذا استحسان وہو فی القیاس کالاول لما بیناس التہمۃ۔ اور یہ حکم استحسانی ہی حالانکہ قیاس مین یہ بھی مثل صورت اول کے ہی کیونکہ تہمت مذکورہ بالا موجود ہی ف کہ اسکے وصی ہونے سے انکا معین ومددگار پیدا ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اگر دو وصیون نے گواہی دی کہ فلان میت نے زید کو بھی ہمارے ساتھ وصی مقرر کیا ہی پس اگر زید مدعی نہو تو گواہی باطل ہی اور اگر مدعی ہو تو بھی قیاساً باطل ہی لیکن استحساناً قبول ہوگی۔ وجہ الاستحسان ان للقاضی ولایۃ نصب الوصی ابتداء او ضم اخر الیہما برضائہ بدون شہادتہما فتسقط بشہادتہما مئونۃ التعیین عنہ اما الوصایۃ تثبت بنصب القاضی۔ استحسان کی وجہ یہ ہی کہ قاضی کو ابتدا مین اختیار تھا کہ وصی مقرر کرے یا دو وصیون موجودہ کے ساتھ مین تیسرا وصی ملا دے جبکہ تیسرا شخص راضی ہو بدون اسکے کہ دونون وصی اسکی گواہی دین پس ان دونون کی گواہی سے تیسرا وصی تلاش ومعین کرنے کی مشقت ہی جاتی رہی اور رہا وصی مقرر ہونا تو یہ قاضی ہی کی تقرری سے ثبوت ہو گیا ف خلاصہ یہ کہ استحساناً تیسرا شخص مدعی اسوجہ سے وصی ہو گیا کہ قاضی کا مقرر کرنا اسکے وصی ہو جانے کے واسطے کافی ہی اور انکی گواہی سے صرف قاضی کی رائے قائم ہوئی کہ میت کی طرف سے تیسرا وصی مقرر کرنا چاہیے اور وہ یہی شخص ہی تو تیسرا تلاش کرنے کی محنت کچھ ضرور نہین ہی۔ قال وکذلک الاثنان معناہ اذا شہدا ان المیت اوصی الی رجل وہو ینکر لم تقبل لانہما یجران الی انفسہما نفعا نصب حافظ للترکۃ پھر جامع صغیر مین فرمایا کہ یہی دو مردون کا حکم ہی۔ اسکے معنی یہ ہین کہ اگر میت کے دو مردون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی مقرر کیا ہی حالانکہ یہ شخص مدعی نہین بلکہ منکر ہی تو گواہی باطل ہی اسواسطے کہ یہ دونون چاہتے ہین کہ اس گواہی سے اپنے واسطے یہ نفع لیجاوین کہ انکے ترکہ کا ایک محافظ مقرر ہو جاوے ف پس تہمت سے انکی گواہی بھی باطل ہی جیسے دونون وصیون کی گواہی باطل تھی۔ ولو شہدا یعنی الوصیین لوارث صغیر لشیئ من مال المیت اوغیرہ فشہادتہما باطلۃ لانہما یظہران ولایۃ التصرف لانفسہما فی المشہود بہ۔ اور اگر دو مردون

Marfat.com

وصیون نے کسی وارث صغیر کے واسطے کچھ مال کی میت کے مال سے گواہی دی یعنی میت کے مال سے یہ مال یا مستغرق مال اس صغیر کی ملک ہی یا کسی دیگر مال سے سوائے مال میت کے یہ گواہی دی تو دونون کی گواہی بوجہ اس تہمت کے قابل ہی کہ یہ دونون چاہتے ہین کہ اس مال مین اپنے تصرف کی ولایت ثابت کرین ف کیونکہ صغیر کے مال مین انھین کو تصرف کی ولایت ہوگی۔ بخلاف کبیر بالغ کے قال وان شہد الوارث کبیر فی مال المیت لم یجز وان کان فی غیر مال المیت جاز وہذا عند ابی حنیفۃ رح۔ جامع صغیر مین ہی اور اگر دونون وصیون نے وارث بالغ کے واسطے میت کے مال مین گواہی دی تو نہین جائز ہی اور اگر میت کے مال کے سوائے کسی مال مین گواہی دی تو جائز ہی اور یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی وقالا ان شہد الوارث کبیر تجوز فی الوجہین لانہ لا یثبت لہما ولایۃ التصرف فی الترکۃ اذا کانت الورثۃ کبارا فعریت عن التہمۃ۔ اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون وصیون نے وارث بالغ کے واسطے گواہی دی تو دونون صورتون مین جائز ہی چاہے خواہ میت کے مال مین اس بالغ کے واسطے گواہی دین یا غیر مال میت مین گواہی دین بہر صورت جائز ہی اسواسطے کہ جب ورثہ بالغ ہون تو وصیون کو ترکہ مین تصرف کی ولایت نہین ہوتی ہی (پس اس وارث بالغ کے ہوتے ہوئے تصرف نہین کرسکتے ہین حتی کہ اگر صغیر وارث بھی ہوچکا بلوغ کو پہنچا تو بھی بالغ کے حصہ مین تصرف نہین رکھتے پس گواہی مذکورہ تہمت سے خالی ہوگئی۔ ولانہ تثبت لہما ولایۃ الحفظ وولایۃ بیع المنقول عند غیبۃ الوارث فتحققت التہمۃ۔ اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل ہی کہ دونون وصیون کے واسطے ایک تو حفاظت ترکہ کی ولایت ہی دوم جب وارث بالغ غائب ہو تو مال منقول فروخت کرنے کی ولایت ہی پس تہمت ثابت ہوگئی ف کہ جس مال کی نسبت گواہی دی وہ شاید اسی وجہ سے ہو۔ بخلاف شہادتہما فی غیر الترکۃ لانقطاع ولایۃ وصی الاب عنہ لان المیت اقامہ مقام نفسہ فی ترکتہ لا فی غیرہا۔ برخلاف اسکے جب دونون وصیون نے ترکہ کے سوائے کسی مال مین وارث بالغ کے لیے گواہی دی تو تہمت نہین کیونکہ وصی مذکور کی ولایت اس مال سے بالکلیہ منقطع ہی کیونکہ میت نے اپنے ترکہ مین اسکو اپنا قائم مقام کیا ہی نہ غیر مال مین ف پس غیر مال جو کچھ کسی کو ملا وہ اس کے پاس ہوا اسمین وصی کو کچھ بھی ولایت نہین ہی۔ قال واذا شہد رجلان لرجلین علی میت بدین الف درہم وشہد الآخران للاولین بمثل ذلک جازت شہادتہما وان کانت شہادۃ کل فریق للآخرین بوصیۃ الف درہم لم یجز وہذا قول ابی حنیفۃ ومحمد رح۔ اگر زید و بکر نے خالد و عمر کے واسطے میت پر ہزار درم قرضہ ہونے کی گواہی دی اور خالد و عمر نے بھی زید و بکر کے واسطے میت پر ہزار درم قرضہ کی گواہی دی تو دونون فریق کی گواہی جائز ہی اور اگر ہر فریق نے دوسرے کے واسطے یہ گواہی دی کہ میت نے انکے واسطے ہزار درم کی وصیت کی ہی تو گواہی جائز نہین ہی اور یہ امام ابو حنیفہ و محمد رح کا قول ہی۔ وقال ابو یوسف رح لا تقبل فی الدین ایضا وابو حنیفۃ رح فیما ذکر الخصاف رح مع ابی یوسف رح وعن ابی یوسف رح مثل قول محمد رح۔ اور ابو یوسف نے کہا کہ قرضہ کی صورت مین بھی گواہی نہین قبول ہی اور خصاف رح نے جو روایت ذکر کی اسمین ابو حنیفہ رح کا قول بھی ابو یوسف رح کے ساتھ ہی ف یعنی خصاف رح نے ذکر کیا کہ ابو حنیفہ رح و ابو یوسف رح کے نزدیک وصیت و قرضہ دونون مین فریقین کی گواہی ایک دوسرے کے واسطے غیر مقبول ہی۔ م۔ اور امام ابو یوسف رح سے مثل قول محمد رح کے بھی روایت آئی ہی۔ یعنے قرضہ مین فریقین کی گواہی ایک دوسرے کے واسطے مقبول ہی۔ پس حاصل یہ ہوا کہ وصیت مین فریقین کی گواہی ایک دوسرے کے واسطے بالاجماع نہین قبول ہی اور قرضہ مین امام محمد رح کے قول مین قبول ہی بروایت واحدہ اور امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رح سے دو روایتین ہین ایک مین قبول اور دوم مین نہین قبول ہی

باجمال اختلاف روایت صرف قرضہ مین ہی کہ قبول ہی یا نہین - وجہ القبول ان الدین یجب فی الذمۃ وہی قابلۃ لتحقق شتی فلا شرکۃ ولہذا لو تبرع اجنبی بقضاء دین احدہما لیس للاخر حق المشارکۃ - گواہی قبول ہونے کی وجہ یہ ہی کہ قرضہ تو مقروض کے ذمہ واجب ہوتا ہی اور ذمہ ایسی چیز ہی کہ وہ متفرق حقوق کو قبول کرتا ہی تو شرکت نہین رہی (حتی کہ ہر فریق کی گواہی صرف دوسرے فریق کے واسطے ہوئی کیونکہ دوسرے کے وصول شدہ مال مین اسکو شرکت کا اختیار نہین ہی) ولہذا اگر کسی اجنبی نے بطور احسان کے ان دونون فریق مین سے ایک میت کی طرف سے قرضہ ادا کیا تو دوسرے فریق کو بقیہ مال مین شرکت کرنے کا اختیار نہین ہوتا ہی فـ بخلاف اسکے وصیت مین اگر ہزار درم میت کی تہائی ہو تو دونون اسمین شریک ہو جاوینگے - وجہ الرد ان الدین بالموت یتعلق بالترکۃ اذ الذمۃ خربت بالموت ولہذا لو استوفی احدہما حقہ من الترکۃ لشارکہ الآخر فیہ فکانت الشہادۃ مثبتۃ حق الشرکۃ فتحققت التہمۃ بخلاف حال حیاۃ المدیون لانہ فی الذمۃ لبقائہا لا فی المال فلا تتحقق الشرکۃ - گواہی رد ہونے کی وجہ یہ ہی کہ موت کی وجہ سے قرضہ کا تعلق ترکہ سے ہو گیا (ذمہ نہین رہا) اسواسطے کہ ذمہ تو موت کی وجہ سے منہدم و برباد ہو گیا اور اسی جہت سے اگر ایک فریق نے ترکہ سے اپنا حق وصول کیا تو دوسرے فریق قرضخواہ کو اسمین مشارکت کا اختیار ہوتا ہی تو یہ گواہی اس حق مشارکت کی ثابت کرنے والی ہوئی پس گواہی مین تہمت متحقق ہو گئی فـ کہ اپنے نفع کے واسطے گواہی دی ہی - برخلاف اس حالت کے جب مدیون زندہ ہو اسواسطے کہ اسوقت قرضہ متعلق بذمہ ہی کیونکہ ذمہ باقی ہی تو وہ مال سے متعلق نہین ہوا ہی پس شرکت متحقق نہین ہوگی فـ لہذا اگر مدیون کی زندگی مین اسطرح قرضخواہون کے ایک فریق نے دوسرے فریق کی گواہی دی تو قبول ہوتی ہی اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ اوجہ یہی قول ہی کہ گواہی مردود ہوگی

قال ولو شہدا انہ اوصی لہذین الرجلین بجاریتہ وشہد المشہود لہما ان المیت اوصی للشاہدین بعبدہ جازت الشہادۃ بالاتفاق لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ - جامع مین ہی کہ اگر زید و بکر نے گواہی دی کہ میت نے خالد و شعیب کے واسطے اپنی باندی کی وصیت کی ہی اور خالد و شعیب نے زید و بکر کے واسطے گواہی دی کہ میت نے ان دونون کے لیے اپنے غلام کی وصیت کی ہی تو گواہی بالاتفاق جائز ہی اسواسطے کہ شرکت نہین تو تہمت بھی ندارد ہی فـ یعنی ایک فریق کے واسطے باندی معینہ ہی اور دوسرے کے واسطے غلام معین ہی تو کسی کو دوسرے کے ساتھ شرکت نہین ہی برخلاف ہزار درم وغیرہ کے مال غیر معین ہوتا ہی کہ اسمین حق شرکت بوجہ عدم تعین کے ثبوت ہوتا ہی - ولو شہدا انہ اوصی لہذین الرجلین بثلث مالہ وشہد المشہود لہما انہ اوصی للشاہدین بثلث مالہ فالشہادۃ باطلۃ وکذا اذا شہد الاولان ان المیت اوصی لہذین الرجلین بالعبد وشہد المشہور لہما انہ اوصی للاولین بثلث مالہ فہی باطلۃ لان الشہادۃ فی ہذہ الصورۃ مثبتۃ للشرکۃ - اور اگر زید و بکر نے گواہی دی کہ میت ان دونون خالد و عمر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور خالد و عمر نے گواہی دی کہ میت نے زید و بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہی تو فریقین کی گواہی باطل ہی اور اسی طرح اگر زید و بکر نے گواہی دی کہ میت نے خالد و عمر کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی ہی اور خالد و عمر نے گواہی دی کہ میت نے زید و بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہی تو بھی باطل ہی اسواسطے کہ اس صورت مین گواہی مثبت شرکت ہی فـ کہ تہائی مین دونون شریک ہوا چاہتے ہین اور اسی طرح غلام مذکور بھی تہائی مین داخل ہی یا خود تہائی ہو تو ہر صورت شرکت کی تہمت موجود ہی لہذا گواہی مردود ہی واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کتاب الخنثی

یہ کتاب خنثی کے بیان مین ہی۔

واضح ہو کہ اس دیار مین مخنث و خنثی کا لفظ ہجڑون پر ایسا شائع ہو گیا کہ عوام کے اذہان اس سے منتقل نہین ہوتے ہین یعنے کچھ خبیث لوگ ہوا پنے آلہ کو ترکیب سے کاٹ ڈالتے اور مذموم دنیا و آخرت خبیث ہو جاتے ہین معاذ اللہ من ذلک۔ پس یہ لوگ لفظ خنثی سے مراد نہین ہین بلکہ وہ آدمی جسکے پیدائشی آلہ مرد و عورت دونون ہون بخلاف خوجہ سرائے۔ جسکے آلہ مردی نہایت صغیر و حقیر ہوتا ہی تو وہ بھی عورت سے مشتبہ نہین ہی لہذا شیخ مصنف نے اس

فصل فی بیانہ

فصل اوّل خنثی کی ماہیت و اسکے اقسام کے بیان مین۔

قال واذا کان للمولود فرج وذکر فہو خنثی۔ مختصر مین ہی کہ اگر مولود بچہ کے فرج و ذکر دونون ہون تو وہ خنثی ہی فان کان یبول من الذکر فہو غلام وان کان یبول من الفرج فہو انثی۔ پس دیکھا جاوے کہ اگر وہ ذکر سے پیشاب کرتا ہی تو لڑکا ہی (اور شگاف فرج بمنزلۂ زخم قرار دیا جاوے) اور اگر وہ فرج سے پیشاب کرتا ہو تو لڑکی ہی ف اور مانرہ بمنزلہ زائد انگلی کے عیب ہی جیسے بعض عورتون کی داڑھی ہوتی ہی۔ اور اس کفتیش کی ضرورت بہت سے ابواب فقہ مین ظاہر ہی از انجملہ یہ کہ پردہ و نماز کا ستر اور وہ مردون کی صف مین ہو یا عورتون مین۔ و ختنہ۔ و نکاح و اسکو میراث کیونکر دی جاوے وغیر ذلک۔ پس بچہ پن کی حالت مین اسکی یہی شناخت ہے لان النبی علیہ السلام سئل عنہ کیف یورث فقال من حیث یبول۔ اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ خنثی بچہ کو کیونکر ورثہ دیا جاوے تو فرمایا کہ جس راہ سے پیشاب کرے ف یعنی فرج سے تو لڑکی کا حصہ دو ورثہ لڑکا ہی۔ رواہ ابن عدی و من طریقہ البیہقی من روایۃ ابی یوسف القاضی عن الکلبی الخ و الکلبی متہم بکذب ہی اور دوسری اسناد مین سلیمان بن عمرو ہی کہ اسکے متروک و کذاب و وضاع ہونے کی روایات امام احمد و یحیی و بخاری و اسحق و یزید بن ہارون و قتیبہ وغیرہم سے میزان مین مذکور ہین۔ اور کلبی کا حال معروف ہی یہ جو علامہ عینی رح وغیرہ نے کہا کہ ابو یوسف رح کے نزدیک ثقہ نہوتا تو اس سے روایت استدلالی نہ کرتے۔ یہ جواب صحیح ہی۔ کیونکہ امام ابو یوسف رح نے نصوص کے معارضہ مین اس سے اجتہاد نہین کیا بلکہ یہ ایک روایت لی تھی وہ ذکر کی خواہ ثبوت ہو یا نہو۔ اور سفیان الثوری رح لوگون کو کلبی سے روایت لینے سے منع کرتے اور خود روایت کرتے پس پوچھا گیا تو فرمایا کہ مین اسکے صدق کو کذب سے پہچانتا ہون پس شاید کہ ابو یوسف رح نے بھی اسکے واسطے میزان رکھی ہو لیکن چونکہ تصریح نہین کی لہذا قرو قیاس یہان اصل ہوگا اور یہ روایت اسکے واسطے مؤید ہو جائیگی اگرچہ اسناد ٹھیک نہو۔ وعن علی رضی اللہ عنہ مثلہ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسکے مثل روایت ہی ف رواہ ابن ابی شیبہ من وجہین و عبد الرزاق۔ اور سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالے سے اسکے مانند ہی اور زاد کہ اگر دونون راہ سے پیشاب کرتا ہو تو جس راہ سے زائد ہو اسی پر مدار ہوگا۔ رواہ عبد الرزاق۔ ن۔ اور ابن المنذر رحمہ اللہ نے کہا کہ اسی پر اہل العلم کا اجماع ہی سع۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث مذکور آحاد سے اجماع حجت ہی۔ و لان البول من ای عضو کان فہو دلالۃ علی انہ ہو العضو الاصلی الصحیح والآخر بمنزلۃ العیب۔ اور

اس دلیل سے کہ پیشاب جس عضو سے آتا ہو یہ دلالت ہو کہ یہی عضو اصلی صحیح ہو اور دوسرا بمنزلہ معیب کے ہو۔ وان بال منهما فالحكم للاسبق لان ذلك دلالة اخرى على انه هو العضو الاصلي۔ اور اگر اس بچے نے دونون سوراخ سے پیشاب کیا تو اسبق کا اعتبار ہی لینے جس سے پہل ہو کیونکہ یہ دوسری دلالت ہو کہ یہی عضو اصلی ہو۔ وان كانا في السبق سواء فلا معتبر بالكثرة عند ابي حنيفة رح وقالا يعتبر الاكثر هما بولا لانه علامة قوة ذلك العضو وكونه عضوا اصليا ولان للاكثر حكم الكل في اصول الشرع فيترجح بالكثرة۔ اور اگر بیل مین دونون برابر ہون یعنی دونون راہ سے برابر نکلنا شروع ہوتا ہو کسی سے پہل نہین ہوتی ہو لیکن ایک عضو سے زیادہ نکلتا ہو تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک کثرت و زیادت کا کچھ اعتبار نہین ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دونون عضو مین سے جس سے پیشاب زیادہ آتا ہو اُسی کی جانب منسوب کیا جاوے اسواسطے کہ یہ امر اس عضو کے قوی ہونے کی دلیل ہو اور اس عضو کے اصلی ہونے کی دلیل ہو اور اسواسطے کہ اصول الشرع مین اکثر کے واسطے کل کا حکم ہوتا ہو پس کثرت کی جہت سے ترجیح دی جائیگی ف ــــ اور قول سعید بن المسیب رح بھی اسی کے موافق ہو۔ ولانه ان كثرة الخروج ليس تدل على القوة لانه قد يكون للاتساع في احدهما وضيق في الآخر۔ اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہو کہ کسی سوراخ سے زیادہ پیشاب نکلنا اسکے قوی ہونے کی دلیل نہین ہو کیونکہ کثرت کبھی ایک سوراخ کے چوڑے ہونے اور دوسرے کے تنگ ہونے سے ہوتا ہو ف ــــ لیکن یہ توجیہ مقتضی تھی کہ اسطرح تفصیل ہو کہ اگر نالی سے پیشاب زیادہ آتا تو دلیل ہو کہ وہ لڑکا ہو اسواسطے کہ فرج کا منفذ چوڑا ہوتا ہو پس اگر لڑکی ہوتی تو اسی سے زیادہ پیشاب آتا اور اگر برعکس ہوتا تو البتہ دلیل نہین ہو۔ پس حاصل یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر دونون سے پیشاب برابر نکلنا شروع ہوتا ہو تو ترجیح نہین بلکہ خنثی مشکل ہو اگرچہ کم زیادہ نکلے اور صاحبین رح کے نزدیک جس سے زیادہ نکلے اسی کا حکم ہو۔ وان كان يخرج منهما على السواء فهو مشكل بالاتفاق لانه لا مرجح۔ اور اگر دونون راہ سے پیشاب مساوی مقدار نکلے تو وہ بالاتفاق خنثی مشکل ہو اسواسطے کہ کوئی ترجیح دینے والا امر موجود نہین ہو ف ــــ لیکن یہ ترجیح ہو سکتی ہو کہ سوراخ فرج وسیع ہونے کے باوجود جب برابر پیشاب آیا تو ذکر کی جانب قوی ہو ورنہ فرج سے زیادہ نکلتا۔ حالانکہ اسوجہ کو اعتبار نہین کیا گیا تو یہی وجہ ہو کہ تفصیل مذکورہ بالا بھی معتبر نہین ہوئی۔ فافہم واللہ تعالے اعلم۔ پھر واضح ہو کہ خنثی مشکل کے یہ معنی کہ وہ بدون ترجیح کے دونون جانب مشتبہ ہو لیکن یہ اشتباہ صرف بالفعل ہو نہ بالقوۃ لہذا اگر ایک شخص مرا اور اسنے دو پسر ایک دختر و ایک خنثی مشکل چھوڑے تو خنثی کے واسطے بالفعل صرف دختر کا حصہ دیا جاوے۔ قال واذا بلغ الخنثى وخرجت كحصاة او وصل الى النساء فهو رجل وكذا اذا احتلم كما يحتلم الرجل او كان له ثدي يستولان بذه من علامات الذكران۔ پھر اگر خنثی بالغ ہوا اور اسکی داڑھی نکلی یا کھردرون تک پہونچا یعنے عورت سے جماع کرنے لگا یا کر سکتا ہو تو وہ مرد ہی اور اسی طرح اگر اسکو مردون کی طرح احتلام ہوا یعنے عورت کے ساتھ وطی کا خواب دیکھکر یا ذکر سے منزل ہو گیا) یا اسکی چھاتیان برابر رہین یعنی عورتون کی طرح نہین اُبھرین تو بھی مرد ہی اسواسطے کہ یہ امور مردون کے علامات سے ہین۔ ولو ظهر له ثدي كثدي المرأة او نزل له لبن في ثديه او حاض او جبل او امكن الوصول اليه من الفرج فهو امرأة لان بذه من علامات النساء۔ اور اگر عورتون کی طرح اسکی چھاتیان ظاہر ہو گئین یا اسکی چھاتی مین دودھ اترآیا یا حیض آگیا یا حمل رہگیا یا فرج کی راہ سے اسکے ساتھ جماع کرنا ممکن ہوا تو یہ عورت ہی اسواسطے کہ یہ امور عورتون کی علامات سے ہین ف ــــ فالحاصل بعد بلوغ کے مردون یا عورتون کے علامات مین سے جو ظاہر ہو اسی پر حکم ہوگا۔ وان لم يظهر احدى هذه العلامات فهو

Marfat.com

خنثی مشکل - اور اگر اسمین ان علامات مین کوئی علامت خاص ظاہر نہوئی تو یہ خنثی مشکل ہی ف کہ نہ عورت پہچانا جاتا ہی اور نہ مرد معلوم ہوتا ہی - وکذا اذا تعارضت ہذہ المعالم - اور اسی طرح اگر اسمین یہ علامتین متعارض ہوئین ف تو بھی خنثی مشکل ہی مثلاً اسمین مرد کی علامت ہی اور عورت کی بھی علامت ہی مثلاً وطی کرنا اور اس سے وطی بھی کی جاتی ہی وما نند اسکے تو یہ خنثی مشکل ہی -

فصل فی احکامہ

یہ فصل خنثی کے احکام مین ہی -

ف پس اگر حکم مذکر ہو یا مونث ہو تو یہی حکم ہی صرف خنثی مشکل کا حکم چاہیے - الاصل فی الخنثی المشکل ان یوخذ فیہ بالاحوط والاوثق فی امور الدین وان لا یحکم بثبوت حکم وقع الشک فی ثبوتہ - واضح ہو کہ خنثی مشکل کے بارہ مین اصل یہ ہی کہ امور دین مین اسکے حق مین الحوط واوثق لیا جاوے اور کسی ایسے حکم ثابت ہونے کا حکم نہ دیا جاوے جسکے ثبوت مین شک واقع ہوا ہی ف مثلاً اسکے لیے مذکر کا حصہ میراث ہوگا پس یہ اصل محفوظ رکھنا چاہیے - قال واذا وقف خلف الامام قام بین صف الرجال والنساء لاحتمال انہ امراۃ فلا یتخلل الرجال لیلا یفسد صلاتہم ولا النساء لاحتمال انہ رجل فیفسد صلاتہ - مختصر مین ہی کہ جب جماعت نماز مین امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مرد عورتون کے درمیان کھڑا ہو کیونکہ شاید وہ عورت ہو تو مردون کے درمیان نچاہیے تاکہ انکی نمازین خراب نکرے اور عورتون کے درمیان بھی کھڑا نہو کیونکہ شاید وہ مرد ہو تو اسکی نماز خراب ہوگی ف اور اصل مذکور مقتضی ہی کہ فساد کا حکم نہین دیا جائیگا - ہان احوط اعادہ ہی اور تفصیل یہ ہی کہ - فان قام فی صف النساء فاحب الی ان یعید صلاتہ لاحتمال انہ رجل - پس اگر وہ عورتون کے صف مین کھڑا ہو گیا تو مجھے زیادہ پسند یہ ہی کہ وہ اپنی نماز اعادہ کرے کیونکہ شاید وہ مرد ہو ف اور ذخیرہ سے مفہوم ہوتا ہی کہ یہ اسوقت کہ وہ بالغ نہو اور اگر بالغ ہو تو اسپر اعادہ واجب ہی - ک - وان قام فی صف الرجال فصلاتہ تامۃ ویعید الذی عن یمینہ وعن یسارہ والذی خلفہ بخلافہ صلاتہم احتیاطاً لاحتمال انہ امراۃ - اور اگر وہ مردون کی صف مین کھڑا ہوا تو اسکی نماز پوری ہی اور البتہ وہ شخص جو اسکے داہنے ہی اور جو بائین ہی اور پیچھے اسکے محاذی ہی یہ لوگ احتیاطاً اپنی نمازین اعادہ کرین کیونکہ شاید وہ عورت ہو - قال واحب الینا ان یصلی بقناع لانہ یحتمل انہ امراۃ - اور کہا کہ ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ کہ وہ قناع یعنی اوڑھنی کے ساتھ (جس سے سر و گردن وغیرہ سب ڈھک جاوین) نماز پڑھے کیونکہ شاید وہ عورت ہو ف کہا گیا کہ یہ اسوقت تک کہ بلوغ کو نہین پہونچا ورنہ جب سن بلوغ کو پہونچ چکا تو قناع سے نماز پڑھنا واجب ہی - ع - مترجم کہتا ہی کہ یعنے حکماً واجب نہین مگر احتیاطاً واجب ہی کیونکہ شکوک پر حکم نہین ہوتا ہی کما ہو الاصل - م - ویجلس فی صلاتہ جلوس المراۃ لانہ ان کان رجلا فقد ترک سنۃ وہو جائز فی الجملۃ وان کان امراۃ فقد ارتکب مکروہا لان الستر علی النساء واجب ما امکن - اور تشہد مین عورتون کی بیٹھک بیٹھے - اسواسطے کہ وہ اگر مرد ہو تو اسنے ایک سنت ترک کی حالانکہ یہ ترک فی الجملہ جائز ہی (یعنے عذر وغیرہ بعض وجہ مین جائز ہی بلکہ بعض مجتہدون کے نزدیک یہ بھی سنت ہی) اور اگر وہ عورت ہی تو اسنے مردانہ بیٹھک مین مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اسواسطے کہ جہان تک ممکن ہو عورتون پر پردہ پوشی واجب ہی - وان صلی بغیر قناع امرتہ ان یعید لاحتمال انہ امراۃ وہو علی الاستحباب وان لم یعد اجزاہ - اور اگر اسنے بغیر قناع کے نماز پڑھی تو مین اسکو حکم دونگا کہ نماز اعادہ کرے کیونکہ شاید یہ عورت ہو اور یہ حکم اعادہ

Marfat.com

بطریق استحباب واقع ہوا ہی اور اگر اسنے اعادہ نکیا تو اسکو کافی ہوگیا ف مین کہتا ہون کہ مطابق قول ذخیرہ
جنابہ وغیرہ کے اعادہ واجب ہی جبکہ بالغ ہو لیکن عدم اعادہ مین انکے نزدیک بھی حکم ہی کہ کفایت ہوگئی لیکن احتیاطی
فروگذاشت کا گنہگار ہوا اور اگر احتیاطًا اعادہ واجب نہو جیسے ظاہر کلام کتاب ہی تو گناہ بھی نہوگا اور یہ اوفق ہی
مسئلہ اس خنثی مشکل کا ختنہ کیونکر کیا جاوے - جواب - ویتبع لہ امۃ تختتنہ ان کان لہ مال لانہ یباح
لمملوکتہ النظر الیہ رجلا کان او امرأۃ ویکرہ ان یختتنہ رجل لانہ عساہ انثی او تختتنہ امرأۃ لانہ لعلہ
رجل فکان الاحتیاط فیما قلنا - اگر اسکے پاس مال ہو تو اسکے لیے ایک باندی خریدی جاوے جو اسکا ختنہ
کرے کیونکہ اسکی باندی کو اسکی طرف نظر مباح ہی خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو اور یہ مکروہ ہی کہ مرد اسکو ختنہ کرے
کیونکہ شاید یہ عورت ہو یا عورت اسکو ختنہ کرے کیونکہ شاید یہ مرد ہو تو اسمین احتیاط ہی جیسے ہمنے بیان کیا ف
کہ ایک باندی خریدی جاوے جو اسکا ختنہ کرے - لیکن یہ اسوقت کہ خنثی مذکور کے پاس مال ہو - وان لم
یکن لہ مال ابتاع لہ الامام امۃ من بیت المال لانہ اعد لنوائب المسلمین فاذا اختتنہ باعہا
ورد ثمنہا فی بیت المال لوقوع الاستغناء عنہا - اور اگر اسکے پاس مال نہو تو امام المسلمین اسکے واسطے
بیت المال سے ایک باندی خریدے جو اسکا ختنہ کردے اسواسطے کہ بیت المال تو مسلمانون کی حاجت ہی کے
واسطے مہیا رہتا ہی پھر جب یہ باندی اسکا ختنہ کردے تو امام اسکو فروخت کرکے اسکا ثمن بیت المال مین واپس
کرے کیونکہ اب اسکی حاجت نہین رہی ف یہ اسوقت ہوا کہ مطلق باندی کو اسکی طرف نظر جائز ہوئی کیونکہ
اسکی ملوکہ نہین ہی ورنہ امام اسکا ثمن کیونکر لے لیتا اور ہبہ کرکے رجوع کرنا بھی مکروہ ہی فتامل فیہ - واضح ہو کہ خنثی
کے واسطے یہ نہین ہوسکتا کہ اسکو عورت بیاہی جاوے کیونکہ مرد معلوم نہین تو نکاح ہی نہوگا - ہان اگر کوئی مرد بالغہ
ختنہ کے بالغ ہوگیا تو اسکی زوجہ اسکا ختنہ کرے جیسے اسکی باندی اسکا ختنہ کرسکتی ہی - م - ویکرہ لہ فی حیاتہ
لبس الحلی والحریر وان ینکشف قدام الرجال او قدام النساء وان ینظر بہ غیر محرم من رجل
او امرأۃ او یسافر من غیر محرم من الرجال توقیا عن احتمال المحرم - اور خنثی مشکل کو اپنی زندگی مین
زیور و حریر پہننا مکروہ ہی (جیسے) بعد موت کے اسکو پہنانا عام مردہ کی طرح مکروہ ہی) اور اسکو مردون یا عورتون
کے سامنے بدن کھولنا مکروہ ہی - اور اسکو غیر محرم مرد یا عورت کے ساتھ خلوت کرنا مکروہ ہی - اور اسکو غیر محرم
مردون کے ساتھ سفر کرنا مکروہ ہی تاکہ حرام سے پرہیز ہو - وان احرم وقد راہق قال ابو یوسف رح لا علم
لی فی لباسہ لانہ ان کان ذکرا یکرہ لہ لبس المخیط وان کان انثی یکرہ لہ ترکہ وقال محمد رح
یلبس لباس المرأۃ لان ترک لبس المخیط وہی امرأۃ افحش من لبسہ وہو رجل ولا شئ علیہ
لانہ لم یبالغ - اور اگر خنثی مشکل نے احرام باندھا حالانکہ وہ بلوغ کے قریب ہی تو امام ابو یوسف رح نے کہا
کہ مجھے اسکے لباس کا علم نہین ہی اسواسطے کہ اگر وہ مذکر لڑکا ہی تو اسکو سلا ہوا پہننا مکروہ ہی اور اگر وہ لڑکی ہی
تو اسکو یہ لباس چھوڑنا مکروہ ہی - اور امام محمد رح نے کہا کہ وہ عورت کا لباس پہنے کیونکہ عورت ہونے کی صورت مین
اسکو یہ لباس سلا ہوا ترک کرنا بہ نسبت اسکے زیادہ فاحش ہی کہ وہ مرد ہوکر یہ لباس پہنے اور واضح ہو کہ پہننے سے
اسپر کچھ جرمانہ نہین واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ بالغ نہین ہوا ہی - مسئلہ - من حلف بطلاق - ایک شخص نے
طلاق کی قسم کھائی - او عتاق - یا عتاق کی قسم کھائی اسطرح کہ - ان کان اول ولد تلدہ غلامًا
اگر اول فرزند جسکو تو جنی وہ لڑکا ہو ف یعنی زوجہ سے کہا کہ اول فرزند جو تو جنے اگر لڑکا ہو تو میرا غلام یا باندی

Marfat.com

آزاد ہی یا کہا کہ تو تجھے طلاق ہی۔ فولدت خنثی لم یقع حتی یستبین امر الخنثی لان الحنث لا یثبت بالشک پھر یہ عورت ایک بچہ جنی جو خنثی مشکل ہی تو ابھی کچھ طلاق یا عتاق واقع نہوگی یہان تک کہ خنثی کا حال ظاہر ہو اسواسطے کہ قسم مین حانث ہونا شک کے ساتھ نہین ثابت ہوتا ہی ف حتی کہ اگر بعد بلوغ کے بھی حال ظاہر نہو تو بھی طلاق یا عتاق واقع نہوگا۔ ولو قال کل عبد لی حر او قال کل امرأة لی حرة وله مملوک خنثی لم یعتق حتی یستبین امره لما قلنا۔ اور اگر اسنے کہا کہ میری ملک ہر غلام آزاد ہی یا کہا کہ میری ملک ہر باندی آزاد ہی اور حال یہ کہ اسکی ملک مین ایک خنثی ہی تو وہ نہین آزاد ہوگا یہان تک کہ اسکا حال ظاہر ہو ف پس اگر غلام ظاہر ہوا تو قسم اول مین آزاد ہوگا نہ دوم مین۔ اور اگر باندی ظاہر ہوئی تو قسم دوم مین آزاد ہوگا نہ اول مین وان قال الفریقین جمیعا۔ اور اگر اسنے دونون قول کہے یعنی میری ملک ہر غلام وہر باندی آزاد ہی حالانکہ اسکی ملک مین خنثی ہی۔ عتق المتیقن باحد الوصفین لانه لیس بمهمل۔ تو وہ آزاد ہوجائیگا کیونکہ دونون وصف مین سے ایک کا تیقن ہی اسلیے کہ خنثی ان دونون مین سے ایک سے خالی نہین ہی ف تو وہ بہرحال ایک قسم مین داخل ہوکر آزاد ہوگیا۔ وان قال الخنثی انا رجل او انا امرأة لم یقبل قوله اذا کان مشکلا لانه دعوی یخالف قضیة الدلیل وان لم یکن مشکلا ینبغی ان یقبل قوله لانه اعلم بحاله من غیره۔ اور اگر خنثی نے کہا کہ مین مرد ہون یا کہا کہ مین عورت ہون تو دیکھا جاوے کہ اگر وہ خنثی مشکل ہی تو اسکا قول قبول نہوگا کیونکہ یہ دعوی خلاف مقتضاے دلیل ہی اور اگر وہ مشکل نہو تو اسکا قول قبول ہونا چاہیے اسواسطے کہ وہ غیر کی نسبت خود اپنے حال سے زیادہ واقف ہی ف تو غیر کی شناخت اسکے خلاف اسکے حق مین قبول نہوگی وان مات قبل ان یستبین امره لم یغسله رجل ولا امراة لان حل الغسل غیر ثابت بین الرجال والنساء فیتوفی لاحتمال الحرمة ویمم بالصعید لتعذر الغسل۔ اور اگر خنثی اپنا حال ظاہر ہونے کے پہلے مرگیا تو اسکو مرد یا عورت کوئی غسل نہین دیگا اسواسطے کہ مردون وعورتون مین باہم ایک دوسرے کو غسل دینے کی حلت ثابت نہین ہی یعنے حلال نہین کہ مرد عورت مردہ کو یا عورت مرد میت کو غسل دے تو یہان بھی حرمت کے احتمال سے اسکو کوئی غسل نہ دیگا اور وہ پاک مٹی سے تیمم کرا دیا جاوے کیونکہ غسل دینا متعذر ہی۔ ولا یخفر ان کان مراهقا غسل رجل او امراة لاحتمال انه ذکر او انثی۔ اور خنثی اگر بلوغ کے قریب پہونچ گیا ہو تو وہ کسی مرد میت یا عورت میت کے نہلانے مین حاضر نہو اس احتمال سے کہ شاید وہ مرد ہو یا عورت ہو ف یعنی عورت کے احتمال سے وہ مرد میت کے غسل مین نہ آوے اور مرد کے احتمال سے عورت میت کے غسل مین حاضر نہو۔ وان سجی قبره فهو احب الیه ان کان انثی فیستر واجبا وان کان ذکرا فالتسجیة لا تضره۔ اور اگر خنثی کو دفن کرنے مین اسکے قبر پر تسجیہ کیا جاوے یعنی پردہ کرلیا جاوے تو زیادہ پسندیدہ ہی کیونکہ اگر وہ عورت ہوا تو ہمنے واجب ادا کیا اور اگر وہ لڑکا ہوا تو پردہ کرنا اسکو مضر نہین ہی ف اور بنا بر قول ذخیرہ در باب پردہ نماز کے یہان بھی چاہیے کہ اگر بعد بلوغ کے مرا ہو تو پردہ کرنا احتیاطاً واجب ہو۔ م۔ واذا مات فصلی علیه وعلی رجل وامراة وضع الرجل مما یلی الامام والخنثی خلفه والمراة خلف الخنثی فیو خر عن الرجل لاحتمال انه امراة ویقدم علی المراة لاحتمال انه رجل۔ اور اگر خنثی مشکل نے انتقال کیا اور اسپر اور ایک مرد کے جنازہ پر اور ایک عورت کے جنازہ پر نماز پڑھی گئی یعنے تینون جنازون کو جمع کرکے سب پر ایکبارگی نماز جنازہ پڑھی گئی تو امام کے متصل مرد کا جنازہ رکھا جاوے اور اسکے بعد خنثی کا جنازہ رکھا جاوے اور اسکے پیچھے عورت کا جنازہ رکھا جاوے پس خنثی کے جنازہ کو مرد سے اسواسطے پیچھے کیا گیا کہ شاید وہ عورت ہو

اور اسکو عورت سے اسواسطے پہلے کیا گیا کہ شاید وہ مرد ہو ف پھر یہ مستحب ہی اور بنا بر قول ذخیرہ و رباب صف نماز کے یہان بھی یہ ترتیب احتیاطاً واجب ہونا چاہیے جبکہ وہ بعد بلوغ کے مرا ہو اور مسئلہ اس بنا پر کہ یہان بھی ترتیب واجب ہی۔ ولو دفن مع رجل فی قبر واحد سن عند جعل الخنثی خلف الرجل لاحتمال انہ امرأۃ ویجعل مبنما حاجز من صعید وان کان مع امرأۃ قدم الخنثی لاحتمال انہ رجل۔ اور اگر خنثی کو مرد کے ساتھ ایک ہی قبر مین کسی عذر کی وجہ سے دفن کیا جاوے یعنی کسی عذر کی وجہ سے مرد اور خنثی دو نون کو ایک ہی قبر مین دفن کرنا منظور ہی تو خنثی کو مرد کے پیچھے کیا جاوے یعنی مرد کو قبلہ رخ مقدم رکھا جاوے اور اسکے پیچھے خنثی کو رکھا جاوے اور ان دونون کے درمیان مین تودۂ خاک سے آڑ کر دی جاوے کیونکہ شاید خنثی مذکور عورت ہو۔ اور اگر خنثی کو ایک عورت کے ساتھ مین کسی عذر سے ایک ہی قبر مین دفن کرنا منظور ہو تو خنثی کو قبر کے قبلہ کی جانب مقدم کیا جاوے کیونکہ شاید وہ مرد ہو ف اور کتاب الجنائز مین معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداے احد مین چند کو ایک ہی قبر مین دفن فرمایا ہی اور تمام حدیث مع تقدیم نماز کے یہان مذکور ہی۔ وان کان یجعل علی السریر نعش المرأۃ فھو احب الی لاحتمال انہ عورۃ۔ اور اگر خنثی مشکل کے تخت جنازہ پر عورتون کے مانند نعش ڈالی جاوے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہی کیونکہ شاید وہ عورت ہو ف یعنی جیسے عورت کے جنازہ پر محرابی طور پر کپڑا ڈالا جاتا ہی اور اسکو عربی مین نعش کہتے ہین وہ خنثی کے جنازہ پر بھی بنانا بہتر ہی کہ شاید یہ بھی عورت ہو۔ ویکفن کما تکفن الجاریۃ وھو احب الی یعنی یکفن فی خمسۃ اثواب لانہ اذا کان انثی فقد اقیمت سنۃ وان کان ذکرا فقد زاد واعلی الثلاث ولا باس فذلک۔ اور خنثی مشکل کو زنانہ لڑکی کا کفن دیا جاوے اور یہی مجھے زیادہ پسندیدہ معلوم ہوا یعنی مؤنث لڑکی کی طرح پانچ کپڑون مین خنثی کو بھی کفن دیا جاوے تو بہتر ہی اسواسطے کہ خنثی اگر عورت ہی تو ایک سنت ادا کی گئی اور اگر وہ لڑکا ہی تو لوگون نے اسکے کفن مین تین کپڑون سے زیادہ کیا حالانکہ زیادہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ ولو مات ابوہ وخلف ابنا فالمال بینھما عند ابی حنیفۃ رح اثلاثا للابن سھمان وللخنثی سھم وھو انثی عندہ فی المیراث الا ان یتبین غیر ذلک۔ اور اگر خنثی کا باپ مرا اور اسنے سوائے خنثی کے ایک لڑکا بھی چھوڑا تو مال ترکہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ان دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا ازانجملہ پسر مذکور کو دو سہام اور خنثی کو ایک سہم دیا جاوے اور میراث کے حق مین امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک خنثی مؤنث یعنی لڑکی ہی مگر آنکہ اسکے سوا دوسرا امر ظاہر ہو ف یعنی دلیل سے ظاہر ہو جاوے کہ وہ لڑکا ہی تو وہ پسر کی میراث پاویگا۔ وقالا للخنثی نصف میراث ذکر ونصف میراث انثی وھو قول الشعبی۔ اور صاحبین رح نے کہا کہ خنثی کے واسطے پسر کی نصف میراث اور دختر کی نصف میراث ہی اور یہ شعبی رح کا قول ہی ف یعنی عامر بن شراحیل شعبی جو علماے تابعین سے ہین انکا بھی یہی قول ہی اور اسی کو صاحبین نے لیا ہی اور کفایہ مین کہا کہ عامہ روایات کتب مین امام محمد رح کا قول اسمین ابو حنیفہ رح کے ساتھ ہی حالانکہ قول مصنف اس سے مخالف ہی اور شاید یہ معنی ہون کہ صاحبین بقیاس قول شعبی رح اختیار کیا ہی۔ و اختلفوا فی قیاس قولہ۔ اور شعبی رح کے قیاس قول پر انھون نے اختلاف کیا ہی۔ قال محمد رح المال بینھما علی اثنی عشر سھما للابن سبعۃ وللخنثی خمسۃ۔ امام محمد رح نے کہا کہ خنثی و پسر کے درمیان اس قیاس پر مال کے بارہ سہام کیے جاوین ازانجملہ پسر کو سات سہام دیے جاوین اور خنثی کو پانچ سہام دیے جاوین۔ وقال ابو یوسف رح المال بینھما علی سبعۃ للابن اربعۃ وللخنثی ثلثہ لان الابن یستحق کل المیراث عند الانفراد

والخنثی ثلثا الاربا ع - اور ابو یوسف رح نے اس قیاس پر کہا کہ مال کے سات سہام کیے جاوین ازانجملہ پسر کو چار سہام دیے جاوین اور خنثی کو تین سہام دیے جاوین اسواسطے کہ تنہائی کی صورت مین پسر کل میراث کا مستحق تھا اور خنثی فقط تین چوتھائی کا مستحق تھا ف کیونکہ اسکو جسکہ دختر کا نصف اور حصۂ پسر کا نصف ملنا چاہیے اور دختر کا حصہ تنہائی مین نصف مال ہی تو اسکا آدھا ایک چوتھائی مال ہوا اور پسر کا حصہ تنہائی مین کل مال ہی تو اسکا آدھا نصف مال ہوا پس ملاکر تین چوتھائی ہوا تو ہم دیکھتے ہین کہ اگر تنہا پسر ہو تو کل مال پاوے اور تنہا خنثی ہو تو تین چوتھائی پاوے - فعند الاجتماع لقسم بینہما علی قدر حقیہما فہذا یضرب بثلثۃ وذلک یضرب باربعۃ فیکون سبعۃ پس جب لڑکا خنثی دونون جمع ہوئے تو دونون مین مال کو دونون کے مقدار حق پر تقسیم کیا جاوے کہ خنثی کو ۳ - کے حساب سے اور پسر کو چار کے حساب سے شریک کیا جاوے تو کل مال کے سات سہام ہوے ف جنمین سے خنثی کو ۳ - سہام دیے جاوین پسر کو چار سہام دیے جاوین - اور یہ بھی شعبی رح کے قول پر بٹوارہ کا قیاس ہی اور امام محمد رح نے شعبی رح کے قول پر دوسرے لحاظ سے قیاس کیا چنانچہ شیخ مصنف رح نے ذکر کیا کہ - وہ محمد ان الخنثی لو کان ذکرا یکون المال بینہما نصفین وان کان انثی یکون المال بینہما اثلاثا احتنا الی حساب لہ نصف وثلث واقل ذلک ستۃ - اور امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ یعنے امام محمد رح نے وکل بارہ سہام مین سے پسر کو ۷ - اور خنثی کو ۵ - دیوے تو اسکی دلیل یہ ہی کہ خنثی اگر مذکر ہو تو کل مال ان دونون مین نصفا نصف ہوا اور اگر خنثی لڑکی ہو تو کل مال ان دونون مین تین تنہائی ہو (جیسے شعبی رح کا قول ہی کہ خنثی کو نصف حصہ پسر اور نصف حصہ دختر دینا چاہیے) پس ہمکو ایسے عدد کی حاجت پڑی جسکا نصف و تہائی مستقیم ہو اور کمتر ایسا عدد چھ ۶ - ہی - ففی حال المال بینہما یکون نصفین لکل واحد منہما ثلثۃ - وفی حال انثا للخنثی سہمان وللابن اربعۃ - پس خنثی کو لڑکا فرض کرنے کی حالت مین مال دونون مین نصفا نصف ہوگا کہ دونون مین سے ہر ایک کے واسطے تین سہام ہونگے اور ایک حال مین کہ جب خنثی کو لڑکی فرض کرین تو کل مال ان دونون مین تین تنہائی ہوگا کہ خنثی کو دو سہام اور پسر کو چار سہام ملینگے - فسہمان للخنثی ثابتان بیقین ووقع الشک فی السہم الزائد فینصف فیکون لہ سہمان ونصف پس ثابت ہوا کہ خنثی کے لیے دو سہام تو یقینی ہین اور شک صرف ایک سہم زائد مین ہی (جو لڑکا فرض کرنے مین اسکو ملتا تھا) تو اسی سہم کو دو حصہ کر دیا جاوے پس خنثی کے واسطے دو سہام و نصف سہم ہوا - فان کسر فاضعف لیزول الکسر - لیکن کسر واقع ہو گئی تو ہمنے اصل مخرج یعنے چھ کو دوچند کر دیا تاکہ کسر جاتی رہے - فصار الحساب من اثنی عشر ہذا حساب بارہ سے حساب ہو گیا ف اور کسر واقع نہوگی - بیان یہ کہ خنثی کو لڑکا فرض کرتے ہین - ۶ - خنثی کے اور ۶ - پسر کے ہوتے ہین اور خنثی کو لڑکی فرض کرنے مین خنثی کے لیے ۴ - اور پسر کے لیے ۸ - ہوے پس ۴ - مین تو شک نہین ہی اور تردد صرف دو زائد مین ہی جو چھ مین ہین تو ان دو کو نصف کر کے چار مین ملا دیا - للخنثی خمسۃ وللابن سبعۃ - تو خنثی کے واسطے پانچ سہام ہوئے اور پسر کے واسطے سات سہام ہوے ف اور مترجم کا زعم یہ ہی کہ حضرت شعبی رح کے قول پر امام ابو یوسف رح کا قیاس اقرب واوجہ ہی - واللہ تعالے اعلم بالصواب - ولابی حنیفۃ رح ان الحاجۃ ہہنا الی اثبات المال ابتدارا والاقل وہو میراث الانثی متیقن بہ وفیما زاد علیہ شک فاثبتنا المتیقن بہ قصرا علیہ لان المال لا یجب بالشک - اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ یہان ابتدا سے مال ثابت کرنے کی حاجت ہی اور لڑکی کی میراث جو کمتر ہی یہ یہان یقینی ہی یعنے بالیقین اسکو حصہ دختر سے کم نہین ہو سکتا اور اس سے زائد مین شک ہی تو ہمنے یقینی حصہ کو اسکے لیے ثابت کر کے اسی پر مقصور کر دیا اسواسطے کہ شک کے ذریعہ

Marfat.com

سے مال نہین ثابت ہوتا ہی ف پس مال کے تین حصہ کرکے ایک حصہ یقینی خنثی کے واسطے دیا اور باقی پسر کو دیدیا۔ لیکن اسپر وارد ہوتا ہی کہ خنثی کے ساتھ مین پسر کو دو سہام ملنا یقینی نہین ہی کیونکہ نصف سے زائد مین اسکے واسطے شک ہی تو تمنے اسکے واسطے کیون شک کے ساتھ ثابت کیا۔ واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ رح کے صرف اقوال تو جسقدر صحیح اسناد سے ہوپنچے وہ امام رح کے اقوال ہین اور رہے انکے دلائل اور وجوہ استنباط و اجتہاد تو وہ خود امام رح سے منقول نہین ہین الا بہت قلیل۔ پھر صاحبین مین سے زیادہ تر امام محمد رح نے امام رح کے محل استنباط اکثر آثار۔ موطا وغیرہ مین بیان کیے اور باقی مشائخ رحمہم اللہ تعالے نے استنباط کیے ہین۔ ولہذا امام رح کے دلائل کا انھین بیانات پر منحصر ہونا محروم نہین ہو سکتا پس شاید کہ امام رح کے واسطے دلائل اجتہادی اخری ہون جو معلوم نہین ہوئے ہین۔ اور مترجم کے نزدیک اس مقام پر تحریر دلیل یون اولی ہی کہ خنثی بالیقین مانند پسر کے ہین اسطرح کہ اسکے ساتھ سوائے ذکر کے دوسری علامت نہو اگرچہ وہ قوت ذکر کی وجہ سے مذکر کے حکم مین ہو جاوے پس اسکا نازل ہونا معلوم ہی اور تردد اس امر مین ہی کہ شاید وہ مرد کے حکم مین ہو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ہم کہتے ہین کہ خنثی کے ساتھ مین پسر دو سہام کا اور خنثی ایک سہم کا مستحق بظن غالب ہوا اور خنثی نصفا نصف کا مستحق گمان مغلوب و مشکوک ہی اور مال ایسی چیز ہی کہ ظن غالب کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہی چنانچہ دو گواہون کی گواہی پر جو خبر احاد اور مظنون سے زیادہ نہین ہی ثبوت ہو جاتا ہی چنانچہ شہادات مین یہ مسئلہ مذکور ہو چکا ہی پس ہمنے پسر کے واسطے مال مین دو تہائی کا استحقاق پایا اور خنثی کے واسطے بوجہ شک کے تہائی سے زائد کا استحقاق نہین پایا کیونکہ شک سے مال نہین ثابت ہوتا ہی۔ وصار کما اذا کان الشک فی وجوب المال بسبب آخر فانہ یوخذ فیہ بالمتیقن ہکذا ہذا۔ اور یہ ایسا ہو گیا جیسے کسی دوسرے سبب سے (سوائے سبب میراث کے) مال واجب ہونے مین شک ہو تو وہان بھی متیقن کو لیا جاتا ہی (اور مشکوک چھوڑ دیا جاتا ہی) پس اسی طرح سبب میراث مین بھی یہی حکم ہوگا ف کہ مقدار متیقن کو لیا جائیگا اور مشکوک نہین ثابت ہوگا۔ اور واضح ہو کہ اسباب دیگر کی مثالین بہت ہین از انجملہ دو مثال ذکر کرتا ہون۔ اول یہ کہ زید نے اقرار کیا کہ مجھپر بکر کے دراہم ہین اور بیان سے پہلے بیمار ہو کر مر گیا تو دراہم لفظ جمع ہی پس اگر عربی مین اقرار ہو تو کمتر جمع ۳ ہی کہ اس سے کم نہین پس اسی متیقن کا حکم ہوگا اور اردو فارسی مین کمتر جمع دو عدد متیقن ہی پس اس سے زائد مشکوک ہی تو زائد کا حکم نہین دیا جائیگا مگر آنکہ بکر گواہ قائم کرے ولیکن اقرار کے سبب سے متیقن سے زائد کا حکم نہوگا۔ مثال دوم یہ کہ دو گواہون نے بکر کے واسطے زید پر دو ہزار درم کی گواہی مین اتفاق کیا یعنے ایک گواہ نے دو ہزار درم کی اور دوسرے نے دو ہزار پانچ سو درم کی گواہی دی اور زید بھی دو ہزار پانچ سو درم کا مدعی ہی تو جسقدر پر دونون نے اتفاق کیا یعنی دو ہزار درم کا حکم دیا جائیگا کیونکہ گواہی مظنہ الظن ہی تو مقدار متفقہ پر حکم ہوگا اور ایک گواہ کا قول مشکوک ہی تو شک سے کچھ ثابت نہین ہوگا اسی طرح یہان بھی پسر کی میراث تو دو تہائی مین ظن غالب ہی کیونکہ جب خنثی کا مذکر ہونا مشکوک ہی تو یہ مستلزم ہی کہ اسکا مقابل ظن غالب ہی اور وہ پسر کے واسطے ہی اور خنثی کو صرف تہائی ملیگا کیونکہ زائد مشکوک ہی۔ اور واضح ہو کہ یہ سب اس صورت مین کہ حصص میراث مین خنثی کے واسطے لڑکا فرض کرنے مین زیادہ حصہ نکلتا ہو اور لڑکی فرض کرنے مین کم ہوتا ہو جیسے مثال مذکورہ مین کہ میت کا لڑکا و خنثی ہی تو یہی حکم ہی جو مذکور ہوا کہ خنثی کو دختری حصہ دیا جائیگا۔ الا ان یکون نصیبہ الاقل لو قدرناہ ذکرا فحینئذ یعطی نصیب الابن فی تلک الصورۃ لکونہ متیقنا بہ۔ لیکن اگر یہ صورت ہو کہ اگر ہم خنثی کو لڑکا فرض کرین تو اسکو جسقدر ملتا ہی وہ کمتر حصہ ہو تو ایسی صورت مین خنثی کو پسری حصہ دیدیا جائیگا کیونکہ یہی متیقن ہی ف اور یہ تردد نہو کہ پسر فرض کرنے مین اسکے واسطے دختر کے برابر کمتر حصہ کیون ہوگا۔ اسکا بھید یہ ہوتا ہی کہ دختر کا

وحصہ قرآن مجید مین مفروض ہی جبکہ اسکے ساتھ مین پسر نہو لینے وہ عصبہ نہو مثلاً ایک کے واسطے نصف ہی اور دو کے واسطے
زیادہ کے واسطے دو تہائی ہی اور رہا پسر تو وہ بہرحال عصبہ ہی کہ مفروضہ حصہ والون کو دیکر جو کچھ بچے وہ سب پسر کے واسطے
ہی پس ممکن ہی کہ مفروضہ حصہ والون کو دینے کے بعد حصہ دختر سے برابر یا کم بچے تو ایسی صورت مین ظاہر ہی کہ اس سے کم نہین
ہوسکتا تو یقین کی وجہ سے یہ دیدیا جاوے - وہو ان یکون الورثۃ زوجا واما واخا لاب وام ہی خنثی
اور اسکی صورت ایک یہ کہ میت عورت نے اپنا شوہر و مان و ایک بہن سگی جو مان و باپ کی طرف سے ہی اور یہی خنثی
ہی چھوڑی - او امرأۃ واخوین لام واخا لاب وام ہی خنثی - یا دوسری صورت یہ کہ میت مرد نے اپنی زوجہ
اور مان کی طرف سے دو بھائی اور مان و باپ کی طرف سے ایک بہن جو خنثی ہی چھوڑی ف ان دونون صورتون
مین خنثی کو دونون حصون مین سے کمتر ملتا ہی - فعندنا فی الاولی للزوج النصف وللام الثلث والباقی
للخنثی وفی الثانیۃ للمرأۃ الربع وللاخوین لام الثلث والباقی للخنثی - چنانچہ ہمارے نزدیک اول مسئلہ
مین مخرج کو نصف اور مان کو تہائی دیکر باقی خنثی کے واسطے ہی اور دوسرے مسئلہ مین عورت کے واسطے چوتھائی اور
دونون مادری بھائیون کے واسطے تہائی ہی اور باقی اس خنثی کے واسطے ہی ف پس یہ کل اسکو دیدیا جاوے
لانہ اقل النصیبین فیہما واللہ تعالی اعلم بالصواب - اسواسطے کہ دونون مسئلون مین یہی دونون حصہ مین
سے کمتر ہی - واللہ تعالے اعلم بالصواب ف حالانکہ اگر اسکو دختر فرض کرین تو اسکے واسطے نصف ہو اور دونون
مسئلون مین اسکو نصف سے کم ملے اور یہی پسر کو ملتا کیونکہ وہ عصبہ ہوتا ہی کہ اہل فرائض کے بعد جو بچے وہ پاتا ہی تو اسکو دونون
مسئلون مین یہی دیا جائیگا پس خلاصہ حکم یہ نکلا کہ خنثی اگر پسر کے ساتھ ہو تو اسکو دختری حصہ ملیگا اور اگر ایسے وارثون کے
ساتھ ہو کہ اسکو دختر فرض کرنے مین زیادہ ملتا ہی اور پسر فرض کرنے مین کم ملتا ہی تو اسکو پسر فرض کرنے کا کمتر حصہ دیدیا جائیگا
کیونکہ اصل جب یہ قرار پائی کہ مفروض متیقن ہی تو خنثی کو کسی حال مین قوی کے مٹانے کی قوت نہوگی پس پسر کے ساتھ مین
تو اسکا حال بیان ہوچکا اور بیان دیگر اصحاب فرائض کے ساتھ مین ہم دیکھتے ہین کہ انکا مفروضہ قطعی ہی اور خنثی مین
تردد ہی اسواسطے کہ دختر ہونا قطعی نہین حالانکہ دختر فرض کرنے مین وہ اصحاب فرائض کے مال مین کمی کرتا ہی تو ہمنے اسکو
عادل کردیا اور اس سے مترجم کی تحریر استدلال کی تقویت ہوگئی واللہ سبحانہ تعالے اعلم بالصواب

مسائل شتی - مسائل متفرقہ

واضح ہو کہ علماے مصنفین خصوص فقہاء کی کتابون مین اکثر کتب کے بعد مسائل متفرقہ کا باب علیحدہ لگایا گیا ہی اور اسمین
ایسے مسائل بیان کرتے ہین جو کسی کتاب و باب خاص سے متعلق نہین اگرچہ انکو خصوصیت کسی باب سے زیادہ ہو
اور بعض نے کہا بلکہ اپنے موقع سے چھوٹ گئے ہین پس امام مصنف رح نے یہان جسقدر مسائل بیان فرمائے ہین چاہیے
کہ انکے تعلقات کو کتب و ابواب سابقہ مین لحاظ رکھین اور مترجم بھی انشاء اللہ تعالے مفید مسائل کو لاحق کریگا و من
اللہ تعالی التوفیق وہو حسبی ونعم الوکیل - قال واذا قری علی الاخرس کتاب وصیتہ فقیل لہ اتشہد
علیک بما فی ہذا الکتاب فاومی برأسہ ای نعم اوکتب - مسئلہ - اگر کسی گونگے کو اسکی وصیت کی تحریر
سنائی گئی پھر کہا گیا کہ جو کچھ اس تحریر مین ہی کیا ہم تجھپر اسکی گواہی دین پس اسنے اپنا سر ہلایا کہ ہان یا اسنے لکھدیا کہ
ہان ف تو اسکا حکم کیا ہی - جواب جامع صغیر یہ کہ - فاذا جاء من ذلک ما یعرف انہ اقرار فہو جائز -
جب گونگے کی طرف سے ایسی بات پائی جاوے جو معروف ہو کہ یہ اقرار ہی تو یہ جائز ہی ف پس حاصل یہ کہ جب گونگے

Marfat.com

کا سمجھ جانا اور جواب ایسے طور پر ہو کہ اسکے روزمرہ کے برتاو سے اسکے اشارات وغیرہ سے یہ امر معروف ہو کہ اسنے اقرار کیا تو گواہون کو جائز ہو کہ اسکے اقرار کی گواہی دین اور اس سے گونگے کی وصیت کا طریقہ معلوم ہو گیا اور یہ شرط نکلی کہ گونگے کا اشارہ معروف و معلوم ہونا چاہیے اور اسکا لکھ دینا بھی معتبر ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ مین نے مطبع اردو اخبار مین گونگا خوشنویس دیکھا جو برابر کتابت کرتا ہی اور تحریری ذریعہ سے جواب و سوال کرتا ہی۔ پس یہ فرضی مسئلہ نہین ہے جیسے لوگون نے زعم کیا ہی۔ م۔ بالجملہ گونگے مین اشارہ معروفہ کے اقرار پر مدار حکم جائز ہی بشرطیکہ معاملات مین ہو نہ حدود مین۔ ولا یجوز ذلک فی الذی یعتقل لسانہ۔ اور جس شخص کی زبان بند ہو گئی اسکے حق مین یہ بات نہین جائز ہی ف یعنی پہلے وہ باتین کرتا تھا پھر کسی وجہ سے اسکی زبان بند ہو گئی تو اسکے اشارہ پر مدار نہوگا جبکہ ابتدا سے اشارہ معروفہ نہو جاوے اور یہی قول سفیان ثوری و احمد و اوزاعی رح ہی۔ مع۔ وقال الشافعی رح یجوز فی الوجہین لان المجوز انما ہو العجز وقد شمل الفصلین۔ اور امام شافعی رح نے کہا کہ دونون صورتون مین اشارہ معروفہ پر مدار جائز ہی کیونکہ اسی عاجزی کی وجہ سے یہ جائز ہوا ہی اور وہ دونون صورتون کو شامل ہی ف کہ جیسے گونگا عاجز ہی اسی طرح جسکی زبان بند ہو گئی ہو وہ کلام سے عاجز ہی۔ اگر کہا جاوے کہ گونگا اصلی عاجز ہی اور جسکی زبان بند ہوئی وہ عارضی ہی۔ جواب دیا کہ۔ ولا فرق بین الاصلی والعارضی کالوحشی والمتوحش من الاہلی فی حق الذکاۃ۔ عاجزی اصلی مین اور عاجزی عارضی مین کچھ فرق حکم نہوگا جیسے ذکاۃ اضطراری کے بارہ مین شکار اصلی وحشی مین اور پالے متوحش ہو جانے مین فرق نہین ہوتا ہی ف یعنی قیاس کیا گیا ہے اضطراری ذکاۃ اسوقت جائز ہوتی ہی کہ اختیاری طور پر حلق برنج کرنے سے عاجزی ہو جیسے وحشی ہرن کو تیر کے ذریعہ سے جہان لگے تو حلال ہونے کا حکم ہی اور ہرن اصلی وحشی مخلوق ہی اسی طرح جو پالو اونٹ مثلاً متوحش ہو جاوے تو اسمین بھی بالاتفاق ذکاۃ اضطراری جائز ہی حالانکہ توحش عارضی ہی اسی طرح عاجزی کلام خواہ اصلی گونگ ہو یا عارضی زبان بند ہو دونون مین یکسان حکم ہی کہ انکے اشارہ معروفہ یا کتابت وغیرہ سے جس طرح معروف ہو جاوے جواز کا حکم ہوگا۔ لیکن ہمارے علماء رح نے دونون مین فرق کیا ہی۔ والفرق لاصحابنا رحمہم اللہ تعالے ان الاشارۃ انما تعتبر اذا صارت معہودۃ معلومۃ۔ اور ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالے کے واسطے فرق اخرس و معتقل مین یہ وجہ ہی کہ اشارہ جبھی معتبر ہوتا ہی کہ وہ معہود معلوم ہو جاوے ف یعنی ایک مدت دراز تک تجربہ خویش و اقارب و احباب و اغیار سے معہود ہو جاوے کہ جب یہ گونگا یون حرکت کرتا ہی تو اس سے یہ مقصود ہوتا ہی۔ وذلک فی الاخرس دون المعتقل لسانہ۔ اور ایسا تجربہ صرف گونگے مین ہوا ہی نہ اس شخص مین جسکی زبان بند ہو گئی ف کیونکہ وہ بیچارہ ابھی اس بلا مین مبتلا ہوا ہی۔ حتی لو امتد ذلک وصارت لہ اشارات معلومۃ قالوا ہو بمنزلۃ الاخرس۔ حتی کہ اگر اسکی زبان بند ہوئے بھی زمانہ دراز ہو گیا اور اسکے اشارات بھی معلوم ہو گئے تو مشائخ نے کہا کہ وہ بھی اخرس کے مانند ہو گیا ف پس محل اختلاف یہ کہ قریب العہد معتقل ہو تو ہمارے نزدیک اشارہ پر مدار نہوگا اور شافعی رح کے نزدیک جواز ہی۔ اور ہر جنب۔ کہ اصل اسمین یہی کہ اسکا اشارہ معہود معلوم ہو اور کبھی فی الحال بوجہ قریب المرگ ہونے کے ضرورت ہوتی ہی لیکن اگر یہ بات عوام کے حوالہ ہو تو وہ افراط و تفریط کرینگے۔ لہذا کہا گیا کہ ایک سال تک زبان بند ہونے کا زمانہ دراز ہو۔ الشرنبلالی۔ اور کہا گیا کہ نہین بلکہ موت تک بند رہے اور متاخرین نے کہا کہ اسی پر فتوی ہی کما فی الکفایہ مترجم کہتا ہی کہ دونون روایتون مین توفیق یہ ہی کہ ایک سال تک زبان بند ہو تو اسکے اشارہ پر حکم ہوگا لیکن یہ وصیت جبھی جائز رہیگی کہ وہ موت تک زبان بند رہے ورنہ جب بولنے لگا تو اشارہ کا حکم جو بوجہ عاجزی کے تھا باطل ہو گیا اور اب صحیح زبان سے اقرار ضرور ہی۔ وہذا ہو الصحیح واللہ تعالے اعلم۔ م۔ بالجملہ فرق کی ایک وجہ تو یہ ہی کہ

Marfat.com

اشارہ جب تک مال کی مدت کنز مین معہود نہو تو مثل اخرس کے نہوگا پس معتقل کا اشارہ اس سے کم مین معتبر نہوا
ولان التفریط جاء من قبلہ حیث اخر الوصیۃ الی ہذا الوقت اما الآخرس فلا تفریط منہ۔ اور اسوجہ سے
بھی فرق کیا گیا کہ معتقل ہی کی جانب سے یہ تقصیر ہوا کہ اسنے وصیت کو اسوقت تک تاخیر کیا کہ زبان بند ہوگئی (تو
شرع نے بھی اسکا لحاظ نہین رکھا) اور رہا اخرس تو اسکی جانب سے کوئی تقصیر نہین ہی ف پس اسکا اشارہ
معتبر ہوا۔ نتائج الافکار مین اعتراض کیا کہ اس دلیل سے تو نکلا کہ جسکی زبان بند ہوئی اسکی تقصیر کی وجہ سے اسکا اشارہ
کبھی قبول نہوگا حالانکہ اوپر لکھا کہ استدا مین قبول ہی تو دونون کلامون مین مخالفت ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اعتراض
ساقط ہی اور جواب یہ کہ جسکی زبان بند ہوئی جب وہ ایک زمانۂ دراز تک اسکے بعد زندہ رہا تو اسکی طرف سے کچھ تقصیر
نہین کیونکہ اسقدر دراز زمانہ سے وصیت لازم نہ تھی پس تقصیر اسی حالت مین کہ جب اتنا زمانہ دراز نہونے پاوے کہ مرجائے
پھر امام شافعی رح کے قیاس فرق کرنے کا تیسرا جواب دیا کہ۔ ولان العارضی علی شرف الزوال دون الاصلی
فلا یتقایسان۔ فرق اس دلیل سے کہ عارضی عاجزی تو زائل ہونے کے کنارے لگی ہوتی ہی نہ اصلی تو دونون کو
باہم قیاس نہین کرسکتے ہین ف یعنی کلام کرنے سے اگر عارضی طور پر عاجز ہوا تو ممکن ہی کہ پھر اصلی حالت پر عود کرے
بخلاف اصلی کے جب پیدائشی گنگ ہو تو امید زوال نہین ہی پس گویا دونون مین ضد ہی کیونکہ ایک مین اصلی گویائی ہی اور
دوم مین اصلی گنگ ہی اور سائل مین عارضی زبان بند ہوئی تو جب یہ اصلی نہین تو زوال پذیر ہی۔ اگر کہا جاوے کہ ذکر کو
اضطراری کے لیے اصلی وحشی و عارضی متوحش مین جنکو آبدہ کہتے ہین اسی قیاس سے فرق نہین ہی حالانکہ تم کہتے ہو
کہ اصلی و عارضی مین قیاس جاری نہین ہوتا۔ جواب یہ کہ ہان بے شک عارضی و اصلی مین باہم قیاس کو مجال نہین
ہوسکتی ہی۔ وفی الآبدۃ عرفناہ بالنص۔ اور آبدہ مین ذکوۃ اضطراری جائز ہونے کو ہمنے نص سے جانا ہی ف
قیاس سے نہین جانا کیونکہ قیاس کو یہان دخل نہین ہی مسئلہ دیگر۔ قال واذا کان الاخرس یکتب کتابا
او یومی ایماء یعرف بہ فانہ یجوز نکاحہ وطلاقہ وعتاقہ وبیعہ وشراؤہ ویقتص لہ ومنہ ولا یحد ولا یحد لہ
جامع صغیر مین ہی کہ اخرس اگر کچھ لکھتا ہو یعنی مافی الضمیر ادا کرتا ہو یا ایسا اشارہ کرتا ہو جو اس سے معروف ہی یعنی لوگ اسکے
اس اشارہ کو اس معنی مین پہچانتے ہون تو اسکا نکاح وطلاق وعتاق وخرید وفروخت جائز ہی اور اسکے واسطے قصاص
لیا جائیگا اور اس سے بھی قصاص لیا جائیگا اور حد نہین ماری جائیگی اور نہ اسکے لیے دوسرے کو حد ماری جائیگی مراد یہ کہ اگر اسنے بذریعہ تحریر کتابت کے کسی کو قتل عمد کرنے کا اقرار کیا یا اشارہ معروفہ سے ایسا اقرار کیا تو اس سے
قصاص لیا جائیگا اور اسی طرح اسکے دعوی و اثبات سے قاتل سے قصاص لیا جائیگا ولیکن اگر اسنے کسی کو قذف و تہمت
زنا کا اسطرح اقرار کیا یا اثبات کیا۔ یا خود زنا یا سرقہ یا شراب خواری کا اقرار کیا تو حد نہین ماری جائیگی نہ اسکے لیے دوسرے
سے مثلاً حد قذف لیجائیگی کیونکہ یہ صریح اقرار نہین ہی۔ بالجملہ اسکے لکھنے و اشارہ معروفہ پر مدار احکام ہی۔ اما الکتابۃ فلانہا
ممن نائی بمنزلۃ الخطاب ممن دنی۔ توضیح مین دلیل یہ کہ کتابت ایسے شخص سے جو دور ہی یعنی غائب ہی بمنزلہ
خطاب قریب کے ہی ف یعنی تحریر کتابت بمنزلہ خطاب کے ہوتی ہی لیکن صریح خطاب نہین ہی پس جن امور مین صریح
خطاب شرط ہی اور وہ حدود مذکورہ ہین انمین کافی نہین ورنہ کافی ہی۔ الا تری ان النبی علیہ السلام ادی واجب
التبلیغ مرۃ بالعبارۃ وتارۃ بالکتابۃ الی الغیب۔ کیا نہین دیکھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت الہی
عزوجل پہونچانے کا فرض کبھی تو خطاب عبارت سے ادا کیا اور کبھی غائبون کو بذریعۂ تحریر کتابت کے ادا فرمایا ف
چنانچہ ہرقل بادشاہ روم کو اور مقوقس شاہ مصر اور کسری فارس وغیرہم کو بذریعۂ فرمان کے دعوت اسلام فرمائی لیکن

آپ کی طرف سے احتیاط تھی کہ اپنی حیات شریف مین خود ہی انکو مرغوب کردیا ورنہ آپ کا فرض رسالت بذریعۂ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے تمام عالم مین ساری ہوگیا اسی وجہ سے انکی خلافت نبوت کہلائی اور بعد اسکے سلطنت اسلام کا نام ہوا اور جیسے آپ کی رسالت مین خلافت عمدہ ہونا فرض ہی اسی طرح ہر عاقل جانتا ہی کہ اسلام مین اول سلطان بھی دیگر اسنون سے بہتر ہونا فرض ہی کیونکہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر شرف ہی اسی طرح آپ کی امت کو اور آپ کی خلافت کو اور آپکے دین اسلام کی سلطنت کو بھی شرف منصوص ہی اور خلافت معروف ہی اور اول سلطان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہین۔ فاحفظہ۔م۔ پس معلوم ہوا کہ لکھنا غائب سے بمنزلۂ خطاب ہی۔ ہ المجوز فی حق الغائب العاجز۔ اور غائب کے حق مین جو امر کہ کتابت کو جائز کرنے والا ہی وہ یہی عاجزی ہی ف یعنی خطاب کرنے سے وہ عاجز ہی اسی سے اسکی طرف سے کتابت نے خطاب کا کام دیا پس عاجزی خطاب اسکی علت ہی۔ وہو فی الاخرس اظہر واالزم۔ اور خطاب سے عاجز ہونا اخرس کے حق مین زیادہ ظاہر ولازم ہی ف یعنی خوب ظاہر ہی کہ اخرس اس سے عاجز ہی اگرچہ حاضر ہو اور برابر لازم ہی کہ کبھی اس سے یہ عاجزی دور نہین ہوتی بخلاف غائب کے کہ وہ جب حاضر ہوا تو خطاب کرسکتا ہی پس جب اسکے حق مین کتابت جائز تو اخرس کے حق مین بدرجۂ اولی جائز ہی تو یہ قیاس جلی ہی کہ منصوص سے اسمین علت قوی موجود ہی۔ ثم الکتابۃ علی ثلث مراتب مستبین مرسوم وہو بمنزلۃ النطق فی الغائب والحاضر علی ما قالوا ومستبین غیر مرسوم کالکتابۃ علی الجدار واوراق الاشجار ویتوی فیہ لانہ بمنزلۃ صریح الکتابۃ فلا بد من النیۃ وغیر مستبین کالکتابۃ علی الہواء والماء وہو بمنزلۃ کلام غیر مسموع فلا یثبت بہ الحکم۔ پھر واضح ہو کہ کتابت کے تین مرتبہ ہین (کیونکہ وہ مستبین ہوگی یا نہوگی یعنے ظاہر ہوگی بذریعہ نقوش کے یا نہوگی پھر جو ظاہر ہو وہ بطور رسم معہود ہوگی یا نہوگی) اول وہ کتابت جو مستبین مرسوم ہو یعنی اسکے نقوش بھی ظاہر ہون اور موافق رسم معہود کے ہو یعنی جیسے روشنائی سے کاغذ پر بعنوان از فلان بجانب فلان لکھنا اس زمانہ مین معہود ہی اور ایسی کتابت کا حکم یہ کہ وہ غائب وحاضر کے حق مین بمنزلۂ گفتگو کے ہی بنا بر قول مشائخ کے یعنے جبکہ یہ امر ثابت ہوجاوے کہ یہ فلان غائب نے لکھی یا جو سامنے حاضر ہی اسنے سامنے لکھی اور مقصود بھی اعلام ہی تو یہ بمنزلۂ خطاب زبانی وگفتگوے لسانی ہی پس گفتگو سے جو احکام ثبوت ہوتے ہین وہ اس سے بھی ثابت ہونگے (سوائے اسکے کہ صریح وکتابت کا فرق ہی)۔ دوم وہ کتابت کہ مستبین ہو مگر مرسوم نہو یعنی موافق رسم معہود کے از فلان بجانب فلان معنون نہو جیسے دیوار پر یا درخت کے پتون پر لکھے تو ایسی کتابت مین حکم یہ کہ لکھنے والے کی نیت پر مدار ہوتا ہی کیونکہ یہ بمنزلۂ صریح کنایہ کے ہی (یعنے جیسے زوجہ کو کہا کہ مجھسے تجھسے کچھ علاقہ نہین ہی تو نیت پر مدار ہی کہ اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہوجائیگی ورنہ نہین) پس اسمین نیت ضرور ہی۔ سوم ایسی کتابت جو مستبین نہو یعنی نقوش سے ظاہر ہی نہو جیسے ہوا یا پانی پر لکھا تو یہ بمنزلۂ کلام غیر مسموع کے ہی یعنے ایسا کلام جسکو کہنے والے نے خود بھی نہین سنا پس اس سے کوئی حکم نہین ثابت ہوگا ف اور اسی سے کہا گیا کہ قرارت نماز کے بارہ مین اختلاف یہ کہ خود سنے اور یہی جمہور کا مختار ہی اگرچہ کرخی رح کے نزدیک کمتر اختلاف یہ کہ حروف کی تصحیح ہوجاوے اور مترجم نے اپنے مقام پر اسکی تحقیق لکھی ہی اور تنبیہ یہ کہ قرارت مین جبکہ غیر مسموع ہو اور کتابت غیر مستبین مین فرق یہ کہ قرارت درحقیقت نطق نہین ہی فاحفظہ۔م۔ یہ سب کتابت کا بیان تھا۔ اما الاشارۃ فجعلت حجۃ فی حق الاخرس فی حق نیف الاحکام للحاجۃ الی ذلک لانہا من حقوق العباد

Marfat.com

ولا تختص بلفظ دون لفظ وقد تثبت بدون اللفظ۔ رہا اشارہ معہودہ تو وہ اخرس کے بارہ مین ان احکام مذکورہ مین اسواسطے حجت قرار دیا گیا کہ اسکی حاجت درپیش ہی (مثلاً نکاح وخرید وفروخت وغیرہ مین ثبوت کے لیے اخرس کی جانب سے ایجاب قبول کی حاجت ہی) اسواسطے کہ یہ بندون کے حقوق مین سے ہین اور انکو کسی خاص لفظ سے اختصاص بھی نہین کہ فلان الفاظ سے ہون اور فلان الفاظ سے نہون اور کبھی بدون لفظ کے بھی ثابت ہوجاتے ہین ف حتی کہ بیع تعاطی مین لین دین کے فعل سے بیع ہوجاتی ہی تو لفظ کی بھی ضرورت نہین ہی پس جن احکام مین حقوق العباد ہونے سے ضرورت متعلق ہی تو انمین اشارہ معہود بمنزلہ عبارت کے قرار دیا گیا کیونکہ کسی خاص لفظ کی خصوصیت نہین ہی بلکہ بعض مین لفظ ہی کی خصوصیت نہین ہی۔ والقصاص حق العبد ایضا۔ اور قصاص بھی بندہ کا حق ہی ف تو اسمین بھی ضرورت کی وجہ سے اشارہ اخرس کو حجت ٹھہرایا گیا خلاصہ یہ کہ جن احکام مین حقوق العباد ہونے سے ضرورت متعلق ہی حالانکہ اخرس سے لفظ معروف کی ناامیدی ہی تو ضرورت کی وجہ سے اسکے اشارہ معہودہ کو بجاے لفظ قرار دیا گیا ولا حاجۃ فی الحدود لانہا حق اللہ تعالے ولانہا تندری بالشبہات۔ اور حدود مین کوئی حاجت ثابت نہین ہوتی ہی اسواسطے کہ حدود تو خالص حق الٰہی عزوجل ہین جو غنی حمید ہی اور اسواسطے کہ حدود ایسی چیز ہین کہ وہ شبہات سے ساقط ہوجاتی ہین ف حالانکہ صریح کلام کی بہ نسبت پھر بھی اسمین شبہہ موجود ہی۔ اور حد القذف مین اگرچہ بندہ کا حق متعلق ہی لیکن اگر اخرس کو کسی نے زنا کی تہمت دی تو اخرس کے اشارہ سے اسپر مطالبہ قائم نہوگا کیونکہ ایسی بداخلاقی پر کسی مسلمان کو حد مارنا فواحش کا شیوع ہی اور مطالبہ صریح متحقق نہین۔ ولعلہ کان معصوما للقاذف فلا یحد للشبہۃ۔ اور شاید کہ وہ اپنے اشارہ مین قذف کرنے والے کی تصدیق کرنے والا ہو ورنہ مطالبہ کرنے والا) تو شبہہ کی وجہ سے قاذف کو حد نہین ماری جائیگی۔ ولا یحد ایضا بالاشارۃ فی القذف لانعدام القذف صریحا وہو الشرط۔ اور اخرس کو بھی اشارہ سے قذف کرنے کی وجہ سے حد نہین ماری جائیگی کیونکہ صریحاً قذف کرنا ندارد ہی حالانکہ شرط حد یہی کہ اسنے صریح قذف کیا ہو ف یعنی قاذف کو حد قذف اسوقت ماری جاتی ہی جب یہ ثبوت ہو کہ اسنے صریح مکور پر زنا کے ساتھ بہتان لگایا حتی کہ اگر نطق کے الفاظ مین یہ معنی صریح نہون تو حد نہوگی حالانکہ یہان تو نطق ہی نہین ہی۔ پھر بیان مذکورہ سے ثبوت ہوا کہ جب قصاص لیا جاوے اور حد نہین تو حدود اور قصاص مین فرق ہی۔ وللفرق بین الحدود والقصاص ان الحد لا یثبت ببیان فیہ شبہۃ الا تری لو شہدوا بالوطی الحرام او اقر بالوطی الحرام لا یجب الحد۔ اور فرق دربیان حدود اور قصاص کے یہ ہی کہ حد ایسے بیان سے نہین ثابت ہوتی جسمین شبہہ ہو (تو اشارہ وکنایت سے کیونکر ثابت ہوگی) کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ اگر زنا کے گواہون نے کسی پر وطی حرام کی گواہی دی یا اسنے خود وطی حرام کا اقرار کیا تو حد واجب نہوگی ف کیونکہ شبہہ ہی کہ اسنے آنکھون سے گھورا بوسہ لیا دیکھا ہو کہ یہ بھی بنظر معصیت انکھ وہاتھ وغیرہ کے لگانے سے حرام ہی اور اگر اجنبیہ کو بیرون سے روندا تو وطی حرام ہی کیونکہ لغت مین وطی یعنے روندنے وچڑھ کر چلنے سے ثبوت ہوجاتی ہی اسی وجہ سے بستر پر چلنے سے وطی الفراش کا اطلاق ہوتا ہی اور کتاب الحدود مین توضیح گزری۔ پس حدود کی تو یہ کیفیت ہی پھر بدون بیان کے خالی اشارہ سے کیونکر ثبوت ہونگی۔ اور قصاص کا یہ حال نہین ہی۔ ولو شہدوا بالقتل المطلق او اقر بمطلق القتل یجب القصاص وان لم یوجد لفظ التعمد۔ اور اگر گواہون نے قتل مطلق کی گواہی دی (یعنے عمداً قتل نہین کیا) یا خود قاتل نے مطلق قتل کا اقرار کیا تو قصاص واجب ہوجائیگا اگرچہ صریحاً لفظ تعمد نہین پایا گیا ف حالانکہ قصاص کا واجب ہونا تو عمداً قتل کرنے مین ہوتا ہی

تو شبہہ بیان معتبر ہوا۔ وہذا لان القصاص فیہ معنی العوضیۃ لانہ شرع جابرا فجاز ان یثبت مع الشبہۃ کسائر المعاوضات التی ہی حق العبد اما الحدود الخالصۃ للہ تعالی شرعت زواجر ولیس فیہا معنی العوضیۃ فلا تثبت مع الشبہۃ لعدم الحاجۃ۔ اور بھی یہ ہی کہ قصاص مین عوض ہونے کے معنی این اسواسطے کہ قصاص تو مقتول کے جبر نقصان کے لیے مشروع ہوا ہی تو شبہہ کے باوجود اسکا ثابت ہونا ممکن ہوا جیسے دیگر معاوضات جنمین بندہ کا حق ہوتا ہی شبہہ کے ساتھ بھی ثابت ہوتے ہین یعنی مثلاً بندہ نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا حالانکہ بدون قطعی خبر متواتر کے صرف دو گواہون کی مظنون گواہی پر حکم دیا جاتا ہی اسی طرح قصاص مین ہوگا کہ باوجود شبہہ اخرس کے ثبوت ہو جائیگا۔ رہے وہ حدود جو خالص اللہ تعالی کے واسطے ہین تو یہ زجر کے واسطے مشروع ہین کہ یہ حدود زواجر ہین اور انمین عوض کے معنی نہین ہین تو بوجہ عدم ضرورت کے شبہہ کے ساتھ انکا ثبوت نہین ہوگا ف تو اخرس کے اشارہ مین شبہہ کی وجہ سے حدود نہین ثابت ہونگے لیکن یہان دلدغہ موجود ہی کہ حد قذف مین بھی بندہ کا حق غالب ہی اور نیز قصاص مین بھی تلف نفس ایک امر اہم ہی حالانکہ بعض مواضع مین تصریح گزری کہ شبہہ سے قصاص ساقط ہوتا ہی اور یہان باوجود شبہہ کے اثبات کیا گیا۔ اور غایت جواب یہ ہو سکتا ہی کہ قصاص مین عوض کے معنی ظاہر ہین پس جہان شبہہ ہو اور تصریح ممکن ہو وہان شبہہ ساقط ہوگا بخلاف اخرس کے کہ یہان کلام سے تصریح ممکن نہین ہی اور قتل کا ارتکاب امر شدید ہی پس عرض کی رعایت سے شبہہ کالعدم سمجھا گیا۔ وذکر فی کتاب الاقرار ان الکتاب من الغائب لیس بحجۃ فی قصاص یجب علیہ۔ اور مبسوط کی کتاب الاقرار مین بیان فرمایا کہ غائب کی طرف سے تحریر کتابت ایسے قصاص کے بارہ مین جو اسپر واجب آوے کچھ حجت نہین ہی ف یعنی اگر غائب نے خط لکھا اور اسمین اپنے اوپر قصاص کا اقرار کیا تو یہ تحریر اسپر وجوب قصاص مین حجت نہوگی اور یہ امر ظاہر ہی کہ اخرس کا اشارہ بہ نسبت کتابت کے ضعیف یا مساوی ہی۔ ویحتمل ان یکون الجواب ہہنا کذلک۔ اور محتمل ہی کہ جواب یہان بھی اسی مثل ہو ف کہ اخرس کی تحریر اسپر قصاص واجب ہونے مین حجت نہین ہی۔ فیکون فیہما روایتان۔ تو اخرس کے بارہ مین اور سوائے اخرس کے غیر کے بارہ مین دو روایتین ہو جاوینگی ف یعنی کتاب الاقرار کے موافق غائب کی تحریر سے قصاص نہوگا اور یہان اخرس کی روایت پر قیاس کر کے قصاص ہوگا اور اسی طرح اخرس کے حق مین تحریر سے قصاص ہوگا اور غائب پر قیاس کر کے نہین ہوگا۔ ویحتمل ان یکون مفارقا لذلک اور یہ بھی احتمال ہی کہ اخرس کو غائب سے مفارقت ہو ف یعنی غائب کے حق مین تحریری کتابت سے قصاص نہین ہی اور اخرس مین غائب سے فرق ہی تو اخرس کے حق مین کتابت سے قصاص واجب ہی۔ لانہ لیمکن الوصول الی نطق الغائب فی الجملۃ لقیام اہلیۃ النطق ولا کذلک الاخرس لتعذر الوصول الی النطق للآفۃ المانعۃ۔ اور فرق کی دلیل یہ ہی کہ غائب سے فی الجملہ نطق حاصل ہونا ممکن ہی (باین طور کہ وہ حاضر ہو تو صریح اقرار دریافت ہو جاوے) کیونکہ اسمین گویائی کی لیاقت قائم ہی (تو اسمین کتابت سے قصاص نہین ہوا) اور اخرس مین یہ امید نہین ہی کیونکہ اسمین جو آفت گویائی سے مانع ہی اسکی وجہ سے اسکے صریح نطق کا حاصل ہونا غیر ممکن ہی ف تو اخرس سے کتابت معتبر ہو کر قصاص لیا گیا کیونکہ جبر نقصان کی ضرورت حق العبد کے قائم ہی ودلت المسألۃ علی ان الاشارۃ معتبرۃ وان کان قادرا علی الکتابۃ۔ اور واضح ہو کہ اخرس کا مسئلہ دلالت کرتا ہی کہ اشارۂ اخرس مطلقاً معتبر ہی اگرچہ اخرس کو کتابت کی قدرت حاصل ہو۔ بخلاف ما توہمہ بعض

اصحابنا انہ لاتعتبر الاشارۃ مع القدرۃ علی الکتابۃ لانہ حجۃ ضروریۃ ولاضرورۃ۔ برخلاف اسکے ہمارے بعض مشائخ نے توہم کیا کہ کتابت پر قدرت ہونے کے ساتھ مین اشارہ کچھ معتبر نہین ہی اسواسطے کہ اشارہ حجت ضروریہ ہی اور یہان کچھ ضرورت نہین ف کیونکہ کتابت کے ذریعہ سے کام نکل جاتا ہی تو اشارہ بغیر ضرورت کے کارآمد نہوگا۔ اور ہم کہتے ہین کہ یہ توہم غلط ہی کیونکہ امام محمد رحنے جسطرح اخرس کا مسئلہ بیان کیا یہ دلالت کرتا ہی کہ کتابت کی قدرت ہونے کی حالت مین بھی اشارہ معتبر ہی۔ لانہ جمع ہہنا بینہما فقال اشار او کتب۔ اسواسطے کہ امام محمد رحنے اشارہ وکتابت کو جمع کردیا چنانچہ فرمایا کہ اخرس نے اشارہ کیا یا لکھ دیا" ف تو معلوم ہوا کہ دونون کی قدرت کی حالت مین اسنے جس فعل کو کیا وہ کارآمد حجت ہی۔ وانما استویا لان کل واحد منہما حجۃ ضروریۃ وفی الکتابۃ زیادۃ بیان لم یوجد فی الاشارۃ وفی الاشارۃ زیادۃ امر لم یوجد فی الکتابۃ لما انہ اقرب الی النطق من آثار الاقلام فاستویا۔ اور واضح ہو کہ کتابت واشارہ کا مساوی مفید ہونا اسوجہ سے ہوا کہ دونون مین سے ہر ایک تو ضروری حجت ہی یعنے بلضرورت اسکو حجت رکھا جاتا ہی تو انمین یہ دونون یکسان ہوئے اور کتابت مین ایک طرح کا ظہور زیادہ ہی جو اشارہ مین نہین پایا جاتا ہی ویسے ہی اشارہ مین ایک امر زائد ہی جو کتابت مین نہین پایا جاتا ہی کہ اشارہ بہ نسبت نشان قلم کے نطق سے زیادہ قریب ہی تو دونون برابر ہوگئے ف کیونکہ اگر کتابت مین ظہور زیادہ ہوا تو اشارہ مین اصل نطق سے قرب زیادہ ہوا کیونکہ جس شخص سے تکلم ہوتا اسی سے اشارہ ہی برخلاف کتابت کے کہ وہ قلم سے نکلا ہی۔ بالجملہ حاصل مسئلہ یہ ہوا کہ اخرس نے اگر وصیت وغیرہ پر اشارہ یا کتابت سے اقرار کیا تو اسکے اقرار سے گواہی جائز ہی اور اخرس کا اشارہ معہودہ مثل کتابت کے سوائے حدود خالص کے قصاص وطلاق وغیرہ حقوق العباد مین جائز ہوتا ہی اور رہا وہ شخص جسکی زبان بند ہوگئی ہو بدون زمانہ امتداد کے اسکے اشارہ پر گواہی دینا نہین جائز ہی۔ وکذلک الذی صمت یوما او یومین لعارض۔ اور اسی طرح جو شخص کسی امر عارض کی وجہ سے ایک دو روز چپ ہوا تو اسکے اشارہ کے اقرار پر بھی گواہی دینا نہین جائز ہی سلما بینا فی المعقل لسانہ ان آلۃ النطق قائمۃ۔ کیونکہ ہمنے زبان بستہ کے حق مین جو دلیل بیان کی یہان بھی جاری ہی کہ اسکی گویائی کا آلہ درحقیقت قائم ہی ف اور امر عارضی سریع الزوال ہی تو کوئی مایوسی نہین اور نہ ضرورت موجود ہی جبکہ اسکی گویائی سے اقرار ممکن ہی اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ زبان بستہ دیگر ہی اور جسکی زبان ایک دو روز بند ہوئی یہ دیگر ہی۔ وقیل ہذا تفسیر لمعقل اللسان۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ زبان بستہ کی یہی تفسیر ہی ف کہ ایک دو روز اسکی زبان بند ہو لیکن یہ قول وجیہ نہین اسواسطے کہ گیارہ مہینہ تک زبان بند ہو تب بھی زبان بستہ ہی اور اسوقت البتہ اسکا اشارہ معتبر ہو کہ سال گزر جاوے۔ (مسئلہ) قال واذا کان الغنم مذبوحۃ وفیہا میتۃ فان کانت المذبوحۃ اکثر تحری فیہا واکل وان کانت المیتۃ اکثر او کانا سواء لم یؤکل۔ جامع صغیر مین فرمایا کہ اگر بکریان مذبوحہ ہون اور انمین خودمری ہوئی بکریان مردار بھی ہون (تو کیا حکم ہی) پس اگر انمین مذبوحہ بکریان زیادہ ہون (یعنے نصف سے زائد مذبوحہ معلوم ہون) تو انمین تحری کرکے کھایا جاوے یعنی مذبوحہ کے دریافت پر دل جاوے پس جسپر چاہے وہ کھاوے اور اگر مردار بکریان زیادہ ہون یا مذبوحہ ومردار برابر ہون تو کوئی نہین کھائی جائیگی ف اگر کہا جاوے کہ اضطرار کی حالت مین مردار کھانا جائز ہوتا ہی تو یہ حکم کس حالت مین ہی۔ جواب دیا کہ۔ وہذا فی حالۃ الاختیار واما فی حالۃ الضرورۃ یحل لہ التناول فی جمیع ذلک لان المیتۃ المتیقنۃ تحل لہ فی حالۃ الضرورۃ فالتی یحتمل ان یکون ذکیۃ اولی غیر انہ یتحری لانہ طریق

Marfat.com

یوصلہ الی الذکیۃ فی الجملۃ فلا یترکہ من غیر ضرورۃ۔ یہ حکم مذکور ہوا حالت اختیاری مین ہی (جب بھوک سے بیتاب نہو) اور رہی حالت اضطرار تو اس حالت مین اسکو ان سب بکرون سے کھانا جائز ہی کیونکہ اضطرار کی حالت مین تو اسکو یقینی مردار حلال ہوجاتی ہی تو یہان یہ احتمال ہی کہ شاید مذبوحہ ہو وہ بدرجۂ اولے حلال ہوگی لیکن تحری کی حالت یہ ہی کہ حالت اضطرار مین بھی وہ مذبوحہ کے لیے تحری کریگا اسواسطے کہ تحری بھی فی الجملہ ایسا طریقہ ہی جو اسکو مذبوحہ تک پہونچادے تو بغیر ضرورت کے تحری کو ترک نہین کریگا ف ــــ حاصل یہ کہ اضطرار کی حالت مین اسکو یقینی حلال نہین ملتی ہی لیکن ایسی بکری ملی ہو مختلط ہی اور تحری کرنے مین اسکو اضطرار نہین ہی پس تحری ایسی چیز ہی کہ اس سے فی الجملہ ثبات حاصل ہوتی ہی جیسے جہت قبلہ مین ہی کہ کبھی تحری سے واقعی جہت قبلہ مل جاتی ہی ورنہ اس سے کم نہین کہ شرع اسکے لیے یہی جہت قبلہ قرار دیتی ہی پس جب تحری سے فی الجملہ مذبوحہ تک وصول ممکن ہی اور تحری کرنا بھی ممکن ہی تو بے ضرورت کے اس واجب کو ترک نہین کریگا۔ ہان اگر تحری کسی پر واقع نہو تو اضطراری حالت مین جس سے کھادے جائز ہی کیونکہ اسنے تحری کی اگرچہ وہ کسی پر واقع نہوئی۔ واللہ تعالے اعلم۔ پس حاصل یہ ہوا کہ ہمارے نزدیک اختیاری حالت مین اور اضطراری حالت مین تحری سے تناول جائز ہی لیکن فرق یہ کہ اختیاری حالت مین تحری اسوقت کہ مذبوحہ نصف سے زیادہ ہون اور اگر ایسا نہو یا اسکی تحری کسی پر واقع نہو تو تناول نہین جائز ہی اور اضطراری حالت مین بہرحال تحری کرے اور بہرحال اسکو قدر ضرورت تناول جائز ہی۔ وقال الشافعی رح لا یجوز الاکل فی حالۃ الاختیار وان کانت المذبوحۃ اکثر لان التحری دلیل ضروری فلا یصار الیہ من غیر ضرورۃ ولا ضرورۃ لان الحال حالۃ الاختیار۔ اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ اختیاری حالت مین (بغیر مخمصہ کے) انمین سے تناول نہین جائز ہی اگرچہ مذبوحہ نصف سے زائد ہون (اگرچہ تحری کرے) اسواسطے کہ تحری تو ضرورت کے وقت دلیل ہوجاتی ہی پس بغیر ضرورت کے تحری کی جانب رجوع نہوگا اور یہان ضرورت ندارد ہی اسواسطے کہ حالت تو اختیاری حالت ہی ف ــــ یعنی اضطرار سے مجبور نہین ہی بلکہ حاجت نہین یا دوسری چیز میسر ہی۔ ولنا ان الغلبۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ فی افادۃ الاباحۃ۔ اور ہماری دلیل یہ ہی کہ مذبوحہ کا غالب ہونا اباحت کا فائدہ دینے مین بمنزلہ ضرورت کے قرار دیا جاتا ہی ف ــــ گویا شرع نے بوجہ غلبہ مذبوحہ کے اس مال کو رایگان کرنا حرام کردیا اور غلبہ مذبوحہ سے اسکو مال کے حکم مین مباح کیا تو جب اسکو رایگان نہین کرسکتے ہین تو ضرور ہوا کہ استعمال کرین تو یہی نکلا کہ اباحت کو مفید ہونے مین مذبوحہ کی کثرت ہونا بمنزلہ ضرورت ہو لینے جیسے ضرورت کی حالت مین تناول ضروری ہی اسی طرح اب بھی تحری سے استعمال لازم ہوا اگرچہ اسمین غیر مذبوحہ کا خلط ہی پس ایسے خلط سے ترک نہین ہوتا ہی لان التحری ان اسواق المسلمین لا تخلو عن المحرم والمسروق والمغصوب ومع ذلک یباح التناول اعتمادا علی الغالب۔ کیا نہین دیکھتے ہو کہ مسلمانون کی بازارین قلیل محرم ومال مسروقہ ومغصوبہ سے خالی نہین ہوتی ہین اور باوجود اسکے غلبہ پر اعتماد کرکے تناول مباح کیا جاتا ہی۔ وھذا لان القلیل لا یمکن الاحتراز عنہ ولا یستطاع الامتناع عنہ فیسقط اعتبارہ دفعا للحرج کقلیل النجاسۃ وقلیل الانکشاف۔ اور یہ حکم اسوجہ سے ہوا کہ قلیل محرم ایسی چیز ہی کہ جس سے احتراز نہین ممکن ہی اور نہ اس سے باز رہنے کی استطاعت ہی (حالانکہ بندون کو بقدر وسعت ہی مکلف کیا گیا ہی) تو قلیل کا اعتبار ساقط کیا گیا تاکہ حرج دور ہو جیسے قلیل نجاست عفو ہی اور قلیل بدن عورت کھل جانا عفو ہی ف ــــ لیکن یہ سب قلیل ہی مین عفو ہی۔ بخلاف

Marfat.com

ما اذا کانا نصفین او کانت المیتۃ اغلب لانہ لا ضرورۃ فیہ واللہ تعالے اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب - برخلاف اسکے اگر مذبوحہ مردار نصفا نصف معلوم ہون یا مردار زیادہ ہون تو قلیل نہین ہی اسواسطے کہ یہان تناول مین کچھ ضرورت نہین ہی تو اباحت نہوئی جبکہ حالت اضطرار نہو واللہ تعالی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فـــ تم الکتاب بعون اللہ الملک الوہاب اللہم تقبلہ واجعلہ بفضلک ذخرالی یا ارحم الراحمین

(فروع) جو ہے کی سینگنی بوجہ ضرورت کے تیل و پانی و گیہون کو فاسد نہین کرتی ہی مگر جبکہ تیل وغیرہ سیال چیز مین اسکا مزہ یا رنگ ظاہر ہو تو فاسد کریگی کیونکہ یہ جبھی ہوگا کہ بکثرت ہو اور اس سے احتراز ممکن ہی - الخانیہ گیہون مین پس گئی پس اگر مزہ یا رنگ ظاہر نہو تو آٹا کھایا جاوے - القاضیخان - (مسئلہ) نوافل مین ہر دوگانہ علیحدہ سبحانک اللہم - وآخر درود ہی لیکن ظہر کے اول چار رکعات سنت مین اور جمعہ سے اول و بعد چار گانہ مین اول دوگانہ کے التحیات کے بعد درود نہ پڑھے بلکہ اٹھکر بغیر سبحانک اللہم پڑھنے کے دوگانہ پڑھکر آخر مین درود پڑھے اور باقی چار رکعات نوافل مین ہر دوگانہ مع درود اور سبحانک اللہم پڑھنا چاہیے یعنی سبحانک سے شروع کرے اور بیچ کے قعدہ مین التحیات کے ساتھ درود پڑھے پھر تیسری رکعت مین سبحانک پڑھے اور ختم کرے (مسئلہ) جمعہ مین ایک ساعت ہی کہ بندہ حالت نماز یا انتظار نماز مین جو دعا مانگے وہ قبول ہوتی ہی اور یہ حدیث شریف سے ماخوذ ہی - پھر تاتارخانیہ و اشباہ مین عامہ مشائخ حنفیہ کے نزدیک وہ ساعت بوقت عصر ہی - ت - مراد یہ کہ عصر سے غروب تک ہی اور مترجم کہتا ہی کہ ایک جماعت کے نزدیک وہ وقت خطبہ جمعہ سے ختم نماز تک ہی اور یہ بھی حدیث مین وارد ہی - اور مترجم کے نزدیک اظہر یہ کہ دونون اوقات مین امید ہی کیونکہ ایک حدیث مین ہی کہ ہر روز ایک ساعت قبولیت ہی پس جمعہ کی خصوصیت جبھی کہ اس دن علاوہ معمولی کے ایک ساعت دیگر ہو تو جمعہ مین دو ساعتین مین اور ممکن ہی کہ ہر روز کسی وقت کی تعیین نہو بلکہ رات دن مین کسی وقت ہو لیکن جمعہ مین وہ انھین دو وقتون مین ہو - فاحفظہم - مسئلہ نماز سے تحلیل مین اگر السلام کہا تو نکل گیا اور علیکم ورحمۃ اللہ کہنے پر توقف نہوگا حتی کہ بعد السلام کہنے کے کسی نے اقتدا کیا تو داخل نہوگا اور یہ نماز مین گزر چکا - مسئلہ - اگر نجس رسی خشک پر بھیگا کپڑا لٹکایا - یا - پانون دھوکر نجس خشک زمین یا فرش پر چلا یا نجس فرش پر سویا اور پسینا آیا حالانکہ ان سب صورتون مین نجاست کا اثر ظاہر نہوا تو جس نہوگا - الخانیہ - مسئلہ - دل مین زکوۃ کی نیت سے زکوۃ کا مال کسی کو قرض کہکر دیا تو بقول اصح جائز ہی کیونکہ نیت قلبی ہی نہ زبانی - مسئلہ - بیت المال کے اموال مین سے جس قسم کے مال کا مصرف کوئی شخص ہو حالانکہ اسکو نہین دیا جاتا پھر اسنے ایسے مال پر قابو پایا تو از راہ دیانت اسکو لینا جائز ہی - ت - اور اگر وہ اس مال کا مصرف نہو تو مصرف پر خرچ کرے کیونکہ اگر بیت المال مین داخل کریگا تو حاکم زمانہ اسوقت بمصرف شرعی مین خرچ نکرینگے اور اگر کسی کے پاس ودیعت ہو اور مودع بغیر وارث مرگیا تو مستودع بیت المال مین داخل نکرے بلکہ خود محتاج ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے ورنہ جو مصرف ہو اسپر صرف کرے از بیت المال بوجہ مذکورہ داخل نکرے - قالہ الامام الحلوانی رح - ط - مسئلہ - رمضان کا ایک روزہ عمدًا افطار کیا اور ہنوز کفارہ نہین دیا تھا کہ دوسرا افطار عمدًا کیا تو اسپر ایک ہی کفارہ ہوگا - ت - اگرچہ دو رمضانون سے ہو اور یہی صحیح ہی - د - مسئلہ - قضاے رمضان کی نیت کی اور دن معین نکیا تو صحیح ہی اگرچہ دو رمضانون سے ہو جیسے قضاے نماز مین بھی یہی حکم ہی اگرچہ اول ظہر یا آخر ظہر وغیرہ کی نیت نہو - الکثرت - لیکن زیلعی نے کہا کہ نمازون مین اور دو رمضان کے روزون مین اصح یہ کہ تعیین کرے - د - لیکن ہو الجیہ مین قول اول کی تصحیح ہی - ط - اور

بحر الرائق مین کہا کہ تعیین باعتبار واجب نہین بلکہ اسلیے کہ ترتیب کی رعایت واجب ہی۔ د۔ سلطان نے زمین کا خراج اسکے مالک کو معاف کیا تو جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ ت ط۔ اور اگر عشر معاف کیا تو نہین جائز ہی۔ ت مسئلہ۔ سفر حج مین بعلے حاجی مقتول ہوے تو یہ ترک حج کے واسطے عذر ہی۔ مسئلہ۔ عورت نے شوہر کو اپنے گھر مین نا محرم اپنے پاس آنے سے روکا تو یہ عورت کی سرکشی ہی اور اگر اسواسطے روکے کہ مجھے اپنے گھر لیجا تو نہین کیونکہ شوہر پر سکنی واجب ہی۔ مسئلہ۔ عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو معاف کر کے مری اور اسکی موت کے بعد اسکے وارثون نے مہر کا مطالبہ کیا اور کہا کہ عورت بالغہ مرض الموت مین تجھے عفو کیا ہی (یعنے تہائی سے زائد جائز نہین ہی) اور شوہر نے کہا کہ نہین بلکہ صحت مین عفو کیا تھا تو وارثون کا قول قبول ہوگا۔ یہی مستمد ہی۔ الخانیہ۔ اور کنز مین جزم کیا کہ شوہر کا قول قبول ہی اور اسی کو ابن الہمام رح نے قوی کیا ہی۔ مسئلہ۔ زبردستی شوہر وغیرہ نے مار کے اکراہ سے عورت سے مہر معاف کرایا پس اگر مار کی قدرت ہو تو عفو باطل ہی۔ مسئلہ۔ بکری دیکر اس سے مشاب گاہ و مقعد مینگنی وخصیہ و غدہ و شانہ و پتہ و خون مسفوح مکروہ تحریمی ہین۔ ت د۔ مسئلہ۔ طفل کو دیکھنے سے گمان ہوتا ہی کہ اسکا ختنہ ہوچکا ہی یعنے خشفہ کھلا ہوا ہی اور کھال کاٹنے مین تکلیف شدید ہی تو چھوڑ دیا جاوے جیسے بوڑھا مسلمان ہوا اور سبعرون نے کہا کہ اسکو ختنہ کی برداشت نہین تو چھوڑا جاتا ہی۔ مسئلہ۔ اگر ختنہ کرانا شہر والون نے موقوف کیا تو امام انسے قتال کریگا اگر نہ مانین۔ کیونکہ یہ شعائر اسلام سے ہی کہ بغیر عذر کے ترک نہین ہوسکتا۔ پھر وقت مین اقوال ہین سات برس یا کم یا ۱۲۔ یا بلوغ تک واشبہ یہ کہ اسکی طاقت معتبر ہی۔ مسئلہ موذی جانور کا مار ڈالنا جائز ہی جیسے کٹہا کتا اور بلی کو ذبح کردے۔ ٹیری و جون و بچھو کو جلانا مکروہ ہی۔ جس لکڑی مین گھن ہون اسکا جلانا مضائقہ نہین ہی۔ جون وچیلہ کو پھینک دینا ادب سے خارج ہی۔ یعنی مار ڈالے۔ مسئلہ اپنی زوجہ یا موطوءہ باندی کے لیے زینت کے طور پر خضاب لگایا تو اصح قول مین جائز ہی لیکن سیاہ خضاب مکروہ ہی اور بعض نے کہا کہ مکروہ نہین ہی۔ د۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ والیہ المرجع والمآب۔ واضح ہو کہ اصل کتاب مستطاب ہدایہ مین کتاب الحیل والفرائض نہین ہی اور یہ بھی ضروری چیز ہی لہذا مترجم نے اسکو ملتقط کر کے لاحق کیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحیل

یہ کتاب حیل شرعیہ کے بیان مین ہی۔

اسمین چند فصول ہین۔

فصل اول - جواز حیل کے بیان مین۔ ہمارے علمار رح کے مذہب مین ہر حیلہ جس سے آدمی دوسرے کا حق ہٹانے یا اسمین شبہہ ڈالنے یا امر باطل کو شبہہ بصدق وصواب کرنے کا وسیلہ کرے تو وہ مکروہ تحریمی ہی اور ہر حیلہ جسکے ذریعہ سے آدمی اپنے آپ کو حرام سے چھوڑا دے یا اس وسیلہ سے حلال تک پہونچ جاوے تو وہ امر مندوب ہی۔ اور اس قسم کے حیل جائز ہونے کے لیے اصل شرعی یہ قول الہی عزوجل ہی۔ وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث۔ اور علماے تفسیر نے اسکا واقعہ اسطرح روایت کیا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے حالت ابتلا مین اپنی پاکدامن

زوجہ کو طعمہ مین سو چھڑیان مارنے کی قسم کھائی تھی اور حق عزوجل عالم الغیب ہی پس قسم مین جھوٹا ہونے کے واسطے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک گچھا بنا جسمین سو شاخین ہون اور انکو اسطرح ایکبار مار کہ سب اسکے بدن سے لگ جاوین پس قسم مین حانث نہوگا۔ اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ حکم برابر باقی رہا منسوخ نہین ہوا اور یہی صحیح مذہب ہی۔ الذخیرہ۔ اور کیونکر نسخ مانا جاوے حالانکہ کتاب الحدود کے باب الزا رمین ایک شخص ضعیف الخلقہ کو زنا کے سو کوڑے مارنے مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے مانند حکم فرمایا چنانچہ مترجم نے وہان ذکر کیا ہی پس اگر بلا دلیل مدعی نسخ ہو تو یہ حدیث تشریع کافی ہی۔ بالجملہ حیل سے بجز مبنی وصدق طویت یہی مقصود ہو کہ حرام وگناہ سے بچے یا حلال وثواب کا وسیلہ ہو اور اللہ تعالے عالم الغیب ہی حتی کہ بدنیتی سے ترک فرائض وواجبات سے عذاب ہوتا ہی مثلاً سجدہ نمازی بریا رہے یا سلطان وغیرہ کے واسطے ہو۔ اعاذنا اللہ تعالے ربنا وہو المولے الحق المبین۔

فصل دوم۔ مسائل وضور ونماز مین۔ ایک خندق کا طول دس ذراع سے زیادہ ہی لیکن اسکا عرض دس سے کم ہی اور اسمین پانی ہی۔ پس بعض مشائخ کے قول پر اس خندق سے وضور جائز نہین ہی پس ان مشائخ کے قول پر بہان کیا صورت ہی جس سے وضور جائز ہو جاوے اور آدمی تلاش کی مشقت سے بچ جاوے۔ جواب یہ کہ حیلہ ممکن ہی۔ صورت حیلہ۔ اس خندق سے قریب ایک گڈھا کھود دے پھر خندق سے گڈھے تک ایک نالی کاٹ دے جس سے خندق کا پانی گڈھے کی طرف جاری ہو جاوے پس آب جاری کے حکم مین چاہے خندق سے وضور کرے اور چاہے اس نالی سے وضور کرلے۔ المحیط۔ مترجم کہتا ہی کہ آب جاری کے واسطے مدد شرط ہی یا نہین دو قول ہین اور کتاب الطہارات باب المیاہ مین تفصیل موضح ہی۔ اور اس جنس کے حیل دیگر وہان مذکور ہین۔ مسئلہ۔ آدمی نے وضور کیا اور اسنے تری اپنے ذکر سے بہتے دیکھی اور شیطان اکثر اسکو یہ دکھلایا کرتا ہی تاکہ وسوسہ سے اسکا حضور قلبی پریشان کرے۔ حیلہ۔ پہلے پانی چھڑک لیا کرے تاکہ آیندہ وسوسہ بوجہ پانی کے منقطع ہو۔ لیکن یہ حیلہ جبھی مفید ہوگا کہ پانی چھڑکے تھوڑی دیر ہوئی ہو کہ ابھی تک پانی خشک نہین ہوا۔ اور اگر خشک ہو جانے کے بعد اسنے ذکر سے ایسی تری دیکھی تو اسپر وضور کا اعادہ لازم ہی کیونکہ چھڑکے پانی پر محمول نہین ہو سکتی ہی۔ المحیط۔ اسمین اشارہ ہی کہ یہ حیلہ اسوقت اولے ہی کہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا۔ اور واضح ہو کہ وسوسہ شیطانی دور کرنے مین حضرات سلف رضی اللہ عنہم وخلف رحمہم اللہ تعالے سے آثار تاکیدی وارد ہین اور اخانہ اللہفان مین بتوضیح مذکور ہین اور اثر ابن عباس رض بعض سنن مین معروف ہی اور پانی چھڑکنا بعض مرفوع روایات مین وارد ہی۔ مسئلہ۔ موزہ یا جوتی کو پیشاب یا شراب سے نجاست لگی چکے ونسلے جرم نہین ہی تو دھونا واجب ہی لیکن حیلہ یہ کہ خاک یا ریگ مین چلے کہ وہ یہان لتھڑ جاوے اور خشک ہو جاوے پھر اسکو رگڑ دے تو پاک ہو جائیگا۔ یہی ابو جعفر رح نے ابو حنیفہ رح سے ذکر کیا اور یہی ابو یوسف رح سے روایت ہی اور ابو یوسف رح نے خشک ہو جانا شرط نہین کیا۔ المحیط۔ مترجم نے تطہیر النجاس مین بیان کیا ہی۔ م۔ مسئلہ۔ گھر مین مصلی نماز ظہر کی تین رکعات پڑھ چکا کہ اسنے مسجد مین موذن کی اقامت کہنے کی آواز سنی اور چاہا کہ امام کے ساتھ بجماعت ادا کرے اور یہی فرض ہو اور پوری پڑھی یہ بھی فاسد نہو۔ حیلہ۔ یہ کہ چوتھی رکعت پر قعدہ نکرے بلکہ کھڑا ہو کر پانچوین چھٹی پڑھے تو امام ابو حنیفہ رح وابو یوسف رح کے نزدیک یہ نماز نفل ہو جائیگی اور جاکر امام کے ساتھ فرض ادا کرے۔ کذا ذکرہ شمس الائمہ الحلوانی۔ المحیط۔ اگر اسنے چار تمام کرکے امام کے ساتھ شرکت کی تو جماعت کا ثواب ملا لیکن فرض وہی اول ہی اور جماعتی نفل ہی۔

Marfat.com

اگر عصر مین ہو تو جماعت کے لیے یہی حیلہ ہی کیونکہ بعد عصر کے جماعت مین شریک نہین ہو سکتا ہی۔ علی ما علیہ الحنفیہ رحمہم اللہ تعالی۔ م۔ مسئلہ۔ چاہیئے کہ ایسی صورت نکلے کہ فرض فجر پڑھکر سنت الفجر قبل طلوع آفتاب کے ادا کر سکے۔ حیلہ یہ کہ سنت فجر شروع کرکے فاسد کر دے پھر امام کے ساتھ فرض مین شریک ہو کر بعد فراغت کے قبل طلوع کے ادا کرے کیونکہ یہ اسکے ذمہ فرض واجب ہو گئی اور قضاے واجب اسوقت مکروہ نہین ہی۔ یون ہی شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رح سے منقول ہی اور متاخرین نے کہا کہ اگر ایسی عادت کرے تو مکروہ ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اسمین عمل شروع کرکے عمداً بگاڑنا لازم آتا ہی حالانکہ قولہ تعالے لا تبطلوا اعمالکم سے یہ منع ہی لہذا حیلہ مذہب یہ کہ سنت کے لیے تکبیر تحریمہ کہکر دوبارہ فرض کے لیے تکبیر تحریمہ کہے تو سنت سے خارج ہو کر فرض مین داخل ہو جائیگا اور نہ فاسد نہین بلکہ ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف متجاوز ہوگا۔ المحیط ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ دونون حیلہ فاسد ہین چنانچہ باب ادراک الفریضہ و نوافل مین مترجم نے موضح بیان کیا ہی اور بعد الفجر ایسی قضا جائز ہی جسکا سبب وجوب اصلی ہو چنانچہ اوقات مین مصرح ہی پس وہان رجوع کرو۔ م۔

فصل سوم۔ مسائل الزکوۃ۔ واضح ہو کہ علماء مختلف ہین کہ زکوۃ مین حیلہ جائز ہی یا نہین۔ کہا گیا کہ نہین کیونکہ حقوق فقراء کا ابطال حرام ہی اور کہا گیا کہ ہان اور ابطال اسوقت ہوگا کہ زکوۃ واجب ہو کر مٹا دے حالانکہ حیلہ سے واجب ہی نہونی دیتا۔ م۔ مسئلہ۔ ایک شخص کے پاس صرف دو سو درم ہین وہ چاہتا ہی کہ زکوۃ واجب نہو۔ حیلہ یہ کہ سال تمام ہونے سے ایک روز پہلے انمین سے ایک درم صدقہ کر دے یا پسر صغیر کو ہبہ کر دے خواہ ایک درم یا کل مال۔ یا یہ اپنی اولاد پر صرف کر دے تو تمامی سال پر نصاب ناقص ہوگا۔ پس زکوۃ واجب نہوگی۔ امام خصاف رح نے فرمایا کہ ائمہ حنفیہ رح مین سے بعض نے زکوۃ ساقط کرنے مین حیلہ مکروہ رکھا اور بعض نے جائز سمجھا۔ حلوانی رح نے فرمایا کہ کارہ امام محمد رح ہین اور مجوز ابو یوسف رح ہین اور مراد یہ کہ زکوۃ لازم نہ آوے اور یہ مراد نہین کہ لازم ہو کر دینا نہ پڑے۔ اور ہمارے مشائخ نے امام محمد رح کا قول اختیار کیا ہی تاکہ فقیرون سے ضرر دور ہو کیونکہ اگر یہی جائز ہو تو فقراء محروم رہ جاوینگے۔ بیان یہ کہ جنکے پاس چرائی کے جانور ہین وہ عاجز نہین کہ باہم اسکی جنس یا خلاف جنس سے تبدیل کر لین حتی کہ سال کا حکم منقطع ہو گیا اور اب سے شروع ہوگا یا وہ ایک روز سال تمام ہونے سے پہلے ایسے شخص کو ہبہ کر دے جسپر اعتماد ہی پھر دوسرے روز گزرنے کے بعد واپس کر لے یعنی ہبہ سے رجوع کر لے تو رجوع کرنے و قبضہ کرنے کے بعد سے سال شروع ہوگا پھر دو سال گذر نے سے ایک روز پہلے یہی فعل کرے تو فقراء کو کبھی کچھ نہین ملیگا۔ شیخ حلوائی رح نے کہا کہ امام محمد رح نے دو مسئلہ ایسے بیان کیے ہین جنمین حق شرعی ساقط کرنے کا حیلہ بتلایا ہی۔ ایک یہ کہ مثلاً دیدپر قسم کا کفارہ لازم ہوا اور اسکے پاس ایک غلام یا باندی ہی تو اسکو روزہ رکھکر کفارہ ادا کرنا جائز نہین ہی۔ ہان اگر اسنے خادم فروخت کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا پھر روزہ رکھکر کفارہ دیا تو جائز ہوا اگرچہ بعد اسکے ہبہ سے رجوع کر لے۔ دوم یہ کہ مثلاً دیدپر کفارہ قسم ہی اور اسکے پاس طعام اسقدر موجود ہی جس سے کفارہ ادا ہو اور اسپر قرضہ بھی ہی تو اناج کی وجہ سے روزہ سے کفارہ ادا نہین کر سکتا اور قرضہ کی وجہ سے اناج سے ادا نہین کر سکتا اور اگر اسنے پہلے طعام مذکور کو قرضہ مین دیدیا پھر روزہ رکھکر کفارہ ادا کیا تو جائز ہی پس ان دونون مین حیلہ بتلایا پس اگر بوا زحیلہ مقصود ہو تو زکوۃ کے بارہ مین امام محمد رح سے دو روایتین ہو جاوینگی۔ الذخیرہ۔ مخفی نہین کہ امام محمد رح مطلقاً بوا زحیلہ سے منکر نہین ہین اور یہان مسئلہ اول مین دلالت ندارد ہی اور مسئلہ دوم مین جسپر

کفارہ ہی وہ خود مخمصہ مین گرفتار ہی اور یہی جواز حیلہ کا موقع ہی بخلاف زکوۃ کے تو نگر کے پس دو روایتون پر محمول کرنا بعید ہی کیونکہ دونون مین فرق بعید ہی پس صواب وہ کہ جو مشائخ نے اختیار کیا واللہ تعالے اعلم - م - مثلاً ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ ہی مثلاً زید کا بکر پر قرضہ ہی حالانکہ بکر مرد فقیر ہی اور زید کے پاس سوائے اس قرضہ کے دیگر اعیان اموال ہین پس اسنے چاہا کہ بکر کو یہ قرضہ اپنے مال کے زکوۃ مین دے حالانکہ ائمہ حنفیہ رح سے معروف یہ کہ اموال عین کی زکوۃ دیون یعنے قرضہ سے ادا نہین ہوتی ہی اور قرضہ دیگر کی بھی زکوۃ ایک قرضہ سے ادا نہین ہوتی ہی - حیلہ اسکی ہی کہ بکر پر جسقدر قرضہ ہی اسی قدر زید مال نقد مین سے بہ نیت زکوۃ مال عین کے دے پس جب بکر نے قبضہ کیا تو زید کی زکوۃ ادا ہو گئی پھر بکر اسکو ادائے قرضہ مین دیدے تو مقصود حاصل ہو گیا اور نوادر مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ غیر کو دینے سے ایسا کرنا افضل ہی اور ہمارے مشائخ متقدمین اپنے مفلس قرضداروں کے ساتھ اس حیلہ کا برتاؤ کیا کرتے تھے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین جانتے تھے - اور واضح ہو کہ زید کو یہ خوف نچاہیے کہ شاید قرضدار بعد قبضہ کے اسکو قرضہ مین ادا نکرے اسواسطے کہ قرضخواہ نے اپنے قرضہ کی جنس مال پر قابو پایا تو وہ ہاتھ بڑھا کر اس سے لے سکتا ہی اور اگر قرضدار نے مدافعہ کیا تو وہ قاضی سے اسی وقت مرافعہ کرکے وصول کرے - اور حیلہ دیگر یہ کہ قرضدار سے کہے کہ میرے خادمون مین سے تو کسی کو وکیل کر کہ وہ میرے مال کی زکوۃ کو تیرے واسطے مجھسے وصول کرکے اسکو تیرے قرضہ کی ادائی مین مجھے ادا کرے پس جب اسنے وکیل کیا تو قرضخواہ کا خادم پہلے اپنے موکل کے لیے وصول کریگا پھر وکالت کے حکم سے قرضخواہ کو ادا کریگا - شیخ طحاوی رح نے کہا کہ بہتر یہ کہ قرضخواہ اسکو زکوۃ عین مین سے مقدار قرضہ سے کچھ زیادہ دے تاکہ وہ خوشی خاطر سے بقدر قرضہ ادا کردے اور اسکے پاس کچھ رہ جاوے جس سے نفع اٹھاوے اگر اس مسئلہ مین یہ صورت ہو کہ دو شخصون کا مشترک قرضہ ایک شخص پر ہو مثلاً زید و خالد کے ہزار درم مشترک قرضہ بکر پر ہین اور زید نے یہ حیلہ کیا جو مذکور ہوا اور بکر نے ادائے قرضہ مین اسکو واپس دیا تو خالد کو اختیار ہوگا کہ مقبوضہ مین زید سے اپنا حصہ بانٹ لے - پس اگر زید نے چاہا کہ ایسا حیلہ نکلے کہ خالد کو بٹائی کا اختیار نہ ہو تو صورت یہ ہی کہ زید اپنے مال عین کی زکوۃ بکر کو دے اور بعد اسکے بکر کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کردے پھر بکر نے جو کچھ مال حاصل کیا ہی یعنے جسکی مقدار اسی قدر ہی جسقدر زید کا اسپر قرضہ تھا پس مال کو بکر بطور ہبہ کے زید کو دے تو ہبہ مین خالد کو حق شرکت نہوگا کیونکہ اسکو حق شرکت صرف وصول شدہ قرضہ مین ہی - اور دوسری صورت یہ ہی کہ مدیون کسی سے بقدر حصہ زید کے قرض لیکر زید کو ہبہ کردے تو اسمین شریک دیگر یعنی خالد کو مشارکت کا حق نہین ہی پھر زید اس مال کو اپنی ادائے زکوۃ کی نیت سے صدقہ دیدے پھر زید اپنے حصہ قرضہ سے اسکو بری کردے - الذخیرہ - مترجم کہتا ہی کہ زکوۃ دینے کے وقت خالد موجود نہو ورنہ وہ مدیون سے اپنے قرضہ مین اسکو وصول کریگا - فافہم - م - مسئلہ - ایک شخص پر زکوۃ کا مال واجب الادا ہی اور وہ چاہتا ہی کہ میری زکوۃ ادا ہو جاوے اور اسی سے فلان میت کا کفن ہو جاوے حالانکہ زکوۃ کو کفن میت مین صرف کرنا جائز نہین ہی - حیلہ یہ کہ میت کے کسی قرابتی کو یہ مال زکوۃ دے پھر وہ قرابتی میت کا کفن دیدے - اور یہی طریقہ عمارت مسجد و پل و رباط وغیرہ مین ہی جسمین زکوۃ کا مال ابتدا صرف کرنا نہین جائز ہی - الذخیرہ - مترجم کہتا ہی کہ یہ در اصل میت کی زکوۃ نہین بلکہ حصول مقصود کا حیلہ ہی کیونکہ جس فقیر نے کفن دیا ہی یا مسجد و رباط تعمیر کی اسکا ثواب اسی فقیر کے واسطے ہی اور متصدق کو صرف ادائے فریضہ زکوۃ کا اجر عظیم ہی چنانچہ خزانہ الذخیرہ مین مصرح ہی - اور مین کہتا ہون کہ فقیر مذکور

کیا احتیاط کرنا چاہیے ان دونوں مین سے کونسی وجہ مین صرف کرے - م - اور اسی طرح اگر سلطان نے مال عشر کسی رباط کے واسطے دینے جائز ہی اور اسمین بھی یہی حیلہ ہی کہ فقراء کے واسطے کرے پھر فقراء اسکو رباط کے لیے کرین - الذخیرہ - مین کہتا ہون کہ یہ فقراء معلوم کی صورت مین کسی خاص وقت کے لیے ہوگا ورنہ ہمیشہ کے لیے باغیر معین فقیرون کی صورت مین نہین ہوسکتا ہی واللہ تعالے اعلم - م - (تتمہ) ایک خاندان سیدون یا علوی لوگون کا لینے جنسے زکوۃ جائز نہین ہی انمین شخص کو دوسرے کی زکوۃ ہی اور والدین محتاج ہین یا دیگر اقارب جنکا نفقہ اسپر فرض نہین ہی محتاج ہین اور وہ زائد ضرورت نہین رکھتا ہی پس چاہتا ہی کہ میرے مال زکوۃ سے انکو دیدونے تو حیلہ یہ ہوسکتا ہی کہ اپنی زکوۃ اس جماعت مین کسی فقیر کو دے پھر وہ فقیر ان لوگون کو ہدیہ کردے لیکن ہن فقیر کو یہ اختیار باقی ہوگا کہ چاہے نہ دے اور اگر فقیر نے کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے زکوۃ وصول کرکے اسمین سے اسقدر مال فلان وفلان کو دیدے تو وکیل کو یہ اختیار حاصل ہوجائیگا - اور اس ہدیہ کا ثواب اسی فقیر کو ہوگا - بلکہ اب تو سید کو جائز ہی - م -

فصل چہارم - روزہ مین (مسئلہ) ایکنے متوالی ساٹھ روزہ کا التزام کیا پس اسنے رجب وشعبان دونون مہینہ روزہ مین برابر گزارے مگر آخر مین شعبان ۲۹ - ہی دن کا ہوا یعنے ایک روز گھٹ گیا اور آیندہ فرض رمضان ہی حتی کہ پھر اسپر متوالی دو ماہ لیعنہ رمضان کے لازم ہونگے تو اسمین حیلہ یہ ہی کہ اول رمضان مین رات سے مسافت سفر کی نیت کرکے صبح کو اپنے واجبی روزہ کی نیت سے روزہ رکھے اور اسی سفر کو چلا جاوے حتی کہ یہ روزہ اسی واجب کی طرف سے ہوگا اور اسپر رمضان کے واسطے ایک روزہ قضا کرنا رہیگا پھر چاہے بعد یہ دن تمام ہونے کے سفر سے رجوع کرلے (مسئلہ عجیبہ ضروریہ) ایک مرد فقیر نے چاہا کہ اپنے باپ میت سے قضاء نمازون اور روزون کا فدیہ ادا کرے حالانکہ وہ فقیر ہی تو وہ نصف صاع گیہون حاصل کرکے ایک نماز کا فدیہ کسی محتاج کو دے پھر یہ گیہون اس سے ہبہ لینگے پس جب محتاج نے اسکو ہبہ کیے تو اسکے باپ کا ایک نماز کا فدیہ ادا ہوگیا اور محتاج کو ہبہ کرنے کا ثواب ملا پھر یہی گیہون دوسرے نماز کا فدیہ دے اور محتاج قبضہ کرلے تو دوسری نماز کا فدیہ اس فعل سے ادا ہوا پھر اس سے یہ گیہون ہبہ لینگے - اسی طرح برابر کرتا رہے یہان تک کہ سب نمازون اور سب روزون کی فدیات ادا ہوجاوین اور محتاج کو بھی برابر ہبات کثیرہ کا ثواب ملتا رہیگا - السراجیہ - واضح ہو کہ یہ بہت غنیمت مسئلہ ہی اور اسپر بہت اہتمام سے عمل کرنا چاہیے لیکن یہ احتیاط رہے کہ ہرگز صرف زبانی کلام نہو کہ مین نے دیے اور محتاج کہے کہ مین نے تجھے ہبہ کیے بلکہ دینا ولینا تحقیقی فعل کے ساتھ ہو اگرچہ اسمین لوگون کو ذرا تکلیف ہی مگر اسی فعل ہی پر ثواب غنیمت عظیم ہی - کیونکہ ہبہ بدون قبضہ کے پورا نہوگا - اور اعمال شرعیہ مین صرف نیات غیر پر مدار ہوتا ہی جبکہ فعل کو بھی ذرا کرے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اگر آدمی لذت وتنعم کے طور پر کھاتا اور اولاد کو کھلاتا ہی اور نیت خیر نہین رکھتا تو کچھ ثواب نہین ہی اور اگر اللہ تعالی کی طرف دل متوجہ ہو اور نفس کو اندر سے دباوے اور یہ نیت کرے کہ اللہ تعالی کے واسطے انکی پرورش وراحت رسانی کرتا ہون تو بھی طوار دلذائذ اسکے واسطے نعم البدل آخرت مین بھی ہوجاوین - ہان یہ بے شک تجربہ ہوا کہ ایسی نیک نیت والے باوجود قدرت کے تن پروری نہین کرتے ہین لیکن کبھی ایسے نیک نیت کو بھی لذیذ وقوی غذا کی ضرورت بوجہ کمزوری دماغ وغیرہ کے پیش آتی ہی تو دیکھو یہی لذیذ وقوی غذا وہ کھاتا ہی اور اللہ تعالے اسکو ثواب بھی جمیل عطا فرماتا ہی بخلاف بدباطن تن پرور کے جسکو آخرت کا یقین نہین اور نا سمجھ اپنے نفس و

آغاز و انجام سے غافل ہی۔ اسی طرح حیلہ مذکورہ مین طرفی نیت و فعل طاعت پر نی ہے عطا فرمایا اور فدیہ قبول کیا اور نیت غیر ایک ہی فعل مین مورث ثوابات کثیرہ ہوتی ہی مثلاً ایک شخص مسجد مین بیٹھا اور اسنے چند امور کی نیت کی۔ ۱۔ دوسری نماز کا انتظار۔ ۲۔ اتنی دیر تک اعتکاف۔ ۳۔ ذکر خیر۔ ۴۔ کوئی قرآن پڑھیگا یا حدیث تو اسکو پڑھاونگا ۵۔ مسئلہ پوچھنے والے کو بتلاؤنگا۔ ۶۔ مسجد آباد کرنا۔ ۷۔ مسجد مین نجس آنے والے کو روکونگا۔ ۸۔ صاف کرونگا اگر ضرورت ہوگی۔ غرضکہ اللہ تعالے اسکو جملہ نیات کا ثواب عطا فرماویگا۔ اگرچہ اسکو پڑھانے و بتلانے وغیرہ کی نوبت نہ پہونچے اور جس فعل کی نوبت پہونچے اسکا دس گونہ ثواب علحدہ ہی۔ فائدہ۔ واضح ہو کہ جسنے بلیر ضرورت دلی حاجت کے رمضان مین اس غرض سے سہل لیا یا سفر کیا کہ روزہ ساقط کرے تو یہ مکروہ تحریمی ہی پھر اگر یہ نیت ہو کہ فرض سال مین متفرق طور پر قضا کرونگا تو خیر ورنہ عاصی ہی اور اللہ تعالی عالم الغیب ہی۔ م۔

فصل پنجم ۔ حج مین۔ میقات سے بغیر احرام تجاوز کرنے کا حیلہ یہ ہی کہ مکہ کا قصد نکرے بلکہ مثلاً بستان بنی عامر وغیرہ کسی مقام خارج حرم کا قصد کرے تو احرام کی ضرورت نہین ہی پھر وہان پہونچکر اسکو بغیر احرام کے مکہ مین داخل ہونے کا اختیار ہی۔ الذخیرہ و قد ذکرناہ فی الحج۔

فصل ششم ۔ نکاح مین۔ مدعی نے زید پر نکاح کا دعوی کیا اور زید منکر ہی اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک عورت گواہ قائم کرے ورنہ ہاکی قسم نہین ہوسکتی حالانکہ عورت کے گواہ نہین ہین اور وہ دیانت کی راہ سے دوسرے شوہر سے نکاح نہین کرسکتی ہی پس اسنے درخواست کی کہ قاضی اسکو حکم کرے کہ مجھے طلاق دیدے لیکن اگر شوہر طلاق دے تو نکاح کا مقرر ہو جاوے پس حیلہ یہ ہی قاضی اسکو حکم دے کہ کہے کہ اگر تو میری زوجہ ہی تو مین نے تجھے بائن طلاق دی۔ قالہ الشیخ علی البزدوی۔ الذخیرہ۔ اور اگر مرد مدعی و عورت منکرہ ہو لیکن قاضی نے بقول صاحبین اس عورت سے قسم چاہی تو عورت کے لیے حیلہ یہ ہی کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے تو بعد اسکے قسم لینا بیفائدہ ہی حتی کہ بعد اسکے اگر یہ عورت صحیح طور پر اول کے لیے نکاح کا اقرار کرے تو قبول نہین ہوتا تو قسم سے انکار کرنا ضمنی اقرار بدرجۂ اولی قبول نہوگا۔ (مسئلہ) عورت یا مرد ایک کی زبان سے ایسا کلمہ نکل گیا یا ایسا فعل سرزد ہوا جو کلمات کفر مین شمار ہی اور دوسرا اس سے پاک ہی حتی کہ نکاح ٹوٹ جانے کا حکم یا شبہہ ہوا اور اسنے بعد توبہ و استغفار کے نکاح کو نئے سر سے باندھنا چاہا لیکن مہر جدید لازم آتا ہی تو کیا صورت ہی کہ بلا خلاف دوسرا مہر لازم نہ آوے۔ جواب یہ حیلہ ہی کہ بدون بیان مہر کے نکاح کی تجدید کرے تو بلا خلاف کوئی مہر دیگر لازم نہوگا۔ (مسئلہ) زید کے غلام نے درخواست کی کہ مجھے زوجہ باندی یا آزادہ بیاہ دے اور زید کو خطرہ ہوا کہ شاید بعد اسکے وہ کار متعلقہ مین سستی کریگا یا بعد اسکے اگر فروخت کی ضرورت ہو تو کوئی اسکو نہین خریدیگا پس حیلہ یہ ہی کہ زید کہے کہ مین نے یہ باندی یا یہ آزادہ اس شرط سے تیرے نکاح مین دی کہ مجھے اسکی طلاق کا اختیار ہی جب چاہونگا طلاق دیدونگا اور غلام نے قبول کیا تو مولی مختار ہو جائیگا کہ جب چاہے اسکی زوجہ کو طلاق دے سکتا ہی۔ المبسوط اسی سے نکلا کہ اگر عورت کو خوف ہو کہ بعد نکاح کے یہ شوہر اسکو نفقہ نہین دیگا یا کہین غائب ہو جائیگا یا اسکے ساتھ امور خطرناک کا خوف ہو تو عورت اسکے ساتھ قبل نکاح مین شرط کرے کہ مین نے اس شرط سے قبول کیا کہ وہ خطرناک پیش ہونے کے وقت جب کبھی اور جتنی مرتبہ پیش آوین ہر بار ہمیشہ مجھے اختیار ہی کہ مین اپنے محلہ یا شہر محلہ کے چار مسلمانون کو گواہ کرکے اپنے آپ کو طلاق دیدون۔ غرضکہ جن امور سے خوف ہی انکے وقوع پر اسکو اختیار مین دے لے اور ہر بار ہمیشہ کہہ لے پس جب شوہر نے یہ امر قبول کیا تو ایسی حالت مین امر طلاق اسکے

عورت کے اختیار مین دائمی ہو جائیگا۔ یہ مسئلہ اس زمانہ مین نہایت ضروری ہی کیونکہ اکثر لوگ اپنی زوجات کو چھوڑ کر مفقود ہو جاتے ہین حالانکہ عورت کے واسطے نہ نفقہ ہی اور نہ کوئی حیلہ ہی اور نہ اسلامی عدل کے طریقہ پر اسکو بیت المال سے مل سکتا ہی اور نہ قاضی ہی جو شرعی طور پر بولایت حکم کر سکے اور چونکہ مفقود نے طلاق نہین دی زوجہ اسکے شوہر سے نکاح نہین کر سکتی ہی اور مذہب حنفیہ مین سوا ۹۰ یا ۱۲۰ برس وغیرہ ہی حالانکہ عورت کو چھ مہینہ دنیا سے بسر کرنا شدید یا متعسر ہی لہذا ضرورت کے وقت علماء رح نے فتوی دیا کہ بمذہب امام مالک رح بعد چار برس کے فسخ نکاح ہو سکتا ہی حالانکہ اسمین اکثر مقلدین حنفیہ کو تردد ہوتا ہی علاوہ برین چار برس تک بھی دشواری و پریشانی ظاہر ہی لہذا بہتر یہ کہ مذہب حنفیہ کے موافق برابر نکاح ہی اس شرط پر کیا جاوے کہ اگر اتنی مدت تک بغیر نفقہ وپتہ کے مفقود ہو تو عورت کو امر طلاق کا خود اختیار ہی پس جب شوہر نے قبول کیا تو بلا تردد جب کبھی ایسا واقعہ ہو تو عورت خود اپنے آپ کو خلاص کر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہی اور دوسرا نکاح شعار ابرار اخیار ہی اور بغیر نکاح کے رسوائی و ذلت و خواری کے ساتھ عذاب قبر و عذاب النار ہی۔ نعوذ باللہ تعالے و اسال اللہ تعالے العافیۃ۔ م۔ (مسئلہ) عورت نے ایک مرد سے صحیح نکاح کیا اور وعدہ لیا کہ میرے شہر سے پردیس نہ لیجاوے مگر خوف کیا کہ شاید وہ نہ نکبے اور باہر لیجاوے تو حیلہ یہ کہ شوہر سے اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر اسی شہر مین رکھے تو مین لے ہزار درم پر مثلاً نکاح قبول کیا اور اگر باہر لیجاوے تو میرے واسطے میرا پورا مہر مثل ہی اور شوہر اسکے مہر مثل کی نسبت گواہون کے سامنے اقرار کرے کہ اس عورت کا مہر المثل دس ہزار درم ہی۔ غرضکہ اسقدر کثیر مہر المثل کا اقرار کرے جو شوہر کے اوپر گران و دشوار معلوم ہو۔ اس حیلہ سے جب وہ باہر لیجانا چاہے تو عورت اس سے پورے مہر المثل اقراری کا مطالبہ کر سکتی ہی پس اس طور سے نہین لیجائیگا۔ شیخ ابو علی نسفی رح فرماتے تھے کہ یہ اسوقت کہ اقراری مہر المثل اسقدر ہونا ضرور ہی کہ متمول ہو ورنہ باطل ہوگا۔ پھر بھی یہ حیلہ ان علماء رح کے نزدیک ہوگا جو شرط دوم جائز کہتے ہین المحیط المبسوط۔ مترجم کہتا ہی کہ ہمارے دیار مین عرف ہو گیا کہ مہر فی الحال ادا نہین کرتے ہین پس احتیاطاً یہ شرط کرے کہ اگر باہر لیجاوے تو اسقدر مہر المثل فی الحال ادا کرے۔ اور واضح ہو کہ نکاح کے وقوع سے پہلے لازم ہی کہ شوہر سے مجمع گواہون کے سامنے اقرار لیا جاوے کہ اس عورت کا مہر المثل اسقدر ہی پھر شرطیہ مذکور کے ساتھ ایجاب و قبول کرے ورنہ بعد ایجاب و قبول کے شاید شوہر اقرار نکرے۔ م۔ پھر واضح ہو کہ اگر شوہر نے باہر لیجانا چاہا اور اقراری مہر المثل دیا اور دیانت کی راہ سے عورت کو حقیقی مہر المثل سے لا مد لینا حلال نہین ہی۔ یہ سب اسوقت کہ نکاح ہی مین اپنی احتیاط کرے۔ اور اگر نکاح بغیر شرط مذکور ہو گیا پھر عورت کو خوف ہوا کہ شوہر اسکو باہر لیجائیگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اپنے والد یا فرزند بالغ وغیرہ کے پاس جسپر اعتماد ہو قرضہ کثیر کا اقرار کر دے اور اسپر گواہ کرلے کہ قرض گواہ رہو کہ پھر اس شخص کا اسقدر قرضہ ہی اور حاصل یہ کہ معاملہ اس عورت کے ہاتھ ایک رومال مثلاً اسقدر مال کثیر کے عوض فروخت کرے جسکا وہ اقرار کرتی ہی تاکہ اگر شوہر اس سے قسم چاہے کہ تیرا اسپر یہ قرضہ ہی تو وہ قسم کھا سکے کہ میرے مال کے دام ہین۔ جب عورت نے ایسا کیا پھر شوہر نے چاہا کہ اسکو پردیس لے جاوے تو بقول ابو یوسف رح قرضخواہ کو اختیار ہی کہ اس عورت مدیونہ کو باہر جانے سے مانع ہو یہانتک کہ اسکا قرضہ ادا کرے لیکن امام محمد رح کے نزدیک سوائے بالغ کے مقرلہ نہین روک سکتا ہی لہذا ایسا حیلہ جسپر سب کا اتفاق ہو یہ ہی کہ عورت مذکورہ صرف اقراری نہ رکھے بلکہ جسپر اعتماد ہو مانند باپ و بھائی وغیرہ کے اس سے کوئی خفیف چیز بعوض اسقدر گران ثمن کے خریدے یا اسکے واسطے گران قرضکی کفالت کرے اگرچہ وہ مدیون کے بغیر حکم ہو تو ایسی صورت مین بائع و کفول لہ کو بالاتفاق

Marfat.com

اس عورت کو باہر جانے سے روکنے کا اختیار رہیگا یہانتک کہ اسکا قرضہ یا مال کفالت ادا کرے۔ اسی طرح اگر عورت نے کفالت کا اقرار کیا تو بھی مکفول لہ بالاتفاق روک سکتا ہی پس اسکے باپ و بھائی وغیرہ معتمد علیہ کو جو بالغ یا مکفول لہا بنایا گیا ہی اسوجہ سے روکنے کا اختیار ہوگا۔ اور حاصل یہ کہ جہان اسنے مال اقراری کا سبب بیان کیا ہی وہان یہ اقرار سبب کے حق مین نافذ ہوگا۔ یعنی شوہر کے واسطے بھی لیجانے کا اختیار نہین رہیگا۔ المحیط۔ زید نے ایک عورت سے نکاح کی درخواست کی اور عورت کو یہ امر گوارا نہین کہ میرے اقارب اولیاء اس سے واقف ہون تو حیلہ یہ کہ عورت اپنی تزویج کا کام بھی زید کے سپرد کرے پس جب زید نے اپنے دوستون کے سامنے اپنی طرف سے اصالۃ اور عورت کی طرف سے وکالۃ ایجاب و قبول کر لیا تو یہ نکاح جائز ہوا۔ (مسئلہ) زید کو یہ امر گوارا نہین کہ گواہون کے سامنے اس عورت کا نام بیان کرے جس سے نکاح کرتا ہی تو حیلہ یہ ہی کہ مہر پر اتفاق کرکے اسکو حساب مہر مین کچھ مال دے یا موافقت ہو اور عورت نکاح کا کام اسی کے سپرد کردے پھر زید نکلکر گواہون سے کہے کہ مین نے ایک عورت سے منگنی کی اور اسقدر مہر پر وفاق کیا اور اسنے امر نکاح مجھے سپرد کیا پس مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اس عورت سے جسنے اسقدر مہر پر اتفاق کرکے امر نکاح میرے سپرد کیا ہی اپنے نکاح مین لیا تو نکاح منعقد ہوجائیگا جبکہ شوہر اسکا کفو ہو۔ یہ امام خصاف رح نے حیل مین بیان کیا ہی اور مشائخ بلخ وغیرہ نے کلام کیا کہ اسقدر بیان سے عورت مذکورہ گواہون کے نزدیک معروفہ نہین ہوئی۔ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ امام خصاف رح خزانۂ علم اور ایسے علماء سے ہی جنکی اقتدا جائز ہی۔ الذخیرہ۔ (مسئلہ) زید و بکر دو بھائیون نے ہندہ و کریمہ دو بہنون سے اسطرح کہ زید نے ہندہ سے اور بکر نے کریمہ سے نکاح کیا لیکن غلطی سے زید کے پاس کریمہ اور بکر کے پاس ہندہ بھیجی گئی پس رات کی زفاف کے بعد صبح کو معلوم ہوا کہ یہ غلطی واقع ہوئی ہی تو سفیان الثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے واقعہ مین حکم دیا کہ ہر وطی کنندہ پر مہر اور ہر عورت پر عدت ہی اور بعد عدت کے ہر عورت سے اسکا شوہر دخول کرے۔ اور یہ واقعہ کوفہ کے بعض شرفاء مین واقع ہوا تھا پس ابو حنیفہ رح نے جو اسوقت جوانون مین گنے جاتے تھے فرمایا کہ ہر بھائی کے دل مین بعد کو یہ خیال رہیگا کہ میری عورت سے میرے بھائی نے وطی کی ہی لہذا فوراً یہ اجتہاد کیا کہ ہر شوہر اپنی منکوحہ کو طلاق دیدے اور چونکہ یہ طلاق قبل الدخول ہی تو عورت پر عدت واجب نہوگی پھر جس بھائی نے جس عورت کے ساتھ دخول کیا تھا اسی سے اسکا نکاح کردیا اور اسکو مجلس کے علماء رح نے پسند کیا۔ اور یہ منجملہ مناقب ابی حنیفہ رح ہی۔ کما فی المبسوط۔

فصل ہفتم ۔ طلاق مین۔ عورت کو تین طلاقین دین اور حلالہ فرض ہوا پھر شوہر اول نے چاہا کہ بعد حلالہ کے اسکے ساتھ نکاح کرے اور عورت بھی راضی ہی لیکن خوف کرتی ہی کہ جس شوہر سے نکاح کرے شاید وہ طلاق نہ دے ایسے شخص سے نکاح کرلے جو نکاح سے پہلے کہے کہ جب مین نے تجھسے نکاح کیا اور ایک بار وطی کرلی تو تجھے تین طلاق یا ایک طلاق بائنہ ہی پس بعد وطی کے اسپر طلاق بائنہ واقع ہوجائیگی۔ حیلہ دیگر۔ یہ کہ عورت اس مرد سے کہے کہ مین نے تجھسے اس شرط پر نکاح کیا کہ امر طلاق میرے اختیار مین ہی جب کبھی چاہونگی طلاق دونگی تو بھی مقصود حاصل ہوجائیگا۔ (مسئلہ) عورت کو حلالہ کرانے مین جاہل عورتین و مرد عیب لگاتے ہین خصوص اس دیار کفرستان کے مشابہ جہالت مین یہ بہت شائع ہی حتی کہ بہت سے مطلقہ ثلثہ بغیر نکاح جدید کے عمر بھر اسی طرح حرام مین مبتلا رہتی ہین تو کتاب مین امام خصاف رح سے اسکا حیلہ اسطرح مذکور ہی کہ عورت اپنے

معتدہ علیہ کو مال ہبہ کرے جس سے وہ ایک غلام جو بلوغ کے قریب اور عورت سے جماع پر قادر ہو خرید کرے پس یہ اسکا غلام ہوا پھر عورت اس غلام کے مولی کی اجازت سے دوگواہون کے روبرو اس غلام سے نکاح کرے اور بعد جماع کے مولی یہ غلام اسی عورت کو ہبہ کرے تو قبضہ ہوتے ہی نکاح ٹوٹ جائیگا پس شوہر اول سے نکاح صحیح کرلے پھر اس غلام کو کسی اور ملک مین بھیجدے جہان فروخت کردیا جاوے تو اس عورت کا پردہ مخفی رہیگا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس ملک مین یہ حیلہ اسوجہ سے نہین ہوسکتا کہ غلام کی خرید و فروخت ممتنع ہی۔ پس میرے نزدیک حیلہ یہ ہی کہ عورت مع اپنے معتدہ علیہ محارم کے اجنبی شہر مین پہونچکر کسی مرد صالح سے جو شرعی مسائل سے فی الجملہ واقف ہو بشرط حیلہ خلاص کے نکاح کرکے اپنے آپ کو طلاق دیکر واپس آوے اور بعد عدت کے نکاح کرلے واللہ تعالی اعلم۔ م۔ (مسئلہ) عورت سے کہا کہ واللہ کل تجھے طلاق دونگا۔ پھر نادم ہوا اور چاہا کہ قسم بھی جھوٹ نہو۔ حیلہ یہ کہ زوجہ کو کہے کہ تو ان شاء اللہ تعالے طالقہ ہی۔ یا کہے کہ مین نے تجھے ہزار درم پر طلاق دی اور عورت اسکو قبول نکرے تو طلاق واقع نہوگی اور قسم مین بھی جھوٹا نہوگا۔ لیکن ہمارے مشائخ نے کہا کہ ظاہر الروایہ مین وہ قسم مین سچا نہوگا۔ الذخیرہ۔ اقول شاید اسوجہ سے کہ قسم سے ایقاع مقصود تھا اور یہان طلاق ہی واقع نہوئی۔ اور میرے نزدیک طلاق کی قسم مین موافق ظاہر الروایہ کے حیلہ یہ ہی کہ ایک طلاق رجعی دیدے پھر رجوع کرلے لیکن تین طلاقون کی قسم مین یہ حیلہ نہین ہوسکتا ہی اور چونکہ طلاق ایک فعل معوض ہی تو قسم کا کفارہ دیدے واللہ تعالے اعلم۔ م۔ اسی طرح اگر قسم کھائی کہ واللہ یہ چیز فروخت کرونگا پھر اسکو بطور بیع فاسد فروخت کیا اور قبضہ نہین دیا تو قسم پوری ہوگئی۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید یہان ایقاع بیع سے سچا ہوگیا۔ واللہ تعالے اعلم۔ م۔ (مسئلہ) زوجہ سے کہا کہ اگر مین نے آج تجھے تین طلاقین نہ دین تو تجھے تین طلاقین ہین۔ پھر جہالت کا غصہ فرو ہوا اور نادم ہوکر پریشان ہوا کہ اگر طلاقین نہین دیتا ہی تو بھی تین طلاقین واقع ہوتی ہین۔ حیلہ یہ ہی کہ عورت کو ایک لاکھ درم پر تین طلاقین دے اور عورت قبول نکرے پس قسم پوری ہوگئی۔ اور اسی پر فتوی ہی۔ (مسئلہ) مرد نے زوجہ کو تین طلاقین دین پھر منکر ہوگیا حالانکہ عورت اگر اسکے ساتھ رہے تو حرام کار ہوگی۔ حیلہ یہ ہی کہ عورت کو کسی اجنبی مکان مین لیجاکر چھپا دیا جاوے جہان اسکا شوہر بھی جاتا ہو پھر اس مرد سے کہا جاوے کہ تمنے یہان کسی عورت سے نکاح کیا ہی اور وہ انکار کریگا پھر کہا جاوے کہ اچھا قسم تو کھاؤ کہ اس مکان مین جو کوئی میری منکوحہ ہو اسپر تین طلاقین ہین پس جب وہ قسم کھاجاوے تو یہ عورت ظاہر ہوجاوے پس اسکی طلاقین ظاہر ہوجاوینگی۔ (مسئلہ) قسم کھائی کہ اگر مین اپنے باپ سے کلام کرون تو میری زوجہ کو تین طلاقین ہین۔ حیلہ یہ ہی کہ اس عورت کو ایک طلاق دیدے اور جب اسکی عدت گزر جاوے تو باپ سے کلام کرلے اور اسوقت جزا نازل ہوگی تو لغو ہوجائیگی کیونکہ اسوقت کوئی زوجہ نہین ہی۔ پھر اس عورت سے جدید نکاح کرلے۔ السراجیہ۔

فصل ہشتم۔ خلع مین۔ شوہر نے کہا کہ تجھے تین طلاقین ہین اگر تو نے خلع مانگا اگر مین نے تجھے خلع نہ دیا اور زوجہ نے قسم کھائی کہ میری سب ملوک آزاد ہین اگر مین نے آج رات ہونے سے پہلے تجھسے خلع نہ مانگا۔ بعد اسکے دونون پریشان ہوکر ابوحنیفہ رح کے پاس آئے اور اپنا حال بیان کیا پس امام رح نے فرمایا کہ تو اپنے شوہر سے خلع کی درخواست کر پس عورت نے ایسا کیا پس آپ نے اسکے شوہر کو ارشاد کیا کہ تو اسکو اس شرط پر خلع دے کہ یہ تجھے ایک لاکھ درم دے پس اسنے یہی کیا پھر آپنے زوجہ کو ارشاد فرمایا کہ تو کہہ کہ مین قبول نہین کرتی ہون پس اسنے کہا کہ مین نہین قبول کرتی ہون آپ نے

Marfat.com

فرمایا کہ تم دونون شوہر و زوجہ جاؤ کہ تمھاری قسم سچی ہو گئی - یہان حیلہ دیگر یہ ہی کہ عورت اپنی مملوکون وغیرہ کو جنکی قسم کھائی ہی کسی معتمد علیہ کے ہاتھون مین فروخت کردے اور رات آنے تک شوہر سے خلع نہ مانگے تو جزا نازل ہوگی لیکن ایسے حال مین کہ عورت کی ملک مین کوئی مملوک نہین ہی - پھر معتمد علیہ سے اپنی بیع کا اقالہ کرلے - المحیط - فصل نہم - قسم مین - قسم کھائی کہ کوفہ مین تزوج نہین کرونگا - حیلہ یہ کہ باہر جاکر تزوج کرکے کوفہ مین داخل ہو - شرجم کہتا ہی کہ ہمارے عرف مین متبادر یہ کہ اس شہر کی عورت سے نکاح نہین کرونگا پس یہان وہ اختلاف آویگا کہ مجاز متعارف اولی ہی یا حقیقت لغوی پس کتاب الایمان دیکھو - م (مسئلہ) اپنی زوجہ کو بخارا مین طلاق نہ دیگا - حیلہ - بقیاس سابقہ یہ کہ باہر نکلکر طلاق دیدے - (مسئلہ) زید سفر کو جاتا ہی پس اسکی زوجہ نے قسم لی کہ جو باندی خریدے وہ آزاد ہی یعنے بخوف انکہ اسپر باندی بٹھادے - پس حیلہ یہ کہ شوہر کہے کہ ہان اور اس (ہان) کے لفظ کو کوئی گاؤن مرادلے یعنی گو یا جواب مین گاؤن کا نام لیا - حالانکہ عورت یہ سمجھی کہ میری قسم کے جواب مین ہان کہا ہی تو اب باندی خریدنے سے آزاد ہوگی - اس مسئلہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہ اصلی معنی مین ہان کہتا تو قسم ہوجاتی اور یہی صحیح ہی اگرچہ بعض مشائخ نے اختلاف کیا اور کہا کہ ہان سے قسم نہین ہوتی جب تک تصریح نکرے الذخیرہ - (مسئلہ) ایسا کام کرون تو میرا سب مال صدقہ ہی - حیلہ یہ کہ سب مال کسی کو جسپر اعتماد ہو ہبہ کردے پھر یہ کام کرے پھر اپنے مال کو رجوع کرلے لیکن ہبہ سے رجوع مکروہ تحریمی ہی لہذا اس سے ہبہ مانگ لے (مسئلہ) قسم کھائی کہ فلان سے مال وصول نکریگا - تو حیلہ یہ کہ دوسرے کو وکیل کرے جو وصول کرے اسی طرح اگر قسم اس امر پر ہو کہ وصول قرضہ فلان کے ہاتھ سے نکرونگا تو اسکے وکیل سے وصول کرے - لیکن عیون سے معلوم ہوتا ہی کہ وکیل سے لینے مین حانث ہوجائیگا بلکہ حیلہ یہ کہ کوئی معتمد علیہ اسکو مدیون کی طرف سے خود دیدے پھر مدیون اس معتمد علیہ کو اسقدر مال دیدے - (مسئلہ) بائع نے قسم کھائی کہ یہ مال دس سے کم نہ دونگا اور مشتری نے قسم کھائی کہ نو درم سے زیادہ نہ لونگا - حیلہ قیاسی یہ کہ یہ مال مع ایک رومال کے دس مین دے یا مشتری نو درم یا چار پیسے یا زیادہ کے عوض لے لیکن پورا درم نہ دے - یہ قیاس ہی اور استحساناً حانث ہوجائیگا لیکن مشائخ نے کہا کہ اگر مشتری نے نو درم و رومال کے عوض خریدا تو قیاساً و استحساناً حانث نہوگا - (مسئلہ) قسم کھائی کہ یہ مال فلان کے ہاتھ کبھی دامون کے عوض نہین بیچونگا - حیلہ یہ کہ یہ مال فلان دیگر کے ہاتھ فروخت کرے - حیلہ دیگر یہ کہ یہ مال بعوض کسی اسباب کے فروخت کرلے - (مسئلہ) قسم کھائی کہ خرید فروخت نہین کرونگا - دیکھا جاوے کہ یہ شخص مثل سلطان کے ہی جو اپنے ہاتھون خرید فروخت نہین کرتا ہی یا ایسا شخص ہی جو خود یہ کام کرتا ہی - پس اگر سلطان کے وکیل نے خرید فروخت بحکم سلطان کی تو سلطان حانث ہوگا اور اگر سلطان نہین تو حانث نہوگا - اور سوائے وکیل کے دوسرا حیلہ یہ کہ کوئی فضولی اسکے لیے خرید فروخت کرے اور یہ اجازت دیدے - (مسئلہ) قسم کھائی کہ اس عورت کو نفقہ دے تو اسکو طلاق ہی - حیلہ یہ کہ اسکو مال ہبہ کردے یا دو من غلہ اسکے ہاتھ ایک پیسے کو فروخت کرے یا دس روپیہ کو اس سے ایک رومال خریدے یا مکان ہبہ کرے جسکے کرایہ سے کھاوے - (مسئلہ) ایک جماعت نے ایک شخص کے گھر مین گھسکر اسکے اموال لے لیے اور قسم دلائی کہ ہمارے نام ظاہر نکرے - تو حیلہ یہ کہ اس سے کہا جاوے کہ ہم لوگون کے نام والقاب بیان کرنے مین انمین سے جو نام تیرے سارق کا نہو اسپر نہین کہنا اور اگر ہو تو خاموش رہنا پس اس حیلہ سے نام ظاہر ہوجاوینگے - (مسئلہ) ایک شخص سے قسم لی گئی کہ تو کبھی سلطان وقت سے مخالفت نکرے ورنہ تیرے سب مملوک آزاد اور تیری سب زوجات طالقات ہین - حالانکہ وہ بادشاہ کے بہت سے

Marfat.com

احکام کرخلاف شرع وقانون قلم جانتا ہی اور ہر امر مین اطاعت کو معصیت سمجھتا ہی تو حیلہ یہ کہ بادشاہ کا نفقہ تھیلی پر لکھے اور بروقت قسم کے اسی کی جانب اشارہ کرے تو حانث نہوگا۔ السراجیہ۔

فصل دہم۔ وقف۔ امام ابو حنیفہ رح کے قول پر وقف لازم ہو جانے کا حیلہ یہ کہ کسی حاکم کا حکم لاحق کرواوے۔ الحیل

فصل یازدہم۔ شرکت۔ ایک کے پاس ہزار درم ہین اور دوسرے کے پاس دو ہزار درم ہین اور دونون نے شرکت کی دونون ایک کے واسطے نفع بقدر اپنے اس المال کے ہوگا اور اگر چاہین کہ نصفا نصف نفع ہو تو حیلہ یہ ہی کہ زائد ہزار درم کا مالک اسمین سے نصف دوسرے کو قرضہ دیدے۔ (مسئلہ) دو شریکون مین سے حاضر نے شرکت توڑنی چاہی درحالیکہ دوسرا غائب ہی تو یہ جائز نہین ہی اور حیلہ یہ کہ حاضر اپنا ایلچی یا خط بنام غائب بھیجدے یا شرکت توڑنے کا وکیل بھیجدے۔ شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ یہی حیلہ ہر عقد مین جو لازم نہین ہوتا جیسے وکیل کو معزول کرنا اور مضاربت فسخ کرنا۔ المحیط۔

فصل دوازدہم۔ خرید فروخت مین۔ ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور خوف ہوا کہ شاید بائع نے اسمین کوئی بات ایسی کی ہو جس سے یہ مکان میرے قبضہ سے استحقاق مین لے لیا جاوے پس مشتری نے اسکی مضبوطی کے لیے چاہا کہ ایسا حیلہ نکالے کہ مشتری پر ثمن کا دوچند لازم آوے اگر استحقاق مین لیا جاوے تو حیلہ یہ ہی کہ مشتری اس بائع کے ہاتھ سو روپیہ کو ایک کپڑا جو ایک درم قیمت کا ہی فروخت کرے پھر بعوض ان سو روپیہ کے اور نقد دیگر سو روپیہ کے یہ مکان خریدے حتی کہ اگر بائع مکان نے کوئی حرکت کی ہو تو استحقاق کے وقت اسپر دو سو روپیہ لوزم آویگا اور یہ مشتری مکان کو حلال ہوگا۔ (حیلہ بطریق دیگر) یہ کہ مکان کا خریدار بائع کے ہاتھ ہزار درم کا دوشالہ بعوض دو ہزار درم کے فروخت کرے پھر دو ہزار درم کے عوض مین اس سے یہ مکان خریدے حالانکہ مکان کی قیمت ہزار درم ہی پھر بعد قبضہ کے بائع مکان کے دو ہزار درم مشتری پر ہین اور مشتری کے دو ہزار درم بذمہ بائع ہین پس باہم مقاصہ کرلین پھر اگر مکان مذکور مین استحقاق ثبوت ہوا تو مشتری اپنے بائع سے دو ہزار درم واپس لے سکتا ہی۔

فصل سیزدہم۔ مہر مین۔ ایک عورت نے چاہا کہ اگر وہ حالت نفاس مین مرجاوے تو اسکے شوہر کو مہر معاف ہو اور اگر زندہ رہے تو عود کرے۔ حیلہ یہ کہ اس سے کپڑا وغیرہ بعوض مہر کے خریدے اور اسکو نہ دیکھے پھر اگر مرے تو بیع لازم ہو گئی اور مہر ساقط ہوا اور اگر بچ رہی تو اس کپڑے کو دیکھکر بحکم خیار الرویۃ واپس کرے پس مہر عود کریگا۔ (مسئلہ) عورت سے کہا کہ اگر تو نے آج مجھے مہر معاف نکیا تو تجھے تین طلاق ہین اور اسکے باپ نے کہا کہ اگر تو نے معاف کیا تو تیری ماں کو تین طلاق ہین۔ حیلہ یہ کہ شوہر سے بعوض مہر کے ایک چیز رومال مین لپٹی ہوئی خریدے اور جب یہ دن گزر جاوے تو دیکھکر واپس کرے۔

فصل چہاردہم۔ طلب معاملہ۔ زید نے بکر سے ہزار درم قرض مانگے اور اسکو خیال ہوا کہ میری تجارت مین اس نے سو درم نفع ہونا۔ حیلہ یہ ہی کہ زید گیارہ سو درم کو بکر سے ایک چیز خریدے بعد ایک سال کے پھر اس چیز مین خفیف نقصان کرکے بکر کے ہاتھ نو سو درم کو نقد فروخت کرے تو قصاص رہے اسکو جائز رکھا ہے کہ بڑی ہوئی چیز کو دام ادا کرنے سے پہلے کم دام پر بائع کے ہاتھ بیچنا ہمارے نزدیک نہین جائز ہی اور امام شافعی رح وغیرہ علماء رح کے نزدیک جائز ہی تو ایک خفیف نقصان کے مقابلہ مین سو درم قرار دیکر جواز کا حکم دیدیا حیلہ دیگر یہ ہی کہ زید یہ چیز کسی معتمد علیہ باپ بیٹے وغیرہ کو ہبہ کرے اور وہ بکر کے ہاتھ نو سو درم کو فروخت کرکے دوشن

وصول کرے وہ زید کو ہبہ کر دے - المحیط -

فصل پانزدہم - رہن مین - (مسئلہ) اگر زید نے چاہا کہ اپنا نصف مکان یا نصف زمین مشترک غیر مقسوم بکر کے پاس بعوض ہزار درم کے رہن کرے حالانکہ یہ باطل ہی - حیلہ یہ ہی کہ بکر کے ہاتھ ہزار درم کے عوض نصف مکان یا نصف زمین بیع کرے اس شرط پر کہ مشتری کو اسمین تین روز تک خیار ہی پھر وہ تین روز کے اندر بعد قبضہ کے بیع فسخ کرے - پس بعد فسخ کے مقبوضہ اسکے قبضہ مین اسی ثمن کے عوض محبوس رہیگی حتی کہ اگر تلف ہو تو بعوض ثمن کے تلف ہوگی اور اگر اسمین عیب آوے تو ثمن مین سے اسی قدر ساقط ہوگا - (فائدہ) یہ مسئلہ دلیل ہی کہ مشتری کے خیار شرط مین بعد فسخ کے مبیع مشتری کے پاس بعوض ثمن کے محبوس ہوتی ہی نہ بعوض قیمت کے اور یہی امام محمد رح نے جامع کے باب القبض وغیرہ مین ذکر کیا ہی اور اگر بائع کے واسطے خیار شرط ہو تو بیع فسخ ہونے کے بعد مبیع مشتری کے قبضہ مین بعوض قیمت کے محبوس ہوتی ہی جیسے فسخ سے پہلے تھی اور خیار رویت کے واپسی مین یا خیار عیب کے واپسی بحکم قاضی مین ثمن کے عوض محبوس رہتی ہی - (مسئلہ) زید نے بکر سے مکان یا زمین رہن لی اور چاہا کہ مرہون سے انتفاع حاصل کرے حالانکہ یہ جائز نہین ہی - حیلہ یہ ہی کہ باہمی قبضہ کے بعد مرتہن اس سے انتفاع کی اجازت لے یعنی عاریت لے حالانکہ عاریت لینے سے رہن کا حکم نہین مٹتا ہی پس جب بکر نے عاریت دی تو نفع اٹھانا حلال ہی لیکن اس حالت مین رہن کا حکم ظاہر ہوگا حتی کہ اگر تلف ہو یا نقصان آوے تو قرض سے کچھ ساقط نہوگا - بلکہ جب انتفاع سے فراغت کرے تو وہ رہن ہو جائیگی -

فصل شانزدہم - مزارعت - امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جائز ہو جانے کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرے جو اسکو جائز جانتا ہی بلکہ صحیح قول مین اگر دونون نے حکم مقرر کیا اور اسنے حکم دیدیا تو جائز ہی اسواسطے کہ مزارعت کا جواز مجتہد فیہ ہی -

فصل ہفتدہم - افعال مریض - یعنی جو مرض الموت مین ہو - مریض پر بعض وارثون کا قرضہ ہی اور ہمارے اصحاب کے نزدیک اگر مریض نے اقرار کیا تو صحیح نہین ہی - حیلہ اجمالی یہ ہی کہ مریض مذکور کسی اجنبی کے واسطے اسقدر قرضہ کا اقرار کرے جسپر دونون کو اعتماد ہو پس اجنبی مذکور وصول کر کے قرضخواہ وارث کو دیدے - اگر اجنبی نے کہا کہ شاید وارثون نے قاضی کے سامنے مجھے قسم دلائی کہ تیرا مریض پر اسقدر قرضہ ہی تو مین کیونکر قسم کھاؤنگا یعنی وارث لوگ اس خیال سے ضرور قسم لینگے کہ شاید اسنے قرضہ مذکورہ مین سے کچھ وصول کیا ہو یا کچھ معاف کر دیا ہو تو قسم لیجا دے تاکہ مال محفوظ رہے یا میت نے وصیت کے طور پر قرضہ کے برابر مین تہائی سے زائد اقرار کر دیا ہو تو ایسی حالت مین اجنبی کیونکر قسم کھا سکتا ہی تو حیلہ یہ ہی کہ مریض اس اجنبی کو حکم کرے کہ وہ وارث کے ہاتھ اپنے اعیان مال مین سے کوئی مال بعوض اس قرضہ کے جو وارث کا مریض پر آتا ہی فروخت کرے تو جب وارث نے اس عین مبیع پر قبضہ کیا تو وارث کا جو قرضہ مریض پر تھا وہ اجنبی کے واسطے ہو جائیگا قال المترجم - پھر اولی یہ کہ وارث اس مال عین کو نہ دیکھے یہان تک کہ اجنبی مذکور یہ قرضہ وصول کرے بعد اسکے وارث مذکور یہ چیز دیکھکر واپس کرے تو اجنبی یہ مال اس وارث کو واپس کریگا - اور واضح ہو کہ مبسوط مین یہ امر مذکور نہین کہ قاضی ان قرضخواہون سے قسم لیگا جنکے واسطے مریض نے اقرار کیا ہی اور امام خصاف رح نے افادہ فرمایا کہ قاضی پر نظر پست واجب ہی کہ وہ ان قرضخواہون سے قسم لے اگرچہ ورثہ مطالبہ نکرین - اگر اجنبی نے اپنا مال عین فروخت کرنا منظور نکیا تو وارث خود اپنا کوئی مال عین اسکو ہبہ کر دے تاکہ بعد قبضہ کے وہ وارث کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے

Marfat.com

بومیت پر ہی فروخت کرے۔ حیلہ دیگر یہ کہ وارث اپنے کسی مال عین کو جسکی قیمت اسی قدر ہو جسقدر قرضہ ہی مریض کے ہاتھ فروخت کرے تاکہ گواہون کے سامنے وارث مذکور کا قرضہ میت پر ثبوت ہو جاوے۔ پھر مریض مذکور یہ چیز کسی متمد علیہ کو خفیہ ہبہ کرے پھر متمد علیہ یہ چیز اس وارث کو ہبہ کردے۔ علماء رحمۃ نے کہا کہ بظاہر یہ حیلہ خوب ہی لیکن باطن مین یہ کیفیت ہی کہ میت پر ایک قرضہ واجب تھا اور اب اس خرید سے دوسرا قرضہ واجب ہوا حالانکہ وارث مذکور نے ایک قرضہ وصول کیا اور جب تک ترکہ پر قرضہ ہو تو وارثون مین سے کسی کو تصرف حلال نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ اسکا وفیہ تو آسان ہی کہ وارث قرضہ اول کو معاف کردے علاوہ ازین جب وارثون کو قرضہ مخفی کا حال ہی معلوم نہین ہی تو انکے حق مین حانث کی نفی نہین ہوتی ہی ورنہ کسی وارث کو کبھی اپنے مورث کا ترکہ حلال نہو بجہت اس احتمال کے کہ شاید میت کے مال سے مخفی حق قرضہ یا غصب وغیرہ متعلق ہو جو معلوم نہین ہی۔ ان یہ امر اس وارث پر لازم ہی کہ غور کرے اسواسطے کہ اسکو معلوم ہی کہ میت سے ادائی ممکن نہین ہی۔ فافہم۔ م۔ حیلہ دیگر یہ ہی کہ امام شافعی وغیرہ علماء رح کے نزدیک مریض کا اقرار قرضہ واسطے وارث کے جائز ہی تو چاہیے کہ ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کرے جو اسکو جائز جانتا ہی پس وہ حکم دیدے تو بالاتفاق مریض کا اقرار صحیح ہو جائیگا قال المترجم۔ یہ دلیل ہی کہ اختیارات قضاء بدون تقلید کے مجوز ہین لیکن متاخرین نے سلطان کی طرف سے قاضی کے حق مین تقلید کی شرط صحیح رکھی اور بعید یہ ہی کہ اصل مین فیصلہ قضاء بذمہ سلطان ہی اور وہ قاضی کو اپنی طرف سے نائب کرتا ہی پس ولایت اسی کی جانب سے مستفاد ہوتی ہی لیکن سلطان کو عامۂ مسلمانون کی طرف سے شرعاً فیصلہ کی ولایت ہی پس وہ شرع کی طرف سے نائب ہی اسی وجہ سے اسکا فیصلہ قضاء جو قطعاً خلاف شرع ہو باطل ہی اور مجتہدات مین کسی جانب قطع نہین ہوتا اور حکم دینا واجب تو جس حکم پر قضاء نافذ کرے وہی لازم ہو جاتی ہی۔ فاحفظہ۔ م۔ ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کے واسطے اسکے نکاح کے حق مین زیور و اسباب جہیز وغیرہ کردیا اور ہنوز اسپر گواہ نہین کیے تھے کہ وہ بیمار ہوا کہ آخر اسی مرض مین مر جائیگا اور اسکو خوف ہوا کہ بعد میرے ورثہ دیگر اسکو نہین دینگے۔ تو حیلہ یہ ہی کہ یہ زیور و اسباب کسی مرد متمد علیہ کو وصی کرکے خفیہ دیدے اور آگاہ کرے کہ اسکو محفوظ رکھے اور یہ میری نابالغہ دختر کا مال ہی جب وہ بالغہ ہو تو اسکو سپرد کرے۔ لیکن یہ حیلہ صرف مال منقولات مین ہوا اور رہا گھر و باغ و زمین جو غیر منقولہ و معروف ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ کسی اجنبی متمد علیہ کو خفیہ مال دے جسقدر اس عقار کی قیمت ہی پس اجنبی مذکور گواہون کے سامنے یہ عقار مریض سے مثل قیمت پر خریدے لیکن یہ نام نکرے کہ اسکو مریض کی دختر فلانہ کے واسطے خریدتا ہون اور نہ مریض بیع مین یہ لفظ کہے بلکہ مطلق خرید فروخت کرین پھر جب وہ بالغہ ہو تو اسکو دیدے۔ پھر واضح ہو کہ ہمارے مشائخ نے اجنبی کے واسطے اس فعل کو حلال نہین جانا کیونکہ اس سے دوسرے وارثون کا حق باطل ہوتا ہی۔ لیکن امام خصاف رح نے زیور و اسباب کی صورت مین اشارہ کیا کہ اجنبی کو حلال ہی۔

فصل ہیژدہم تغرقات۔ زید نے چاہا کہ میری فوت شدہ نمازون کے عوض مین اسقدر صدقہ دیا جاوے لیکن خوف ہوا کہ ورثہ اسکو نافذ کرین۔ تو حیلہ یہ ہی کہ اپنی حیات و صحت کی حالت مین کسی مرد فقیر صالح کے ہاتھ اپنی املاک مین سے کوئی چیز فروخت کرے اور سپرد کردے پھر اسکے ثمن سے بری کرے پھر اجنبی اسکے وفات کے بعد اسکو فروخت کرکے اسکے حکم کے موافق خیرات کرے تو یہ ان شاء اللہ تعالی جائز ہوگا۔ پھر اگر اسکو اجنبی کی طرف سے بھی خوف ہو کہ شاید وہ ایسا نکرے تو حیلہ یہ ہی کہ اجنبی کے ہاتھ اس چیز کو بعوض کپڑے مین لپٹی ہوئی چیز کے جسمین کچھ

Marfat.com

عیب ہو فروخت کرے اور لپٹی ہوئی چیز کسی عادل کے پاس رکھ جاے اور اسکو وصیت کرے کہ اگر مرد مذکور بعد میری وصیت کے قبول نکرے تو تین سے تجھے وصی کیا کہ اسوقت اسکو دیکھکر بوجہ عیب کے واپس کیجیو تو چیز مذکور اسکے وارثون کی طرف واپس آویگی - (مسئلہ) جب کل ورثہ صغیر ہون جنمین کوئی بالغ نہین ہی اور وصی نے چاہا کہ انمین بٹوارہ کرے حالانکہ یہ جایز نہین ہی جیسے ایک صغیر کا مال دوسرے کے ساتھ خرید فروخت کرنا نہین جایز ہی پس حیلہ یہ ہی کہ مثلاً دو صغیرون کو کسی معتمد علیہ کے ہاتھ ایک کا حصہ فروخت کرکے اسکے ساتھ بٹوارہ کرلے پھر اسکا حصہ علیحدہ خریدے - یا کل ایک شخص معتمد کے ہاتھ فروخت کرکے ہر ایک کا حصہ علیحدہ علیحدہ خرید کیا جاوے (مسئلہ) میت نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے اور بعد خرچ کے جو باقی رہے وہ اسی شخص کے واسطے ہی جو حج کرنے کے واسطے مامور ہو پس اگر یہ شخص معین ہو تو جایز ہی اور اگر وہ شخص غیر معین ہو تو نہین جایز ہی پس حیلہ یہ ہی کہ وصی کو کہے کہ خرچہ سے باقی جسکو چاہے دیدے تو وصی جسکو مامور کرے اسی کو دیدے پس جایز ہوگا جیسے اصل وصیت مین کہے کہ میرا تہائی مال جسکو چاہے دیدے تو وصی مختار ہوگا کہ جسکو چاہے دیدے

فصل نوزدہم - معاریض کے بیان مین - واضح ہو کہ معاریض ایسے کلام ہین کہ متکلم نے اسنے ایک معنی طرف لیے حالانکہ سامع نے دوسرے معنی خیال کیے - پس انکا استعمال جبکہ دوسرے کے حق تلفی و نقصان مقصود نہو جایز ہی تاکہ خود جھوٹ بولنے سے بچ جاوے - اور بعض سلف سے روایت ہی کہ معاریض کے استعمال مین کذب سے بچاؤ کی خوب گنجایش ہی - اور واضح ہو کہ معاریض کے واسطے دو طریقہ ہین - ایک یہ کہ بظاہر جس معنی کے واسطے لفظ موضوع ہی اسکے سوائے معنی مراد لے بشرطیکہ یہ معنی بھی اسکے لفظ سے محتمل ہون مثلاً کوئی کافر کسی مرد صالح کا دشمن اور ایک مرد صالح اس بزرگ کا مرید ہی پس مرید صالح اپنے بزرگ شیخ کو خفیہ لیے جاتا ہی اور کافر انکو دیکھکر پوچھا کہ تمہارے آگے کون ہی اسلیے جواب دیا کہ مجھے راہ بتلانے والا آدمی مین نے لے لیا ہی پس کفار خاموش رہے یہ سمجھکر کہ کوئی رہبر لیا ہی حالانکہ اسلیے یہ مراد لی کہ مین نے اس دنیا مین راحت کے واسطے لی لیا ہی - طریقہ دوم یہ کہ کلام مین شاید و امید وغیرہ الفاظ لاوے حتی کہ ان الفاظ سے بغیر استثناء و ان شاء اللہ تعالے کہنے کے حنث ہونے سے کلام خارج ہو جاتا ہی مثلاً کہا کہ امید ہی کہ یہ کام دو روز مین پورا کرون یا امید ہی کہ پرسون آپ کا قرضہ ادا کرون جیسے ان شاء اللہ تعالے ادا کرونگا - اور معاریض کا استعمال جایز ہونے پر دلیل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے عدت والی عورت سے صریح منگنی کا وعدہ دینا منع کیا لیکن تعریض کلام کی اجازت دی بمانند آنکہ عورت سے کہے کہ تم تو ماشاء اللہ تعالی حسینہ جمیلہ ہو - تمہاری خواہش کون نہین کرتا ہی - چنانچہ تفسیر مین روایت ہی - اور حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی کہ جب استراحت کے لیے گھر مین جاتے تو خادم سے کہتے کہ جب کوئی آوے اور دریافت کرے تو کہیو کہ شیخ یہان نہین ہی اور وہ جگہ مراد لیجیو جہان تو کھڑا ہی یعنے یہان جہان مین کھڑا ہون شیخ نہین ہی - اور نیز روایت ہی کہ جب کسی سے ملاقات کرنا منظور نہوتا تو گوبھے و تکیہ وغیرہ پر چڑھ جاتے اور خادم سے کہتے کہ تو یون کہدے کہ شیخ سوار ہوگیا پس وہ شخص سمجھتا کہ شیخ کسی ضرورت سے سوار ہوکر باہر چلے گئے ہین اور نیز روایت ہی کہ جب کوئی شخص ایسی چیز مستعار مانگتا جسکے دینے مین کچھ حرج ہی تو اپنا ہاتھ زمین وغیرہ پر رکھ لیتی اور اس سے کہتی کہ یہ چیز تو اسوقت مین یہان نہین ہی پس وہ سمجھتا کہ شیخ کے مکان مین نہین ہی - الذخیرہ - ح - اور ان سب روایات مین معنی ایسے ہی صورت مین ہین کہ جس سے غیر کا کچھ حق متعلق نہین ہی کیونکہ استراحت چھوڑکر کلفت اٹھانا اور مثلارات

Marfat.com

کی نماز مین خلل پیدا کرنا یا جس سے ملاقات کرنے مین اوقات مین خلل ہوگا بچھ ملاقات لازمی نہین ہی بیمار کو
مستعار چیز دینا شرع مین مندوب ہو چنانچہ قولہ تعالی یمنعون الماعون۔ کی یہی تفسیر آئی کہ برتنا کی چیز انکے
نہین دیتا ہو لیکن یہ جبھی کہ اپنی ضرورات مین حرج نہو۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔م۔

کتاب الفرائض

یہ کتاب فرائض یعنی تبرکات وحقوق کے بیان مین ہی۔

اس علم کی فضیلت مین اور تاکید تعلم وتعلیم مین احادیث ہین مانند حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ فرائض سیکھو
کہ وہ نصف علم ہین۔ رواہ ابن ماجہ والدارقطنی والحاکم۔ حدیث ابن مسعود رض کہ فرائض سیکھو اور لوگون کو سکھلاؤ
کہ مین مرد مقبوض ہون۔ رواہ احمد والنسائی والحاکم۔ حدیث افرضکم زید یعنی تم مین زید بن ثابت سب سے زیادہ
فرائض جاننے والا ہی۔ رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان ـن۔ اس علم سے ترکہ مین سے
ہرایک کے حقوق بذریعہ حساب واصول کے معلوم ہوتے ہین۔ اور اسمین ارکان ہین مورث ومال ترکہ ووارث
بشرطیکہ مورث مرے اور وارث درحقیقت زندہ ہو یا حمل کے مانند تقدیراً ہو اور وجہ میراث معلوم ہو اور بعض
موانع سے میراث نہین ملتی ہی جنکا بیان آویگا ان شاء اللہ تعالے۔ واضح ہو کہ لغت مین فرض وہ جو قطعی
دلیل سے ثبوت ہو اور اس کتاب فقہ کو فرائض اسواسطے کہتے ہین کہ غالب اسمین وہ سہام ہین جو اللہ تعالی
کی تقدیر سے مقطوع مبین بدلیل قطعی ثابت ہین پس معنی لغوی وشرعی دونون کو شامل ہی۔ الاختیار۔ اور
لغت مین ارث بمعنی بقاء ہی اور شرع مین ایک کا مال دوسرے کی طرف بطور خلافت منتقل ہونا ارث ہی۔
خزانۃ المفتین۔ حقوق یہان پانچ ہین۔ ۱۔ میت کے واسطے اور وہ تجہیز وتکفین ہی۔ ۲۔ میت کے ذمہ ہو اور
وہ قرضہ مطلق ہی۔ ۳۔ ذمہ نہین اور وہ کسی مال عین سے متعلق ہو۔ د۔ جیسے میت نے کوئی مال رہن کیا
جس سے مرتہن کا حق متعلق ہی یا اسکے غلام نے کسی پر جرم کیا جس سے دلی جنایت کا حق متعلق ہی تو یہ حق نسبت
حق میت یعنی تجہیز کے مقدم ہی۔ خزانۃ المفتین جیسے ماذون مدیون وہ مبیع محبوس ثمن یعنی میت کی خریدی ہوئی
چیز جسکو بائع نے ثمن کے عوض روک لیا اور لفاد مستاجرہو۔ د۔ ۴۔ میت کے لیے یا میت پر نہین پس اگر وہ ختیاری
میت ہی تو وصیت ہی اور یہی چہارم ہی۔ ۵۔ غیر اختیاری میت اور وہ میراث ہی۔ د۔ اور اصح یہ کہ ارث کا تعلق
موت مورث کے ہوتا ہی۔ شرح الوہبانیہ۔ حقوق مقدمہ کے بعد ترکہ سے صرف چار ہی حقوق متعلق ہوتے ہین
تجہیز وتدفین۔ اور۔ قرضہ ووصیت وميراث۔ پس اول اسکی تجہیز وتدفین کیجاوے اور بطور معروف اسمین جان
کیا جاوے۔ المحیط۔ کفن ایسے کپڑے مین دیا جاوے جیسے زندگی مین حلال لباس سے پہنتا تھا مگر مقدار ترکہ
کا لحاظ کر لیا جاوے اور اسمین اسراف وکمی نہ کی جاوے۔ الاختیار۔ ضوء السراج مین ہی کہ تین کپڑے مسنون
ہین اس سے زیادہ اسراف ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ خنثی کے کفن مین ہدایہ سے معلوم ہوا کہ زیادہ کرنے مین مضائقہ
نہین ہی اور یہی اوفق ہی۔ ہان قیمت مین توسط چاہیے اور ان سب مین مقدار ترکہ کا لحاظ ضروری ہی اور اس سے
معلوم ہوا کہ تجہیز وتکفین وادائے دیون وصایا کے بعد جو کچھ رہے وہ ارث ہی لیکن تجہیز وتکفین ودیون جو عینی
وصیت نہون وہ کل مال ترکہ سے معتبر ہوتے ہین اور وصیت یا قرضہ جو بمعنی وصیت ہو وہ ثلثی سے معتبر ہی جیسا کہ
کتاب الوصایا مین گزرا۔م۔ اور اگر کفن تلف ہوا تو میت کے بدن پاشیدہ ہونے سے پہلے بار بار اسکو کل

Marfat.com

ال سے کفن دیا جاوے ورنہ ایک کپڑے مین لپیٹ کر دفن کیا جاوے جو ترکہ سے ہوگا۔ مثلاً کفن آیا اور چوری گیا
پھر آیا اور چوری گیا۔ یا میت کو کفنا کر دفن کیا اور کفن چور نے نکالکر باہر ڈال دیا اور کفن لے گیا پھر ترکہ سے کفن دیکر
دفن کیا اور یہی ہوا۔ تو ہر بار کل ترکہ سے کفن دیا جاوے اور اگر بدن پاشیدہ ہو گیا ہو تو ترکہ سے ایک کپڑے مین لپیٹ کر
دفن کرین اور اگر قرین نہو تو کچھ لازم نہین ہی اور اگر تقسیم ترکہ ہو چکی ہو اسوقت معلوم ہوا تو بقدر تکفین کے وارثون
سے حصہ رسد واپس لیا جاوے۔ ط د۔ پھر اسکے قرضہ مقدم کیے جاوین یعنی بعد تجہیز و تکفین کے اسکے قرضون
کا ادا کرنا وصیت و میراث پر مقدم ہی۔ اور واضح ہو کہ قرضے یا کل حالت صحت کے ہونگے یا کل حالت مرض کے ہونگے
اور ان دونون صورتون مین کل برابر ہین یعنے بعض کو بعض پر تقدیم نہوگی بلکہ سب قرضخواہون کو برابر ادا کیا جاوے۔
یا بعض حالت صحت کے اور بعض حالت مرض کے ہونگے اور اس صورت مین دیکھا جاوے کہ مرض کے دیون بگواہی
ثابت ہین یا صرف مریض کے اقراری ہین پس اگر دیون قرض کل یا بعض بگواہی و معائنہ ثابت ہون تو قرضہ صحت اور
یہ قرضہ بگواہی دونون برابر ہین اور اگر صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہون تو قرضہ صحت مقدم ہونگے۔ المحیط
اور واضح ہو کہ حق ادا ولازم ہونے مین قرضہ صحت و اقراری سب برابر ہین اور اس تقدیم کا مفاد یہ ہی کہ مثلاً ایک شخص پر
قرضۂ صحت دو ہزار درم ہی اور قرضۂ اقراری ایک ہزار درم ہی اور ترکہ صرف دو ہزار درم بعد تجہیز و تکفین کے باقی ہے
تو قرضہ صحت و جو بگواہی ثابت ہوا اگرچہ مرض مین ہو پہلے ادا کر دیا جائیگا اور کچھ باقی نہین رہا تو اقراری قرضخواہ
محروم ہونگے اور اگر ترکہ تین ہزار درم ہو تو پہلے دو ہزار درم ادا کرنے کے بعد باقی ہزار درم ان اقراری قرضخواہون
کو ادا کر دیے جاوینگے بشرطیکہ ورثہ اجازت دین اسواسطے کہ حالت مرض مین مال سے وارثون کا حق متعلق ہو چکا
اور اقرار مذکور صرف مریض پر حجت ہی تو وارثون کے حق مین ظاہر نہوگا لہذا اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو یہ بمنزلہ
وصیت ہی کہ میت کی تہائی سے دیا جائیگا حتی کہ مثال مذکور مین صرف ہزار درم کی تہائی سے یہ لوگ حصہ رسد پاوین
بلکہ کو وصیت دیگر نہو اور اگر صریح موصی لہ ہو تو اسکا بیان کتاب الوصیۃ مین گزرا اور اس سے ظاہر ہوا کہ قرضہ اقراری
بھی بمعنی وصیت ہو جاتا ہی تو یہ بھی وصایا مین شامل کیا جائیگا۔ م۔ پھر تجہیز و تکفین و اداے دیون کے بعد جو کچھ
باقی رہا اسکی تہائی سے میت کی وصیتین نافذ کیجاوینگی لیکن اگر وارثون نے تہائی سے زائد مین اجازت دی تو زائد
سے نافذ کیجاوین۔ التاتارخانیہ وغیرہ۔ لیکن وارثون کی اجازت اسوقت معتبر ہوگی کہ انکو اجازت کی لیاقت ہو حتی کہ
صغیر یتیمون کے حق مین اجازت کے کچھ معنی نہین ہین اور ولی یا وصی کو انکی طرف سے اجازت کا اختیار اسوجہ سے
نہین کہ انکو نظری ولایت ہوتی ہی تو جس امر مین بہتری کی نظر ظاہر نہو وہ جائز نہین ہی۔ پھر بالغ وارثون مین سے
جسنے اجازت دی اسکے حق مین نفاذ معتبر ہی کیونکہ وہ اپنے حق مین خود مختار ہی۔ مسئلہ۔ ایک شخص مرا اور اسکے
وارثون مین صغیر و کبیر ہین اور اسنے نقد و جائداد غیر منقولہ چھوڑی پس بالغون نے موافق رسم معروف کے مال نقد
کو الہ تجہیز و تکفین و اداے دیون کے میت کے سوم و دسوین و بیسوین مین صرف کیا اور بعد ازان چہلم کے لیے
اسکی کچھ جائداد فروخت کی یا رہن مقبوضہ کیا جسکا نفع تا اداے قرض مرہن کے واسطے ہی یا بکفالت جائداد سودی
روپیہ لیا کیونکہ انکو قرض حسنہ لینے کی کوئی امید نہین ہی اور وہ اسکو ضروری کام سمجھتے ہین کہ برادری کو کھانا چالیسوین
کا تقسیم کیا جاوے ورنہ بدنامی و رسوائی ہوگی۔ ان امور مین کیا حکم ہی۔ جواب یہ کہ بالغون نے سوم و دہم و بستم مین
جو کچھ خرچ کیا اسمین سے حصہ صغار کے ضامن ہین کہ قیامت مین انکے حقوق کا مواخذہ ہوگا اور جب بالغون نے رسم
و بدنامی کی بدنیتی سے یہ مال برادری کے آنے والیون اور رونے والیون پر صرف کیا تو اضاعت مال و معصیت (ص ؟

Marfat.com

مین صرف کرنے کے گنہگار رہین - پھر جہل کے واسطے وہ جائداد رہن کی بوجہ حصہ صغار کے رہن مین غصب ہی بشرطیکہ عقار کا غصب متحقق ہوا ور مرتہن غاصب الغاصب ہی ورنہ مال غیر کو بدون اسکی اجازت کے رہن کرنے کا مسئلہ متعلق ہی اور رہن باطل ہی اور مرتہن نے جو کچھ منافع حاصل کیے وہ اسپر بقول اول بطور غاصب الغاصب کے ہین اور بقول دوم حرام ہین بقدر حصہ صغار و کبار دونون کے کیونکہ رہن فقط وثاقت ہی اور حیلہ صرف مستعار مین منافع کا ہی حالانکہ یہان صغار سے اجازت باطل ہی اور بکفالت جائداد سودی روپیہ لینا درحقیقت بہ کفالت باطل ہی لیکن رہن ہی بشرطیکہ قبضہ ہو ورنہ رہن باطل ہی اور سود دینا بلاخلاف یہان حرام ہی اور بالعین مع مرتہن کے صغار کے واسطے عاقبت مین ضامن رہن اور جو کچھ مال لیکر ان لوگون نے صرف کیا وہ اسراف اخوان الشیاطین ہی اور معصیت کا عذاب ہوگا اگر بغیر توبہ مرین اور اس بدنیتی کی وجہ سے جب سوائے عذاب کے کچھ ثواب نہین نوزدہم کہ کچھ ثواب نہین پہونچا سکتے ہین جبکہ انکا فعل خود معصیت وعذاب ہی واللہ تعالی اعلم بالصواب - م - بالجملہ جب تہائی سے زائد مین وارثون کی اجازت معتبر ہو تو زائد سے نفاذ وصیت جائز ہی - م - پھر اسکے بعد جو باقی رہے وہ وارثون مین موافق فرائض الہی عزوجل کے تقسیم ہوگا - التاتارخانیہ - پس وصیت کا نافذ کرنا میراث کی تقسیم سے مقدم کیا - م - اور یہ تقدیم ایسی وصیت مین ہی کہ جو کسی معین چیز کی وصیت ہو - التاتارخانیہ - مثلاً میت نے وصیت کی کہ میرا یہ مکان زید کے واسطے وصیت ہی - پھر بعد تجہیز وتکفین وادائے دیون کے جو ترکہ بچا اسکی تہائی دیکھی جاوے پس اگر اسمین سے یہ مکان برآمد ہوتا زید کو دیا جاوے اور اگر تہائی سے زائد ہو اور وارثون کو بیانت مستردسے اجازت دے تو دیا جاوے - پھر میراث تقسیم ہو اور اگر تہائی اس مکان کو دیکر باقی رہے تو وہ بھی وارثون کی میراث مین شامل ہی - پس وصیت اسوقت مقدم ہوئی کہ معین چیز کی وصیت تھی - م - اور اگر وصیت شائع ہو (اسی کو وصیت مرسلہ کہتے ہین) یعنی میرا تہائی مال یا تہائی مال زید کو دیا جاوے یا انقراض مین تقسیم ہو تو ایسی وصیت کو میراث پر مقدم نہین کیا جائیگا بلکہ موصی لہ بھی وارثون کے ساتھ حصہ دار ہوگا پس حصہ کی زیادتی سے اسکے حصہ مین بھی زیادتی ہوگی اور کمی سے اسکے حق مین بھی کمی ہوگی - التاتارخانیہ - ہ - اور درمختار مین یہی حکم اختیار شرح المختار سے نقل کرکے لکھا کہ صحیح یہ کہ وصیت مطلقہ بھی میراث سے مقدم ہی - منتہی مترجم کہتا ہی کہ دونون قولون مین فرق یہ ہوگا کہ مقدم کرنے مین موصی لہ کو بعد تجہیز وتکفین وادائے دیون کے باقی مال کی تہائی مل جائیگی پھر وارثون کے سہام پورے نہ پڑین تو انحصاص مین کمی ہوگی اور وارثون کے شمار کرنے مین اسکو بھی حصہ رسد کمی برداشت کرنی ہوگی مثلاً میت عورت نے لڑکی وشوہر وباپ چھوڑا اور ہندہ کے لیے تہائی کی وصیت کی اور فرض کرو کہ بعد تجہیز ودیون کے ۱۲۰ شرفیان باقی ہین تو تقدیم وصیت مین ہندہ کو چار اشرفیان ملین - اور شرکت کے قول پر لڑکی کا نصف اور شوہر کا چہارم وباپ کا چھٹا اور ہندہ کا تہائی ہی پس ۱۲ سے یہ حصص نکالے جاوین کہ ۶ - دختر - ۳ - شوہر - ۲ - باپ - ۱ - ہندہ - یہ سب ملاکر ۱۲ ہوتے ہین حالانکہ صرف ۱۲ اشرفیان ہین تو بارہ اشرفیون کے ۱۵ ٹکڑے کرکے ہر ایک کو دیے جاوین پس ہندہ کے حق مین بھی چار اشرفیون سے کم آوینگی - اور اس قول کی وجہ یہ کہ جب وصیت معین نہین تو ترکہ کے حصہ دارون کی طرح موصی لہ بھی تہائی کا حصہ دار ہی اور یہ تقسیم ترکہ سے معلوم ہوگا تو وہ انکا شریک ہوا - اور قول تقدیم کی وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی نے حصص وارثون کو بعد وصیت ودین کے قرار دیا تو پہلے وصیت نکال لیجاوے اور جب وہ تہائی سے زائد نہین ہی تو وصیت کا حق ہی پس نکالنا واجب ہی اور یہی منصوص صحیح ہی - م - (فائدہ)

حقوق الٰہی عزوجل بھی دیون مین مثلاً اسپر زکوۃ باقی ہی یا نماز و روزہ کے کفارات ہین لیکن ہندہ کی جانب سے
اسکا کوئی مطالبہ کرنے والا نہین ہی لہذا اگر میت نے وصیت کی ہو کہ یہ ادا کیے جاوین تو تہائی سے نفاذ واجب ہی
مگر انکہ وارثون سے ورثہ کی اجازت ہو اور اگر وصیت نہ کی تو کچھ واجب نہین ہی۔ ت و غیرہ۔ اب صرف وارثون کے
ترکہ ارث کا بیان رہا سو موانع ارث کے۔ (الموانع) چار چیزین ارث سے مانع ہین۔ مانع اول یہ کہ رقیق ہو
مثلاً غیر کی باندی سے نکاح کیا اور یہ شرط نہین کی کہ اولاد آزاد ہوگی تو جو لڑکا یا لڑکی ہوئی وہ بھی مثل ماں کے غیر
کی مملوک ہو حتی کہ جب باپ مرا اسوقت تک یہ اولاد آزاد نہین ہوئی تو وارث نہوگی اور اگر تھوڑا حصہ نصف چہارم
وغیرہ آزاد ہوا تو بھی امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک جزو آزاد ہونے سے
کل آزاد ہو جاتا ہی تو وارث ہوگا اور اگر غیر کی باندی سے زنا کیا نعوذ باللہ منہا تو یہ لڑکا اگر آزاد ہو جاوے
تو بھی وارث نہوگا جیسے آزاد سے زنا سے پیدا ہوا اگرچہ نطفہ مین وہ اسی کا نطفہ ہی حتی کہ نکاح کی حرمت متعلق ہوگی
اور اگر منکوحہ کی اولاد اسکی موت کے وقت آزاد ہو چکی ہو تو وارث ہی۔ وفی الہندیہ اور مدبر و مکاتب و ام ولد بھی
وارث نہین ہی التبیین۔ راہن تنگدست کے اعتاق مین جو کمائی کرکے مرتہن کو ادا کرتا ہو وہ وارث و مورث ہوتا ہی۔ الکافی
مانع دوم یہ کہ قاتل ہو حتی کہ جس شخص نے اپنے مورث کو قتل کیا تو یہ میراث سے بھی محروم ہوگا لیکن قتل وہ معتبر ہی
جو اسکے ذاتی فعل سے واقع ہوا ہو اگرچہ خطاء سے ہو حتی کہ سوتے مین اسپر گرا کہ وہ مر گیا۔ المبسوط۔ ہ۔ برخلاف اسکے
اگر یہ سبب ہو تو محروم نہوگا مثلاً اسنے راہ مین پتھر ڈالا اور اتفاق سے اسکا مورث ہی اس سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو
یہ محروم الارث نہوگا۔ اور اگر عمداً باپ نے بیٹے کو قتل کیا تو قصاص بوجہ احترام پدری کے ساقط ہی لیکن باپ اسکی
میراث سے محروم ہوگا کیونکہ اسنے اپنے مورث کو ناحق قتل کیا۔ م۔ اگر مقتول سے پہلے قاتل مر گیا تو مقتول بالاجماع
اسکا وارث ہوگا۔ د۔ مثلاً زید نے اپنے بھائی کو زخمی کیا اور وہ بستر سے لگ گیا اور وہ ہنوز مرا نہین تھا کہ زید
ہیضہ کرکے مر گیا پھر زخمی مرا حالانکہ زید کی میراث اسکے زخمی بھائی کو پہونچتی ہی مثلاً سوائے اسکے زید کا کوئی عصبہ
وارث نہین ہی تو زید کی میراث سے اسکے واسطے عصبہ کا حصہ ہوگا پھر زخمی مقتول نے جو کچھ مال چھوڑا مع اس
حصہ میراث کے وہ اسکے وارثون کے واسطے میراث ہی۔ م۔ مانع سوم یہ کہ وارث و مورث کے درمیان ملت کا
اختلاف ہو۔ ت۔ یعنی توحید و شرک کا اختلاف ہو مثلاً ایک مسلمان ہی اور دوسرا یہودی نصرانی مجوسی ہندو
وغیرہ ہی پس مسلمان کسی مشرک کا وارث نہوگا اسی واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ و جعفر رضی اللہ عنہ نے ابوطالب
اپنے باپ کی میراث نہین پائی بلکہ عقیل نے جو اسوقت تک شرک پر تھے وارث ہوئے چنانچہ حدیث صحیحین و اصل
حرک لنا عقیل الحدیث اسکا بیان ہی۔ اور اسی طرح مشرک بھی کسی مسلمان کا وارث نہوگا مثلاً بیٹا مسلمان مرا اور اسکا
باپ مشرک ہی تو وہ میراث نہین پاویگا۔ واضح ہو کہ اگر اسلام لایا اور مال کمایا پھر نعوذ باللہ مرتد ہو کر دیگر مال کمایا
پھر مرا یا قتل کیا گیا اور اسکے وارثون مین بعض مسلمان اور بعض مشرک ہین تو مسلمانون کو اس مال کی میراث ملیگی جو
اسلے حالت اسلام مین کمایا تھا اور مشرکون کو حالت شرک کی۔ کیونکہ وہ جسوقت سے مرتد ہوا اسی وقت سے بعد
زندہ ہونے کے مردہ ہو گیا لیکن ابھی تحقیق معلوم نہین حتی کہ اگر پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو زندہ ہو جاوے
اور جب وہ دارالحرب مین مل گیا یا قتل کیا گیا یا مر گیا تو اسکا مردہ ہونا محقق ہو گیا پس جو اسلے اسوقت تک کمایا تھا
وہ مسلمان وارثون کی میراث ہی (مسئلہ) ملت اسلامیہ مین سے بعض فرقہ جنکے واسطے کفر کا حکم ہوا وہ مرتد کے
حکم مین ہین۔ کما فی رضیۃ الہدایہ۔ حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وارث

ہوگا مسلمان کسی کافر کا اور نہ کافر کسی مسلمان کا رواہ البخاری ومسلم۔ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مرفوعاً دو ملتوں والے باہم کچھ وارث نہونگے۔ رواہ احمد والنسائی وغیرہما۔ اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً قاتل کے واسطے میراث نہیں ہے۔ رواہ النسائی۔ ورواہ الدارقطنی من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ورواہ الترمذی وابن ماجہ من حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بمعناہ۔ اور عبدالرزاق نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کسی کو قتل کیا تو وہ قاتل اسکا وارث نہوگا اگرچہ مقتول کا اسکے سوائے کوئی وارث نہو۔ ن۔ اور اسی پر اجماع منعقد ہے۔ لیکن واضح ہو کہ قتل مین شرط ہے کہ قاتل کا فعل حرام ہو پس اگر طفل یا مجنون یا معتوہ یا برسم یا موسوس نے قتل کیا تو وہ مقتول مورث کی میراث سے محروم نہوگا اسواسطے کہ محرومی تو فعل حرام کی سزا ہے اور ان لوگون کا فعل بوجہ مکلف نہونے کے حرام سے متصف نہین ہوتا ہے اگر امام المسلمین سے ایک قوم مسلم باغی ہوکر لڑی تو انمین باہمی قتل واقع ہونے سے تفصیل و اختلاف ہے جو سیر مین مذکور ہوا۔ الاختیار۔ اور راجح یہ کہ عادل نے باغی کو جس حالت مین قتل کرنا مامور ہے قتل کیا تو محروم نہوگا اور باغی نے عادل کو قتل کیا تو وہ مفصل کتاب السیر مین مذکور ہے۔ م۔ باپ نے اگر فرزند کا ختنہ کیا یا قرحہ چیرا وانند اسکے اور وہ مرا تو باپ محروم نہوگا۔ اور اگر ادب کے لیے مارا کہ ناگاہ وہ مرگیا تو امام رح کے نزدیک دیت کا ضامن و میراث سے محروم ہے اور صاحبین کے نزدیک کچھ ضامن نہین اور محروم نہین ہے اور اگر باپ کی اجازت سے معلم نے مارا کہ وہ مرگیا تو بالاتفاق باپ کچھ ضامن یا محروم نہین ہے۔ المبسوط۔ کافرون کی ملتین مختلفہ مانند یہودی و نصرانی و مجوسی و بت پرست کے تو انکا اختلاف باہمی توارث سے مانع نہین ہے حتی کہ یہودی و نصرانی مین باہم توارث جاری ہوتا ہے۔ التبیین۔ اگر دارالحرب مین کوئی مسلمان جاکر مرا تو دارالاسلام مین جو اسکا بیٹا مسلمان موجود ہے وہ وارث ہوگا۔ الکافی۔ تابع چہارم۔ یہ کہ دارین مختلف ہون جیسے دارالاسلام و دارالحرب اور یہ اختلاف بذریعہ لشکر و سلطنت کے ہوتا ہے کیونکہ ان دونون مین باہم عصمت منقطع ہوتی ہے پس اگر دارالحرب مین حربی مرا اور دارالاسلام مین اسکا باپ یا بیٹا ذمی موجود ہے تو وارث نہوگا۔ اسی طرح اگر دارالاسلام مین ذمی مرا تو دارالحرب مین جو اسکا باپ یا بیٹا ہے وارث نہوگا۔ اسی طرح اگر حربی امان لیکر یہان آیا اور مرگیا تو یہان جو اسکا وارث ذمی ہے وہ وارث نہوگا بلکہ جو کچھ اسنے چھوڑا وہ اسکے ملک کو بھیجدیا جائیگا۔ اور اگر یہان ذمی مرگیا جسکا یہان کوئی وارث نہین حالانکہ دارالحرب مین اسکے وارث ہین تو ذمی کا ترکہ بیت المال مین رہیگا۔ الکافی۔ پھر جب ان چارون امور مین سے کوئی امر مانع نہو اور استحقاق ارث کا سبب موجود ہو تو بترتیب سبب باہم میراث جاری ہوگی۔ م۔ اور استحقاق ارث کے لیے تین باتون مین کوئی بات ہونا چاہیے۔ اول نسب یعنی قرابت دوم سبب یعنی زوجیت و شوہر ہونا۔ سوم ولاء خواہ ولاے عتق ہو یا ولاے موالات ہو۔ التبیین۔ ولاے عتق مثلاً زید نے کلو غلام آزاد کیا تو خود مختار ہوگیا لیکن اسکی ولاء ہمیشہ زید کے واسطے و اسکے عصبات کے واسطے رہیگی اور انمین آزاد کرنے والا و اسکا قائم مقام بنام اعلی کہلاتا ہے اور آزاد شدہ کو اسفل کہتے ہین اور اسی طرح کلو نے جو غلام آزاد کیا مثلاً بدھو تو اسکی ولاء بھی بواسطہ کلو کے زید کی طرف منتقل ہوگی اور اگر کلو نے خالد کی باندی سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی جو خالد کی مملوک ہے تو اولاد کی ولاء ابھی خالد کی طرف ہے پھر جب یہ اولاد آزاد ہوجاوے یا کلو نے نکاح مین شرط کی ہو کہ اولاد آزاد ہوگی تو اولاد کی ولاء بھی بواسطہ کلو کے زید کی طرف رجوع آویگی اور موالات کی صورت یہ کہ ایک مشرک للو نامی زید کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور وہ سب مسلمانون کا بھائی ہوگیا لیکن تنہائی سے

Marfat.com

اسلیے چاہا کہ کسی مسلمان سے موالات کرون پس اگر اسنے زید ہی کو پسند کیا اور موالات کی پھر للہ بغیر اولاد وارث کے مرا تو زید ہی اسکا وارث ہوگا - م - ولاء عتق و ولاء موالات دونون مین صرف اعلی اپنی اسفل کا وارث ہوتا ہی اور اسفل اسکا وارث نہین ہوتا ہی لیکن اگر ولاء موالات مین اعلی نے شرط کی ہو کہ جب مین لاوارث مرون زیر اوارث ہی تو اس صورت مین اسفل بھی وارث ہوگا - خزانۃ المفتین - پھر واضح ہو کہ قرابت یا زوجیت یا ولاء کے سبب سے صرف وارث ہو جاتا ہی لیکن میراث پانے کے واسطے یہ شرط ہی کہ اس سے اعلی وارث اسکو محروم نکرے مثلاً جب تک قرابتی وارث عصبہ ہو تو مولی اعلی کو میراث نہین ملیگی اگرچہ وہ وارثون کی فہرست مین مندرج ہی - م - اور وارثون کے تین اقسام ہین - ۱ - اصحاب الفرائض - ۲ - عصبات - ۳ - ذوی الارحام - المبسوط - اصحاب الفرائض وہ وارث ہین جنکے واسطے اللہ تعالی نے نصف و ثلث وغیرہ حصص مفروض کر دیے ہین اور بعض کے لیے ایک حالت مین مثلاً نصف ہی اور دوسری حالت مین چہارم ہی حتی کہ وہ اس جہت سے کل مال کے مستحق نہین ہین - اور عصبات وہ وارث ہین کہ اصحاب فرائض کر دیکر جو کچھ بچے وہ سب انکے واسطے ہی تو کبھی کم اور کبھی زیادہ بچتا ہی اور انمین مین مولی عتاقہ و موالات داخل ہی - اور ذوی الارحام کے معنی وہ لوگ جنکو رحمی قرابت ہی اور انکو بھی بطور عصبہ ہی کے میراث پہونچتی ہی اور کبھی ایک وارث مین دو جہت ہوتی ہین کہ ایک راہ سے وہ اصحاب الفرائض مین ہی اور دوسری راہ سے عصبہ ہی لیکن واضح ہو کہ استحقاق ترکہ مین ترتیب رکھی گئی ہی - م - اور ترکہ کے مستحق ترتیب وار دو قسم اقسام ہین - اختیارہ پھر بعضے وارث تو کبھی محروم نہین ہوتے ہین اور بعضے کبھی پاتے اور کبھی محروم ہو جاتے ہین لہذا ترتیب واربیان مین اسکا لحاظ رکھنا چاہیے - م - پس پہلے اصحاب الفرائض کو دینا شروع کیا جاوے ۲ - پھر انکے بعد عصبات ہین اور عصبات مین یہ ترتیب ہی کہ عصبہ قرابتی مقدم ہی - ۲ - پھر اگر وہ نہو تو عصبہ سببی مین سے مولی عتاقہ - ۴ - پھر اگر مولی عتاقہ مر چکا ہو تو جو اسکا عصبہ اعلی موجود ہو - ۵ - پھر اگر وہ بھی نہو تو میت کے قرابتی اصحاب فرائض کو بقدر انکے حقون کے واپس دیا جاوے - ۶ - پھر اسکے بعد ذوی الارحام کا درجہ ہی پھر انکے بعد مولی الموالات ہی - ۸ - پھر وہ شخص جس شخص پر اپنے نسب کا اقرار کیا اسطرح کہ اسکے اقرار سے نسب ثابت نہوا لیکن مقر اپنے اقرار پر جما رہا یہان تک کہ مر گیا - مثلاً کسی کو بھائی یا بہن بتلایا - ۹ - پھر وہ موصی لہ جسکے لیے کل مال کی وصیت کی تھی - ۱۰ - پھر بیت المال ہی - الکافی ہ - باقی رہا مختصر بیان دلائل پس قولہ تعالی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین - آخر تک رکوع مین دلائل اصحاب فرائض موجود ہین - حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ فرائض کو صاحبان فرائض سے لاحق کرو پھر جو کچھ بچے وہ اولی ذکر کے واسطے ہی - رواہ البخاری و مسلم اور روایت مین معلوم ہوا کہ جب لڑکا و لڑکی جمع ہون تو لڑکی اپنے بھائی کے ساتھ مین عصبہ ہو جاتی ہی باین معنی کہ تین سہام مین سے ایک لڑکی اور دو لڑکا پاتا ہی - پس اصحاب فرائض مقدم ہین - بعد انکے اقرب عصبہ نسبی کی دلیل حدیث متفق علیہ - حدیث ام المومنین عائشہ و ابن عمر رضی اللہ عنہما مین ہی کہ ولاء اسی کے واسطے جسنے آزاد کیا متفق علیہ - اپنے آزاد کیے ہوئے کی میراث کا حکم پوچھنے والے کو فرمایا کہ اگر اسکا عصبہ نہو تو اسکی میراث تیرے واسطے ہی - رواہ عبد الرزاق عن الحسن مرسلا - حدیث دختر حمزہ رضی اللہ عنہما مین ہی کہ آپ نے دختر حمزہ کو اسکے مولی یعنے آزاد کیے ہوئے سے میراث دلوائی - رواہ النسائی و ابن ماجہ - و رواہ الدارقطنی عن ابن عباس رض - پس معلوم ہوا کہ عصبہ نسبی کے بعد مولاے عتاقہ کا درجہ ہی - حدیث مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسکا کوئی وارث نہین مین اسکا وارث ہون اسکی طرف سے جرمانہ خطا کا دونگا اور اسکا وارث ہونگا - رواہ ابو داؤد

والنسائی وابن ماجہ وابن حبان - مراد یہ کہ موالات لیکن میراث بیت المال ہی اور حدیث کے واسطے شرح طویل ہی ۱۲

فصل - اصحاب فرائض کے بیان مین - ذی فرض ہر وہ وارث ہی جسکے واسطے کوئی حصہ مقدر ہو خواہ قرآن مجید مین یا حدیث شریف مین یا بالاجماع - الاختیار - ذوی الفروض بارہ ہین ازانجملہ دس نسبی ہین اور دو سببی ہین پھر دس نسبی مین سے تین مرد ہین اور سات عورتین ہین - خزانۃ المفتین - مرد باپ - دادا - اور مادری بھائی ہین - عورتین - دو دختر - دختر پسر - مان - جدہ صحیحہ - مان باپ سے بہن - باپ سے بہن - مان سے بہن - اور سببی مین صرف شوہر و زوجہ ہین - واضح ہو کہ جن بھائی بہنون کے مان باپ ایک ہون انکو اعیانی کہتے ہین اور جو فقط باپ کی طرف سے ہو یعنے باپ ایک ہی اور مان دو ہین وہ علاتی ہین اور جو فقط مان کی طرف ہون اسطرح کہ مان نے بعد شوہر اول کے دوسرے شوہر سے نکاح کیا تو اخیافی کہلاتے ہین م-

(باپ کا حال)

اول یہ کہ جب میت کا پسر ہو یا پسر کا پسر جاہے جسقدر نیچا ہو یعنی پسر کے پسر کا پسر وعلی ہذا القیاس - تو باپ کے واسطے صرف چھٹا حصہ فرض ہی - دوم یہ کہ جب سوائے باپ کے میت نے کوئی وارث نہین چھوڑا تو باپ کو کل مال بطور عصبہ ملیگا - اسی طرح اگر ایسے وارث چھوڑے جنکے واسطے فرض حصہ ہی تو انکے فرائض دیکر باقی باپ کے واسطے بطور عصبہ ہی اور یہ اسطرح کہ میت نے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہین چھوڑا بلکہ مثلاً زوجہ و مان چھوڑی تو زوجہ کو چہارم و مان کو تہائی دیکر باقی سب باپ کے واسطے بطور عصبہ ہی - پس حال اول مین محض ذی فرض ہی - اور حال دوم مین محض عصبہ ہی - سوم یہ کہ ذی فرض وعصبہ دونون ہو اسطرح کہ میت نے بیٹی و پوتی چھوڑی یعنے اپنی اولاد مونث یا اپنے پسر کی اولاد مونث چھوڑی اگرچہ ذوی الفروض مین سے کوئی اور بھی ہو تو اس صورت مین باپ کے واسطے چھٹا حصہ بطور فرض کے اور دختر میت کے لیے جب ایک ہو تو نصف اور زیادہ ہون یا دختر میت کے ساتھ پوتی ہو تو دو تہائی دیکر باقی بھی باپ کو بطور عصبہ ملیگا -

(دادا کا حال)

دادا یعنی جد صحیح - اور اسکے نسب کا کلیہ ہی کہ میت کا نسب اسکے ساتھ لگانے مین مان درمیان مین نہ آوے اگرچہ وہ اسکے درجہ کا ہو جیسے میت کے باپ کا باپ - میت کے باپ کے باپ کا باپ - علی ہذا القیاس اور اگر میت کی نسبت لگانے مین مان درمیان مین آوے تو وہ جد فاسد ہوتا ہی اور وہ یہان مراد نہین ہی - جیسے میت کے مان کا باپ میت کے باپ کی مان کا باپ - علی ہذا القیاس - پھر جد صحیح یعنی دادا جب میت کا باپ موجود ہو تو وارث نہین ہوتا ہی اور باپ نہو تو وہ باپ کے مثل ہی لیکن اتنا فرق ہی کہ دادا کے ساتھ مین میت کی مان ہو تو مان کو کل سے تہائی مل جاتا ہی اور وہ باپ کی مان کو محجوب نہین کرتا ہی اور وہ مثل باپ کے سب قسم کے بھائی بہنون کو محجوب کرتا ہی اور یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی - اور اسی پر فتوی ہی - الکافی - ہ -

(مادری بھائی کا حال)

اگر اکیلا ہو تو اسکے لیے چھٹا حصہ ہی اور اگر دو یا زیادہ ہون تو سب کے لیے ایک تہائی ہی اور اگر مادری بھائیون کے ساتھ بہنین مادری ہون تو یہ سب اسی تہائی مین مساوی حقدار ہونگے یعنی انمین عورت و مرد کا حصہ برابر ہی اور یہ لوگ میت کے فرزند و پسر میت کی اولاد ہوتے ہوئے ساقط ہو جاتے ہین اگرچہ نیچے درجہ پر ہو - اور باپ دادا کے ساتھ بھی ساقط ہو جاتے ہین اور اسمین اتفاق ہی - السراجیہ - دلائل مختصر یہ کہ اللہ تعالے نے فرمایا

Marfat.com

ولا بویہ لکل واحد منہما السدس ان کان لہ ولد۔ یعنی اگر میت کا فرزند ہو خواہ لڑکا یا لڑکی تو اسکے والدین مین سے ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرزند کے ہوتے ہوئے وارث ہی لیکن جب میت کی دختر یا پسر میت کی دختر ہو تو آیت کریمہ سے دختر کا نصف اور دو یا زیادہ کا دو تہائی فریضہ ثابت ہوا ہی پس مال باقی رہیگا تو بمنے حدیث صحیح باقی کہ صاحبان فرائض کو انکا فرض دیدو پھر جو باقی رہے وہ اولی ذکر کے واسطے ہی چنانچہ اور گیگی پس اولی ذکر یعنی سب سے مقدم عصبہ تو پسر یا اسکا پسر نیچے تک ہوتا ہی اور بعد پسر کے باپ ہی تو دختر کو دیکر کے باقی بھی باپ کو بطور عصبہ ملا۔ اور مادری بھائی بہنون کے واسطے دلیل قولہ تعالے وان کان رجل یورث کلالۃ الآیۃ ہی اور کلالہ وہ میت کہ بیٹا بیٹی یا باپ کچھ چھوڑے لہذا دادا چھوڑے تو اختلاف ہوا پس صاحبین کے نزدیک دادا کے ساتھ مین یہ لوگ وارث ہونگے اور امام رح کے نزدیک باپ کے مثل دادا ہی تو وارث نہونگے اور اسی پر فتوی ہی۔ رہا ذوی الفروض مین ایک مرد سببی اور وہ شوہر ہی

(بیان شوہر)

اسکے واسطے دو حال ہین اور کبھی ساقط نہین ہوتا۔ حال اول یہ کہ جب زوجہ میت کا فرزند یا اسکے پسر کا فرزند نہو حتی کہ نیچے درجہ پر بھی نہو تو شوہر کے واسطے نصف ترکہ ہی اور اگر فرزند یا پسر کی اولاد اگرچہ نیچے درجہ پر ہو تو شوہر کے واسطے چہارم ہی۔ السراجیہ۔ اور یہی قولہ تعالی ولکم نصف ما ترک ازواجکم الآیۃ مین منصوص ہی۔ رہا بیان عورتون کا

(زوجہ کا بیان)

اسکے واسطے بھی دو حالتین قولہ تعالے ولہن الربع مما ترکتم الآیۃ مین منصوص ہین یعنی ایک یہ کہ فرزند یا پسر کی اولاد نیچے تک نہو تو زوجہ کے واسطے چہارم ہی پس اگر اکیلی ہو تو کل چہارم اسی کے واسطے ہی ورنہ چار تک جسقدر ہون سب بانٹ لین۔ اور دوم یہ کہ فرزند یا پسر کی اولاد ہو اگرچہ نیچے درجہ پر ہو تو زوجہ یا زوجات کے واسطے آٹھوان حصہ ہی جسمین سب مساوی شریک ہونگے۔ اور وہ کبھی ساقط نہین ہوتی ہی۔ (فائدہ)۔ زوجہ کا مہر باقی ہو تو وہ قرضہ ہی پس ترکہ سے پہلے ادا کیا جائیگا۔

(دختران صلبی)

یعنی میت کے نطفہ سے جو بیٹیان ہون خواہ میت باپ ہو یا مان ہو۔ م۔ انکے تین حالات ہین۔ ایک یہ کہ دختر صلبی اکیلی ہو تو اسکے لیے نصف ترکہ ہی۔ دوم یہ کہ دو ہون یا زیادہ ہون تو انکے واسطے دو تہائی ہی۔ س جبکہ پسر نہو۔ م۔ سوم یہ کہ دختر کے ساتھ مین پسر ہو تو دختر بھی عصبہ ہو جائیگی یعنے باقی مال مین پسر کو دختر سے دوچند کے حساب سے لیگا۔ س۔ دلیل یہ کہ قولہ تعالی ان کانت واحدۃ فلہا النصف۔ یہ خاص واحدہ کے لیے ہی اور اگر اسکے ساتھ مین پسر ہو تو فرمایا۔ للذکر مثل حظ الانثیین۔ یعنی پسر کو دو دختر کے برابر ہی۔ پس اگر پسر و دختر ہو تو پسر کے لیے دو تہائی ہی اور دختر کے لیے تہائی ہی۔ اس نص مین دلالت ہی کہ فقط دو دختر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہی جیسے ایک پسر کے لیے تھا اور دو سے زیادہ کے لیے فرمایا۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا ما ترک۔ یعنی اگر دو سے زیادہ دختر ہون تو انکے لیے دو تہائی ترکہ ہی۔ اب اوپر کے حکم سے ملا کر معلوم ہوا کہ دو ہون یا دو سے زیادہ ہون بہرحال دو تہائی ترکہ پاوینگی۔ اور قولہ للذکر مثل حظ الانثیین۔ سے نکلا کہ جب پسر کے ساتھ مین دختر ہو تو وہ عصبہ ہو جاتی ہی اور پسر اسکے حصہ کو کم کر دیتا ہی۔

(بیان دختران پسر)

انکے واسطے چھ حال ہین - تین حال یہی ہین جو دختران صلبی مین مذکور ہوے ہین اور تین حال دیگر ہین پس جملہ چھ احوال ہین - اول یہ کہ جب صلبی دختر نہون تو ایک کے لیے نصف ہی - دوم صلبی نہو تو دو کے واسطے یا زیادہ کے واسطے دو تہائی ہی جبکہ پسر نہو اور اسپر اجماع ہی - سوم ایک دختر صلبیہ اور ایک دختر پسری موجود ہی تو دو کے لیے دو تہائی چاہیے اسمین سے صلبیہ واحدہ کے لیے نصف ہی اور باقی چھٹا حصہ دختر پسری کے لیے ہی خواہ ایک ہو یا زیادہ ہو اور یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فتوی دیا جیسا کہ صحیح بخاری مین ہی - چہارم یہ کہ صلبیہ دو دختر کے ساتھ مین دختر پسر ہو تو وہ وارث نہوگی - کیونکہ دو تہائی دونون دختران صلبیہ نے لی تو دختر پسری کے لیے کچھ باقی نہین رہا - پنجم یہ کہ اگر دختر پسری کے ساتھ مین اسکا بھائی ہو اور میت کل صلبی پسر مذارد ہی یا یہ لڑکا اس سے نیچے ہو مثلاً پسر کے پسر کا پسر ہو وعلی ہذا القیاس تو یہ لڑکا انکو عصبہ کریگا کیونکہ میت کا صلبی پسر نہو تو پسر کا پسر جہان نیچے درجہ پر ہو وہ مثل پسر صلبی کے عصبہ ہوتا ہی اور پسر اپنی بہن کو اپنے ساتھ مین عصبہ کرلیتا ہی - لہذا دونون دختر صلبیہ کو دیکر جو مال باقی کہ پسر کے پسر اسفل کے واسطے ہوا وہ اپنے ساتھ مین ان دخترون کو مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے شریک کریگا - ششم یہ کہ پسر کی دختر بوقت میت کا پسر موجود ہونے کے ساقط ہوجاتی ہین خواہ ان دخترون کا باپ موجود ہو یا میت کا دوسرا پسر موجود ہو - اسواسطے کہ پسر عصبہ ہی خواہ اسکی بہن ہو یا نہو تو دختران پسر کے واسطے کچھ باقی نہین رہا بخلاف دختر میت کے کہ وہ فرضی حصہ دار ہی جبکہ پسر نہو - اور صورت مسئلہ کے واسطے مثال مفید ذکر کی جاتی ہی - ایک میت زید کے پسر خالد کے واسطے شعیب وسلیمہ ہین اور پسر کے پسر شعیب کے لیے بکر وکریمہ ہین - اور پسر کے پسر کے پسر بکر کے واسطے جمیل وجمیلہ ہین پھر سب پسر مرگئے اور سب دختر باقی ہین -

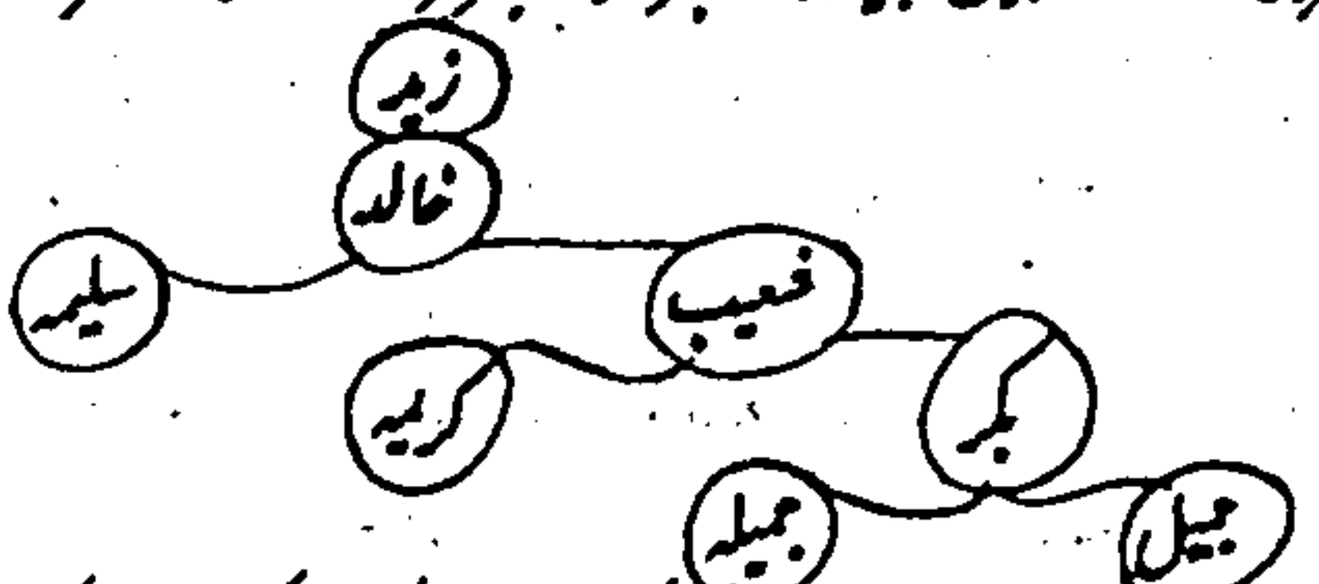

پس سلیمہ کے مقابل مین کوئی نہین کیونکہ شعیب مرچکا تو اسکو نصف ترکہ ملا اور دو تہائی مین سے باقی چھٹا حصہ کریمہ کو ملیگا تاکہ دو تہائی پوری ہوجاوے اور اگر کریمہ کا بھائی بکر زندہ ہو تو وہ باقی نصف کو اپنے وکریمہ کے درمیان بطور عصبہ تقسیم کریگا اور بکر کی اولاد ساقط ہین اور اگر بکر مرگیا لیکن جمیل زندہ ہی تو کریمہ کو چھٹا حصہ دیکر باقی تہائی درمیان جمیل وجمیلہ کے بطور عصبہ کے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگی اسواسطے کہ سلیمہ وکریمہ کو انکا فرض دیکر باقی ترکہ کا مستحق جمیل بطور عصبہ ہی کہ وہ میت کے پسر کے پسر کا پسر ہی اور اسلیے اپنی بہن کو عصبہ کرلیا -

(ماں وباپ کی طرف سے سگی بہنون کا بیان)

اعیانی بہنون کے واسطے پانچ احوال ہین - ایک یہ کہ عینی ایک بہن ہو تو اسکے واسطے نصف ہی - لقولہ تعالے وله اخت فلها النصف - اور مراد عینی بہن ہی یا علاتی کیونکہ مادری بہن کا حکم علاحدہ بیان فرمایا ہی پھر عینی وعلاتی مین سے

Marfat.com

عینی مقدم ہی- دوم یہ کہ دو یا زیادہ ہون تو انکے واسطے دو تہائی ہی- سوم یہ کہ انکے ساتھ مین عینی بھائی ہو تو عصبہ ہین کہ مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ملیگا- چہارم عینی بہن کے ساتھ مین میت کی صلبیہ بیٹی ہو تو بیٹی کا نصف دیکر باقی بہنون کے واسطے ہی اور دو بیٹیان ہون تو دو تہائی دیکر باقی بہن یا بہنون کے لیے ہی پنجم- میت کی صلبیہ بیٹی نہین مگر پسر میت کی بیٹی یا بیٹیان ہین یا پسر کے پسر کی بیٹیان کتنی ہی نیچی ہون تو بھی حکم وہی ہوگا جو صلبیہ بیٹی کی صورت مین ہی- الکافی ص-

(علاتی یعنے پدری بہنون کا بیان)

جب عینی بہن نہون تو علاتی بہنون کا حکم مثل عینی بہنون کے ہی- الاختیار- پس عینی بہنون کے ساتھ مین علاتی ساقط ہین ص- اور اگر عینی ایک بہن ہو تو اسکو نصف دیکر دو تہائی پوری کرنے تک جو رہا یعنی چھٹا حصہ وہ علاتی بہن یا بہنون کے واسطے ہوگا اور اگر عینی کوئی نہو تو علاتیون سے ایک کے لیے نصف اور دو کے لیے دو تہائی ہی- لیکن اگر عینی بہنین موجود ہون اور علاتیون کے ساتھ مین علاتی بھائی ہو تو عینی واحدہ یا زیادہ کو انکا فرض دیکر جو بچے اسکے واسطے علاتی بھائی عصبہ ہی پس وہ اپنی بہنون کو اپنے ساتھ عصبہ کریگا حتی کہ جو کچھ ترکہ رہا وہ ان علاتی بھائی بہنون مین مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر میت کی دختر صلبی یا پسری دختر ہو خواہ نیچی کیون نہو تو اسکا فرض دیکر بچے وہ علاتی بہن یا بہنون کے لیے ہی جبکہ عینی بہن نہین ہی- الکافی

(اخیافی یعنے مادری بہنون کا بیان)

ایک ہو تو اسکے واسطے چھٹا حصہ ہی اور دو یا زیادہ ہون تو انکے واسطے تہائی ہی- س ص- واضح ہو کہ سب بھائی بہنین جب میت کا بیٹا یا پوتا یا پڑوتا موجود ہو اگرچہ نیچا ہو یا باپ موجود ہو تو بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہین اور جب دادا موجود ہو تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ساقط ہوتے ہین- اور علاتی بھائی بہن جیسے اپنے ساتھ مین محروم ہوتے ہین اسی طرح عینی بھائی کے ساتھ محروم ہوتے ہین اور مادری بھائی بہن بوجہ فرزندیت کے اگرچہ دختر ہو ساقط ہوتے ہین اور بوجہ باپ و بوجہ دادا کے بھی بالاتفاق ساقط ہوتے ہین- الکافی

(مان کا بیان)

میت کی مان کے تین حالات ہین- ۱- یہ کہ جب میت کی لڑکی لڑکا ہو یا پسری اولاد ہو یا کسی قسم کے دو بھائی بہن ہون تو مان کے واسطے چھٹا حصہ ہی- ۲- جب انمین سے کوئی نہو تو مان کے واسطے کل ترکہ کی تہائی ہی- ۳- میت شوہر کی زوجہ ہو یا میت زوجہ کا شوہر ہو تو زوجہ یا شوہر کا فرض کال دینے کے بعد باقی کی تہائی میت کی مان کے لیے ہی- ص س- اور یہ دو جگہ ہی ایک یہ کہ زوجہ مری اور اسنے شوہر و والدین چھوڑے- دوم یہ کہ شوہر مرا اور اسنے والدین و زوجہ چھوڑی تو اس صورت مین شوہر یا زوجہ کا حصہ نکالنے کے بعد باقی کی تہائی میت کی مان کو ملیگی اور جو کچھ بچا وہ سب باپ کے واسطے ہی اور یہی جمہور کا قول ہی اور اگر بجاے باپ کے دادا ہو تو مان کو کل مال کی تہائی ملیگی الکافی- اور باقی دادا کے واسطے ہی- اور حساب صورت اول یہ کہ ترکہ کے ۶- حصہ کیے جاوین جنمین سے نصف- ۳- سہام شوہر کو دین اور باقی ۳- مین سے تہائی کا ایک سہم مان کو اور باقی دو سہام باپ کے ہین اور اگر اس صورت مین دادا ہو تو شوہر کو ۳- اور مان کو ۲- سہام دیکر باقی ایک سہم دادا کے لیے ہی- صورت دوم کا حساب یہ کہ شوہر کا ترکہ چار سہام کرکے زوجہ کو چہارم ایک سہم دیا جاوے اور باقی ۳- کی تہائی ایک سہم مان کو دیا جاوے اور باقی ۲ سہام باپ کے ہین

Marfat.com

اور اگر اس صورت مین دادا ہو تو ترکہ مخصوصہ کے ۱۲- سہام کرکے زوجہ کو ۳- اور مان کو ۴- دیکر باقی پانچ سہام دادا کے لیے اون ۵-

(جدہ صحیحہ کا بیان)

یعنے جو فاسدہ نہو اور جدہ فاسدہ وہ ہوتی ہی کہ میت کی نسبت لگانے مین دو مان کے درمیان باپ آوے جیسے میت کی مان کے باپ کی مان- جدہ فاسدہ ہی اور اگر درمیان مین باپ نہ آوے تو جدہ صحیحہ سمجھو جیسے میت کی مان کی مان اگرچہ اونچی ہو مثلاً میت کی مان کی مان کی مان- علی ہذا القیاس- اور جیسے میت کے باپ کی مان اور میت کے باپ کے باپ کی مان اور میت کے باپ کے باپ کے باپ کی مان علی ہذا القیاس- کہ یہ سب جدات صحیحہ ہین- اور جدہ صحیحہ کے واسطے چھٹا حصہ ہی خواہ ایک ہو یا زیادہ ہون پس سب اسی چھٹے حصہ مین مشترک ہو جاوینگے بشرطیکہ درجہ مین ثابتہ متحاذیہ ہون- الکافی- یعنی قرب مین باہم مقابل پڑین و ساقط نہون مثلاً میت کی مان کی مان- اور میت کے باپ کی مان- دونون متحاذی تو چھٹے حصہ مین دونون شریک ہونگے جبکہ زندہ ہون اور کوئی ساقط نہو اور اگر ایک جدہ کو میت سے دو جہت سے قرابت ہی اور دوسرے کو صرف ایک ہی جہت سے قرابت ہی تو بھی دونون باہم برابر شریک ہونگے اور اسی پر فتوی ہی- المغرات ۱۲

(بیان فرائض مقدرہ)

کل مقادیر چھ ہین جو دو سلسلہ حسابی مین منحصر ہین- سلسلہ اول- نصف- چہارم- آٹھوان اور یہ سب (۸) سے نکلتے ہین چنانچہ اگر ترکہ مین یہی حصص جمع ہون تو ترکہ ۸- حصہ کرکے سب نکال سکتے ہین- سلسلہ دوم- دو تہائی- تہائی- چھٹا- اور یہ سب- (۶) سے نکلتے ہین- چنانچہ چھٹا حصہ- ایک ہی اور تہائی دو ہی اور دو تہائی ۴- ہی- جیسے اول مین ۸ سے آٹھوان ایک اور چہارم- ۲- اور نصف چار ہی لیکن کبھی بعض سلسلہ اول کا اور بعض سلسلہ دوم کا جمع ہوتا ہی تو مخرج دیگر نکالنا پڑتا ہی مثلاً ترکہ مین سے چھٹا و آٹھوان دینا منظور ہی تو لامحالہ ۸ و ۶- مین سے ایک کے نصف کو دوسرے مین ضرب دیکر مخرج نکالو اور وہ (۲۴) ہی جسکا آٹھوان ۳- اور چھٹا ۴- ہی- چنانچہ طریقہ آتا ہی- پس جان رکھنا چاہیئے کہ موافق بیان فرائض کے جو اصحاب الفروض مین گزرا ہی- نصف پانچ اصناف کا فرض ہی ۱- شوہر جبکہ زوجہ میت کا صلبی فرزند یا پسری فرزند نہو- ۲- دختر صلبیہ- ۳- دختر پسری جبکہ دختر صلبیہ نہو- ۴- عینی بہن- ۵- علاتی بہن جبکہ عینی بہن نہو اور چہارم دو صنف کا فریضہ ہی- ۱- شوہر جبکہ میت کا فرزند یا پسری اولاد ہو- ۲- زوجہ جبکہ میت کا فرزند اور پسری اولاد نہو- اور آٹھوان حصہ فقط زوجہ یا زوجات کا فریضہ ہی جبکہ شوہر میت کی اولاد یا پسری اولاد ہو- اور دو تہائی چار اصناف کا فریضہ ہی- ۱- دو دختر صلبیہ یا زائد ہون جبکہ پسر نہو- ۲- دو یا زیادہ دختران پسری کا جبکہ صلبیہ دختر نہون- ۳- ان باپ سے عینی دو بہنون یا زیادہ کا جبکہ انکا بھائی نہو- ۴- علاتی دو بہنون یا زیادہ کا جبکہ عینی بہنین نہون- اور ایک تہائی دو صنف کا فریضہ ہی- ۱- ام جبکہ میت کی اولاد یا پسری اولاد نہو اور نہ دو بھائی یا بہنین ہون- ۲- ادری اولاد دو یا زیادہ کا خواہ مذکر ہون یا مؤنث ہون- اور چھٹا حصہ سات اصناف کا فریضہ ہی ۱- باپ جبکہ میت کی اولاد یا پسری اولاد ہو- ۲- اسی طرح دادا کا فریضہ ہی جبکہ باپ نہو- ۳- یہی مان کا فریضہ جبکہ میت کے اولاد یا پسری اولاد ہو یا دو بھائی یا بہنین ہون- ۴- یہی جدہ یا جدات کا فریضہ جبکہ جمع وارث ہون ۵- دختر پسری کا فریضہ جبکہ ایک دختر صلبیہ کے ساتھ ہو تاکہ دو تہائی کا تکملہ ہو جاوے- ۶- پدری بہن جبکہ عینی بہن

Marfat.com

ساتھ جمع ہو۔ ۷۔ مادری اولاد ایک خواہ بہن ہو یا بھائی ہو۔ خزانۃ المفتین۔

فصل۔ عصبات کے بیان مین۔ عصبہ ہر وہ کہ جسکا حصہ کوئی مقدر نہین بلکہ اصحاب فرائض کو دیکر جو کچھ بچے اسکے واسطے ہی اور جب وہی تنہا ہو تو کل مال لے لے۔ الاختیار۔ عوبت عصبہ نہین ہوتی مگر باتبع اور اصل مین مرد عصبہ ہی۔ م۔ عصبہ دو قسم ہین ایک عصبہ نسبی اور دوم عصبہ سببی۔ پھر عصبہ نسبی کے تین اقسام ہین۔ ایک بذات خود عصبہ۔ اور وہ ہر مذکر کہ میت کی نسبت مین درمیان مین کوئی عورت نہ آوے اور چار اصناف ہین۔ ۱۔ جزء میت ۲۔ اصل میت مانند پدر وغیرہ۔ ۳۔ باپ کا جزء۔ ۴۔ دادا کا جزء۔ البتبین۔ عصبات مین جو سب سے اقرب ہی وہی بیٹا ہی اور سب سے اقرب میت کا بیٹا۔ پھر بیٹے کا بیٹا۔ اگرچہ نیچا ہو یعنے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا۔ وعلی ہذا القیاس پھر باپ۔ پھر باپ کا باپ اگرچہ بہت اونچا ہو یعنی باپ کے باپ کا باپ۔ وعلی ہذا القیاس۔ پھر باپ وہان سے عینی بھائی۔ پھر علاتی بھائی۔ پھر عینی بھائی کا بیٹا۔ پھر علاتی بھائی کا بیٹا۔ پھر ایک ماں باپ سے چچا یعنی میت کے باپ کا عینی بھائی۔ پھر باپ کا علاتی بھائی۔ پھر عینی چچا کا بیٹا۔ پھر علاتی چچا کا بیٹا۔ پھر باپ کا چچا عینی یعنی سگے دادا کا سگا بھائی۔ پھر باپ کا علاتی چچا۔ پھر باپ کے عینی چچا کا بیٹا۔ پھر باپ کے علاتی چچا کا بیٹا۔ پھر دادا کا چچا۔ علی ہذا القیاس۔ المبسوط۔ اگر ایک ہی درجہ مین جماعت عصبات جمع ہوئے تو مال انپر باعتبار ابدان کے تقسیم ہوگا نہ باعتبار اصول کے۔ مثال یہ کہ میت کے ایک بھائی کا ایک بیٹا موجود ہی اور دوسرے بھائی کے دس بیٹے موجود ہین تو مال کے گیارہ حصہ ہونگے کہ ہر ایک کو ایک سہم دیا جائیگا۔ الاختیار۔ اور اگر اصول کا اعتبار ہوتا تو ایک بھائی کے لیے نصف اور دوسرے کے لیے نصف ہوکر ایک کا نصف اسکے پسر کو دیا جاتا۔ اور دوم کا نصف اسکے دس بیٹون کو دیا جاتا۔ لیکن یہ نہین ہوا بلکہ گیارہ حصہ ہوکر ہر ایک کو حصہ واحدہ دیا جاوے۔ یہ بیان عصبات کا بیان ہی کہ جو بذات خود عصبہ ہوتے ہین اور انمین جو سب سے اقرب موجود ہو وہ ابعد کو محجوب کرتا ہی اور ایسے عصبہ کو عصبہ ذاتی کہتے ہین م۔ قسم دوم وہ عصبہ جو غیر کی وجہ سے عصبہ ہو جاوے اور وہ ہر عورت ہی جو اپنے مقابل مذکر کی وجہ سے عصبہ ہو جاوے اسکو عصبہ بالغیر کہتے ہین۔ اور یہ چار عورتین ہین ۱۔ دختر جو پسر کی وجہ سے عصبہ ہو۔ ۲۔ پسری دختر جو پسری پسر کی وجہ سے ہو۔ ۳۔ عینی بہن جو عینی بھائی کی وجہ سے ہو۔ ۴۔ علاتی بہن جو علاتی بھائی کی وجہ سے ہو۔ الحاوی للقدسی۔ اور باقی عصبات خود میراث لے لیتے ہین اور اپنی بہنون کو شریک نہین کرتے ہین اور وہ بھی چار ہین۔ ۱۔ چچا۔ ۲۔ چچا کا بیٹا۔ ۳۔ بھائی کا بیٹا۔ ۴۔ آزاد کرنے والے کا بیٹا۔ خزانۃ المفتین۔ قسم سوم وہ عصبہ جو غیر کے ساتھ مین عصبہ ہو جاوے اسکو عصبہ مع الغیر کہتے ہین۔ اور وہ ہر عورت کہ دوسری عورت کے ساتھ مین عصبہ ہو جاوے جیسے عینی بہنین یا علاتی بہنین جو میت کی دختر ون یا پسری دختر ون کے ساتھ مین عصبہ ہو جاتی ہین۔ محیط السرخسی۔ بحدیث کہ بہنون کو بیٹون کے ساتھ مین عصبہ کردیا۔

مثال۔ یہ کہ میت نے ایک دختر چھوڑی اور ایک عینی بہن اور علاتی ایک بھائی یا زیادہ چھوڑے تو دختر کے ساتھ مین عینی بہن عصبہ ہو گئی۔ پس نصف ترکہ دختر کو ملا اور باقی عصبہ بہن کو مل گیا اور علاتی بھائی محروم رہے۔

مثال دیگر۔ زید کی ماں نے بعد وفات زید کے والد کے زید کے چچا سے نکاح کیا اور اس سے خالد پیدا ہوا اور چچا کا ایک بیٹا بکر بھی دوسری زوجہ سے ہی پھر زید مرا اور اسنے فقط خالد و بکر دو نون چچازاد بھائیون کو چھوڑا جنمین سے خالد اسکا مادری بھائی بھی ہی تو زید کے ترکہ مین سے خالد کو چھٹا حصہ فریضہ بطور مادری بھائی کے ملیگا اور باقی میراث کے لیے خالد و بکر دو نون عصبہ ہین پس باقی ان دونون مین نصفا نصف ہوگی۔ تقسیم یہ کہ میراث زید کے ۱۲۔ سہام

کیے جاوین جنین سے خالد کو دو سہام بلور فریضہ دین اور باقی دس سہام دونون کو نصفا نصف دین تو خالد کو کل سات سہام ملینگے اور بکر کو پانچ سہام ملینگے - **مثال دیگر** - ہندہ مری اور اسنے چچا کے دو بیٹے خالد و بکر چھوڑے جنکے سوائے کوئی وارث نہین ہی لیکن خالد اسکا شوہر بھی ہی تو میراث کے چار حصہ کرکے اسمین سے دو سہام خالد کو فریضۂ شوہر ملینگا اور باقی ان دونون مین بلور عصبہ کے نصفا نصف ہوگا پس خالد کو جملہ ۳ - سہام اور بکر کو ایک سہم ملیگا - م - انحرافہ - ایک مرد نے اپنی زوجہ حاملہ کو زنا کا اتہام دیا اور گواہ نہین ہین حتے کہ قاضی نے باہمی لعان کے بعد دونون مین جدائی کی اور بچہ کا نسب اسکے شوہر سے منقطع کیا تو یہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو فقط اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ ملاعنہ یعنی لعان کرنے والی عورت کا بچہ گو یا بدون باپ کے ہوتا ہی پس ولد الملاعنہ کے عصبہ اسکی ماں کے قرابتی ہوتے ہین - اور اسی طرح ولد الزنا کے واسطے بھی گو یا باپ نہین ہی تو ولد الزنا کے عصبہ بھی اسکی ماں کے قرابتی ہین پس حکم یہ نکلا کہ ولد الملاعنہ و ولد الزنا کے عصبہ اپنی اپنی ماں کے قرابتی ہین کہ وہی اسکے وارث ہونگے اور یہ بچہ بھی انکا وارث ہوگا پس یہ جو سابق مین مذکور ہوا کہ ولد الزنا کے واسطے میراث نہین ہی تو معنی یہ کہ اسکے باپ سے یعنی جسکے نطفہ سے پیدا ہوا ہی وہ شرعًا اسکا باپ بحق میراث نہوگا اگرچہ وہ مدعی ہو لیکن ولد الملاعنہ کا باپ اگر مدعی ہو تو نسب ثابت و میراث قائم ہو جائیگی اور اگر مدعی نہوا تو کچھ نہوگا - لیکن ولد الزنا و ولد الملاعنہ اپنی ماں و اسکے قرابتیون سے میراث پاوینگے اور وہ بھی اسکے وارث ہونگے م - ھ - اگر ولد الملاعنہ نے وفات پائی اور ایک دختر و مان چھوڑی اور وہ مرد چھوڑا جسنے لعان کیا ہی یعنے اپنی مان ملاعنہ اور اسکا شوہر ملاعن چھوڑا اور اپنی ایک دختر چھوڑی تو دختر کے واسطے نصف ہوگا اور مان کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا اور ملاعن کو کچھ نہین ملیگا بلکہ جو باقی رہا وہ بھی اسکی دختر و مان پر حصہ رسد پھیر دیا جائیگا - گو یا باپ ہی نہین ہی - اور صورت تقسیم یہ ہی کہ ترکہ کے ۶ - سہام کرکے دختر کو ۳ - اور مان کو ایک سہم دیکر باقی دو سہام بھی انھین دونون کو حصہ رسد بحساب مذکور دیے جاوین اور یہ حساب آیندہ انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگا - اسی طرح اگر دختر و مان کے ساتھ مین اسنے زوجہ چھوڑی ہو یا ولد الملاعنہ لڑکی تھی کہ اسنے دختر و مان کے ساتھ مین شوہر چھوڑا مع ملاعن کے تو ملاعن گو یا کچھ نہین ہی اور زوجہ یا شوہر اور دختر و مان اپنا اپنا فرضہ لے لین اور باقی صرف دختر و مان پر رد کر دیا جائیگا **مثال دیگر** - اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اسنے اپنی مان و ملاعن شوہر کا بچہ اور مان کے دوسرے شوہر کا فرزند چھوڑا جو اسکا مادری بھائی یا بہن ہوگا تو مان کو تہائی ملیگا اور مادری بھائی یا بہن کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی بھی انھین دونون پر رد کر دیا جائیگا اور ملاعن کے بچہ کو کچھ نہین ملیگا اسواسطے کہ وہ اسکا پدری بھائی یا بہن نہوگا کیونکہ ملاعن سے اسکا نسب منقطع ہی - اور ولد الزنا کی صورت مین بھی ان مسائل مین یہی حکم ہی جو ولد الملاعنہ مین مذکور ہوا حتی کہ زانی یا اسکا بچہ کچھ نہین پاوینگے - لیکن ولد الملاعنہ اور ولد الزنا مین ایک مسئلہ مین فرق ہوتا ہی اور وہ یہ کہ اگر ولد الزنا جوڑیا پیدا ہوئے جسکو توام کہتے ہین تو ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث پاتا ہی یعنے چھٹا حصہ پاویگا - اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے عینی بھائی یا بہن کی میراث پاویگا یعنے جوڑیا بھائی ہو تو بھائی عینی ہوگا اور بہن ہو تو عینی بہن ہوگی - الاختیار ھ - بعینہ یہ ہی کہ ملاعنہ کے حق مین دنیاوی احکام مین زنا کا بہتان جائز نہین ہی جبکہ اسنے آخرت پر مدار رکھا ہی تو درحقیقت ولد کا جوڑیا ایک ہی مان و باپ سے اگرچہ باپ سے نسب منقطع کیا گیا ہی - اور ولد الزنا کے واسطے شرعًا باپ ہی قرار نہین دیا گیا تو اسکا جوڑیا گو یا اسکی مان سے بھائی یا بہن ہی - فافہم - م - اور جب میت کے عصبات کئی قسم کے جمع ہوئے بعض ذاتی عصبہ ہین اور بعض عصبہ

Marfat.com

بالغیر ہین اور بعض عصبہ مع الغیر ہین تو انمین ترجیح اس عصبہ کو ہوگی جسکو میت سے زیادہ قرب ہو اور خالی ذاتی عصبہ ہونے کی جہت سے ترجیح نہوگی حتی کہ اگر عصبہ مع الغیر بہ نسبت عصبہ ذاتی کے میت سے زیادہ قریب ہو تو عصبہ مع الغیر مقدم ہوگا - مثال یہ ہی کہ ایک شخص مرا اور اسنے ایک دختر اور ایک عینی بہن اور ایک پدری بھائی کا لڑکا چھوڑا تو دختر کے واسطے نصف میراث ہی اور بہن کے واسطے باقی ہی اور پدری بھائی کا لڑکا محروم ہوگا - المحیط مین کہتا ہون کہ جیسے عینی بہن عصبہ مع الغیر ہوگئی اور پدری بھائی کا لڑکا بنات کو عصبہ ہی اور محروم ہی اسی طرح اسکا باپ بھی ہی - م - یہان تک عصبہ نسبی کا بیان گزرا - رہا عصبہ سببی تو وہ آزاد کرنے والا ہی اور اگر وہ نہو تو اسکے نسبی عصبات مین اسی ترتیب سے تقدیم ہوگی جو ہمنے میت کے نسبی عصبات مین بیان کی - الکافی - چنانچہ اگر آزاد کرنے والا نہو تو اسکا بیٹا مقدم ہی آخر تک جیسا کہ اوپر گزرا - م - واضح ہو کہ بعض ورثہ بعض دیگر کی وجہ سے محجوب ہو جاتے ہین تو اسکا بیان ضرور ہوا -

فصل

حجب کے بیان مین - حجب دو طرح ہوتا ہی - ایک حجب نقصان - دوم حجب حرمان - پس حجب نقصان یہ کہ اگر فلان وارث نہوتا تو اس وارث کو زیادہ ملتا مگر بوجہ فلان کے کم ہوگیا مثلاً میت کی اولاد نہو تو شوہر کے لیے نصف ہی اور ولد کے ساتھ مین شوہر کا چہارم ہی - تو عورت میت کے ولد نے اسکے شوہر کو نصف سے محجوب کرکے چہارم کردیا - اور حجب حرمان یہ کہ ایک وارث کو بوجود دوسرے وارث کے کچھ نہ ملے مثلاً سگی بہن دو ہون تو پدری بہن کے واسطے کچھ نہین ہی - واضح ہو کہ بعض ایسے وارث ہین جو بالکل محروم کبھی نہین ہوتے ہین اگرچہ کمی سے محجوب ہون اور وہ شوہر و زوجہ ہین اور بعضے ایسے ہین کہ کبھی کسی طرح محجوب نہین ہوتے ہوتے ہین اور یہ چار ہین - باپ و مان و بیٹا و دختر - اور بعض ایسے ہین کہ ایک وجہ مین محروم اور ایک وجہ مین ناقص محجوب ہو جاتے ہین مثلاً پدری بھائی ہی کہ جب میت کی دختر و زوجہ ہو تو باقی پدری بھائی کے لیے ہی اور اگر دختر و عینی بہن ہو تو کچھ نہین پاویگا - اور مثلاً پدری بہن ہی کہ جب میت نے باپ و عینی بہن چھوڑی تو پدری بہن کو چھٹا حصہ ملیگا اور اگر دو عینی بہنین چھوڑین تو کچھ نہین پاویگی اور اگر کوئی عینی بہن نہو تو نصف پاویگی - پس قاعدہ یہ ہی کہ اقرب وارث اپنے سے ابعد کو محجوب کرتا ہی خواہ محروم کرے یا ناقص کرے جیسے بیٹا کہ پسری اولاد کو محجوب کرتا ہی - اور سگا بھائی پدری بھائیون کو محجوب کرتا ہی - (قاعدہ دیگر) جو وارث بذریعہ کسی شخص کے میت کی جانب وراثت کی نزدیکی حاصل کرتا ہی وہ اس شخص کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہی سوائے اولاد مادری کے - چنانچہ ان موجود ہو تو بھی مادری بھائی بہنون کو حصہ ملتا ہی - اور میت کا پوتا اپنے باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہی - مثالین یہ ہین کہ میت کا شوہر اور عینی بہن و علاتی بہن ہی پس شوہر کے لیے نصف اور عینی کے لیے نصف اور علاتی کے لیے چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی پوری ہو - واضح ہو کہ اس صورت مین حصص بڑھے جاتے ہین کیونکہ نصف شوہر اور نصف عینی پر کل تمام ہوگیا پس علاتی نے کمی کردی - مثلاً - ۶ - سہام کرکے ۳ - شوہر کو - اور ۳ - عینی بہن کو اور ایک علاتی کے واسطے چاہیے تو چھ سات سہام ہوگئے پس ترکہ کے ۷ سہام کرو - اور اسی کو عول کہتے ہین - اور انشاء اللہ تعالے بیان آویگا پھر اگر اس مسئلہ مین علاتی بہن کے ساتھ مین اسکا بھائی ہو جو اسکو عصبہ بنادے تو علاتی بہن کچھ نہین پاویگی - اسواسطے کہ علاتی بھائی کے ساتھ مین یہ بہن بطور عصبہ باقی اور عصبہ کو جو باقی بچے وہ ملتا ہی حالانکہ یہان نصف شوہر کو اور نصف عینی بہن کو دیکر کچھ باقی نہین بچا جو علاتی بھائی کو ملتا جسکے ساتھ علاتی بہن پاتی کیونکہ اس صورت

Marfat.com

مین علاتی بہن کچھ اصحاب الفرائض مین سے نہین رہی تو جب عصبہ کو نہین ملا تو بہن بھی محروم رہی - اسی واسطے یہ بھائی اپنی بہن کے حق مین شوم ہوگیا - **مثال دیگر** - شوہر و والدین و دختر و پسری دختر چھوڑے - پس ترکہ کی تقسیم کے لیے اصل مسئلہ ۱۲ - سے نکالو - شوہر کے - ۳ - دختر کے - ۶ - باپ - ۲ - مان - ۲ - اور ۱ دو تہائی پوری کرنے کے لیے پسری دختر کو چھٹا حصہ - ۲ - سہام ملے - اور یہ سب ملا کر - ۱۵ - ہوگئے تو عول کے طریق پر کل ترکہ کے - ۱۵ - سہام کرکے دیے جاوین - اور اگر اس مسئلہ مین بھی پسری دختر کے ساتھ مین اسکا بھائی ہو تو پسری دختر محروم ہو جائیگی - پس یہ بھائی بھی شوم نکلا - کیونکہ یہ بھائی عصبہ ہی جسکے ساتھ مین بہن بھی عصبہ ہوئی حالانکہ ترکہ مین کل نہین بچا تو بھائی نے محروم ہوکر بہن کو بھی محروم کردیا اور اصل مسئلہ ۱۲ - سے اور اسکا عول ۱۳ - سے ہوا - **مثال دیگر** - میت کے دو عینی بہنین ہین اور ایک پدری بہن ہی - تو اصل مسئلہ - ۶ - سے ہوا - عینی دونون عینی بہنون کو دو تہائی کے ۴ - سہام ملے اور چونکہ بہنون کے لیے دو یا زیادہ ہون دو تہائی سے زائد فریضہ نہین ہی اور دو تہائی دونون بہنین لے گئین تو پدری بہن کے لیے فریضہ نہین رہا اور وہ عصبہ بھی نہین ہی تو محروم رہی پس باقی دو سہام بھی وارثون پر رد کیے جاوین اور چونکہ وارث فقط دونون سگی بہنین ہین تو یہ دو سہام بھی انھین کو مل گئے اور پدری بہن نے کچھ نہین پایا - پھر اگر اس مسئلہ مین پدری بہن کے ساتھ مین بھائی ہو تو وہ عصبہ ہی پس باقی دو سہام وہ لیجائیگا اور بہن اسکے ساتھ مین عصبہ ہی تو ان دو سہام کے تین ٹکڑے کرکے ایک پدری بہن کا اور دو پدری بھائی کے ہونگے پس ظاہر ہوا کہ یہ بھائی مبارک ہی اور اگر اس مسئلہ مین شوہر بھی ہو تو یہ بھائی بھی محروم ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ ۶ - سے ہوا پس دونون سگی بہنون کے لیے - ۴ - اور شوہر کے لیے - ۳ - پس سات ہوگئے اور کچھ نہین بچا بلکہ عول ہوکر ۷ - سہام کیے گئے - تو علاتی بھائی و بہن دونون محروم رہے - (**قاعدہ**) جو وارث محروم الارث ہو جیسے کافر یا قاتل یا رقیق ہو تو وہ کسی مستحق وارث کو محجوب نہین کرتا نہ محرومی سے نہ نقصانی سے گویا محروم الارث کالعدم ہی - الاختیار ۵ (**قاعدہ**) اگر محروم الارث نہو بلکہ مقدم کی جہت سے محجوب ہو تو یہ ہرچند خود محجوب ہی لیکن بالاتفاق وہ مستحق وارث کو نقصان سے محجوب کردیتا ہی جیسے میت نے مان و باپ اور کسی قسم کے دو بھائی یا بہن چھوڑے تو بھائی بہنون کو بمنزلہ باپ یا فقط مان کی میت کی جانب قرب ہی پس باپ کے ہوتے ہوئے انمین سے کوئی وارث نہوگا لیکن ان بھائی بہنون نے مان کو تہائی ملنے سے محجوب کرکے چھٹا حصہ دلوایا چنانچہ مان کے فریضہ مین اوپر بیان ہوچکا ہی - الکافی - (**توضیح ساقطین**) یعنے ایسے ورثہ جو دوسرون سے ساقط ہوجاتے ہین - اگر میت کا پسر یا پسری پسر موجود ہو تو میت کے سگے بھائی ساقط ہوجاتے ہین اور اسی طرح میت کا باپ ہو تو بھی ساقط ہوجاتے ہین اور اگر دادا ہو تو اختلاف ہی یعنے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک دادا سے بھی ساقط ہوتے ہین اور صاحبین کے نزدیک نہین - اور اگر علاتی بھائی ہون تو وہ میت کے پسر و پسری پسر و باپ و دادا سے ساقط ہونے اور عینی بھائیون سے بھی ساقط ہوجاتے ہین - اور اگر اخیافی بھائی ہون تو وہ میت کا لڑکا لڑکی یا میت کے پسری اولاد ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہین اور باپ یا دادا کے ساتھ مین بھی بالاتفاق ساقط ہوتے ہین بالاختیار - ۵ - میت کی مان موجود ہو تو سب جدات خواہ از جانب مادر ہون یا پدر ہون ساقط ہوجاتی ہین - اور پدری جدات تو باپ کے ساتھ بھی ساقط ہوجاتی ہین جیسے باپ کے ساتھ مین دادا ساقط ہوجاتا ہی - اسی طرح اگر دادا موجود ہو اور اس سے اوپر کی جدات اسی کی جہت سے ہون تو جدات سب ساقط ہوجاوینگی - اور

Marfat.com

باپ کی ماں اسوجہ سے ساقط نہین ہوتی کہ وہ دادا کی جہت سے نہین ہی بلکہ باپ کی جہت سے ہی - اور باپ کے ساتھ ہیں موجودات کہ ماں کی جانب سے ہون وہ نہین ساقط ہوتی ہین مثلاً میت نے باپ چھوڑا اور باپ کی ماں چھوڑی اور ماں کی ماں چھوڑی تو باپ کی ماں بوجہ باپ کے ساقط ہی - لیکن ماں کی ماں نہین ساقط ہوگی پھر اسمین اختلاف یہ کہ نانی کو چھٹا حصہ ملیگا یا بارھوان حصہ - واضح ہو کہ جدات مین قریب والی دور والی کو ساقط کرتی ہی - واضح ہو کہ ماں کی طرف سے وارث ہونے والی جدات سوائے ایک کے کہ وہ نانی ہی دیگر متصور نہین کیونکہ باقی سب فاسدہ ہونگی اور باپ کی طرف سے البتہ جدات صحیحہ بہت متصور ہین - الاختیار -

فصل - مرتد کسی کا وارث نہوگا نہ مسلمان کا اور نہ کسی مرتد کا - المحیط - اور جب مرتد مرا یا قتل ہوا یا دار الحرب مین مل جانے کا حکم ہو گیا تو مرتد ہونے سے پہلے جو کچھ اسنے کمایا وہ اسکے مسلمان وارثون کی میراث ہی - عورت مرتدہ جب مری تو اسکا کل مال اسکے مسلمان وارثون مین موافق فرائض کے تقسیم ہوگا خواہ مرتدہ ہونے سے پہلے کمایا ہو یا پیچھے کمایا ہو - المحیط - ھ -

فصل - میراث حمل کے بیان مین - ایک مرد نے انتقال کیا اور اسکی زوجہ یا اسکی موطوءہ باندی اس سے حاملہ ہی تو باجماع الصحابہ رضی اللہ عنہم یہ حمل وارث ہوگا اور اسکا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا پھر اگر وہ دو برس تک مین زندہ پیدا ہوا تو یہ اسکی میراث ہوگی - لیکن یہ میت کے حمل مین حکم ہی - اور اگر ایسا ہوا کہ میت مرا اور اسکی ماں نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا تھا جو حاملہ ہی اور اسکا شوہر زندہ ہی پس جو بچہ ہو وہ میت کا مادری بھائی یا بہن ہوگی لیکن اگر موت سے چھ مہینہ سے زیادہ پر پیدا ہوا تو احتمال ہی کہ شاید بعد موت کے حمل رہا ہو پس شک کی وجہ سے وارث نہوگا مگر جبکہ وارثین اقرار کرین کہ حمل مذکور موت سے پہلے تھا اور اگر چھ مہینہ سے کم مین پیدا ہوا تو وارث ہوگا - پھر یہ بتلاؤ کہ تقسیم ترکہ کیونکر ہو اور کسقدر حصہ حمل کے لیے رکھا جاوے - جواب یہ کہ اس حمل کی نسبت غور کیا جاوے کہ پیدا ہو تو وہ تین حال سے خالی نہین یا تو وہ ورثہ موجودین کو محروم کریگا یا انکے حصہ مین نقصان کریگا یا صرف شریک حصہ دار ہوگا - پس اگر وہ سب موجودین کو محروم کرتا ہو مثلاً میت کے بھائی و بہن و چچا و انکی اولاد ہین اور شاید حمل لڑکا ہو تو سب محروم ہونگے تو ایسی حالت مین کل ترکہ روک لیا جاوے - اور اگر وہ محروم نہین بلکہ ناقص کرتا ہو جیسے میت کا حمل ہی کہ وہ میت کی زوجات کو چہارم سے آٹھوان کریگا تو کمتر حصہ دیدیا جاوے اور باقی روک لیا جاوے - مثلاً میت کی ماں و باپ وارث ہین اور ماں حاملہ ہی پس حمل اسکی ماں کو تہائی سے مجوب کرکے چھٹا کریگا تو ماں کو چھٹا حصہ اور باپ کو چھٹا حصہ دیا جاوے اور باقی روک لیا جاوے کیونکہ شاید لڑکا ہو - اور اگر موجودہ وارث ایسے ہون کہ حمل مذکور انکو محجوب نہین کریگا اور نہ انکا شریک ہوگا مثلاً میت کی دادی دادا دونانی موجود ہی تو جدات وجد کو انکا حصہ دیدیا جاوے اور باقی روک لیا جاوے اور اگر موجودہ وارث ایسے ہون کہ حمل خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو انکے ساتھ شریک ہو جائیگا مثلاً میت نے لڑکے یا لڑکیان اور حمل چھوڑا تو خصاف رح نے ابو یوسف رح سے روایت کی کہ صرف ایک لڑکے کا حصہ روک لیا جاوے اور اسی قول پر فتوی ہی پھر اگر حمل مذکور مردہ پیدا ہوا تو اسکے واسطے کوئی حکم بامیراث نہین ہی اور حیات کی شناخت یہ کہ پیدا ہو کر سانس لے یا روئے یا کوئی حرکت کرے جس سے زندگی معلوم ہو تو زندہ ہی اور اگر حمل مذکور کا اکثر بدن ومنہ نکلا پھر مرگیا تو وارث ہوگا ورنہ نہین - پس اگر کھڑا نکلا تو سینہ نکلنے تک زندگی معتبر ہی اور اگر اوندھا نکلا تو جب تک نکلنے تک زندہ ہو - اور اگر رونے کے بعد مرگیا تو وہ وارث ہوگیا اور اس سے بھی میراث لی جائیگی - الاختیار - اور اگر حمل مردہ

نکلا تو بھی وارث نہین ہوتا کہ خود مردہ نکلا ہو اور اگر مردہ نکالا گیا تو وہ منجملہ وارثون کے ہی کیونکہ پیٹ مین اسکی زندگی معلوم تھی تو شاید نکالنے مین مرگیا ہو پس یقین نہ کرینگے شک سے انا لہ نہین ہوگا اور بیان یہ کہ اگر کسی نے حاملہ کے پیٹ مین مارا کہ وہ مردہ بچہ ڈال گئی تو یہ جنین منجملہ وارثون کے ہی اسواسطے کہ شرع نے مارنے والے پر تاوان واجب کیا اور یہ زندگی اعتبار کرنے کی دلیل ہی تو اسکے لیے میراث ہوگی اور اسکا حصہ بھی میراث ہوگا جیسے اسکی دیت میراث ہوتی ہی شرح الجامع الصغیر۔

فصل - مفقود اور کافرون کے قیدی وغرقی وحرقی کے بیان مین - جہاد مین جب مسلمان کو کفار قید کرکے لے گئے وہ کافرون کا قیدی ہی اور غرقی وہ جماعت جو غرق ہوگئی اور حرقی وہ جماعت جو جل گئی - مفقود وہ شخص کہ کسی طرف نکلکر گم ہوگیا کہ اسکا ٹھکانا اور زندگی موت معلوم نہین یا حربی کفار لے گئے کہ اسکا مرنا یا جینا کچھ معلوم نہین ہی - المحیط - مشائخ نے فرمایا کہ مفقود اپنے مال مین زندہ اور غیر کے مال مین مردہ اعتبار کیا جاتا ہی یہانتک کہ اتنی مدت گزر جاوے کہ معلوم ہو کہ وہ اتنی مدت زندہ نہین رہ سکتا ہی یا اسکے ہم عمر مرجاوین پھر جس روز یہ مدت یا ہمعمرون کی موت سے علامت حجت متحقق ہو اس روز وہ اپنے مال کے بارہ مین مردہ شمار ہوگا گویا آج مرا ہی (حتی کہ آج جو ورثہ موجود ہین وہ وارث ہونگے) اور غیر کے مال مین اسی روز سے مردہ ٹھہرایا جاوے جس دن گم ہوا ہی - الذخیرہ - حتی کہ غیر کی میراث بعد مفقود ہونے کے نہین پاویگا جبکہ اسکا گم ہونا اس نوبت کو پہونچ جاوے کہ اسکی موت کا حکم ہو - مفقود ہونے کے بعد جو شخص ایسا مرا کہ مفقود اسکے مال مین وارث ہی تو مفقود کا حصہ روک لیا جائیگا - یہان تک کہ وہ آجاوے یا اسکی موت کا حکم بعد مدت مذکورہ ہوجاوے پھر اگر موت کا حکم ہوا تو جو حصہ روکا گیا تھا وہ جس میت کے ترکہ سے تھا اسی کے وارثون کو حصہ رسد پھیر دیا جائیگا حتی کہ اگر وہ وارث مرگئے ہون تو ہر وارث کو جو حصہ پہونچتا وہ اسکے وارثون کو دیدیا جائیگا - کیونکہ یہ امر ظاہر ہوا کہ ورثہ مذکور اسی وقت اس حصہ کے مستحق تھے جو مفقود کے واسطے روکا گیا تھا کیونکہ مفقود مردہ تھا - اصل یہ ہی کہ اگر مفقود کے ساتھ مین ایسے وارث ہون جو مفقود سے محجوب ہوتے ہین تو انکو کچھ نہین دیا جائیگا اور اگر بالکل محجوب نہون تو انکا حصہ دیدیا جائیگا اور اگر حجب نقصان ہو تو انکو کم حصہ دیدیا جاوے اور باقی روک لیا جاوے - مثال یہ کہ زید میرا اور دو دختر اور ایک مفقود پسر اور ایک پسری لڑکا چھوڑا تو دخترون کو نصف دیا جاوے کیونکہ یہ متیقن ہی اور باقی روک لیا جاوے اور پسری لڑکا بھی نہ پاوے کیونکہ مفقود کے ساتھ یہ لوگ محجوب ہین اور یہ اسواسطے کہ دخترون کے واسطے مفقود نہو تو دو تہائی ہی اور مفقود ہوتا تو نصف ہی پس نصف سے کم کسی حال مین نہین ہی اور اگر مفقود کے ساتھ مین ایسا وارث ہو جو محجوب نہین ہوتا جیسے جد یا جدہ تو اسکو پورا حصہ دیدیا جاوے - الاختیار - جو مسلمان کہ کفار کے پنجہ مین قید ہوگیا اور مفقود الحال نہین ہوا بلکہ معلوم ہی کہ وہ اپنے دین پر مرا تو اسکے واسطے دیگر مسلمانون کا حکم ہی - السراجیہ - حتی کہ جو مورث مرے اسمین اسیر کا حصہ ہی اور اسیر مرے تو اسکے وارثون کا حصہ ہی - م - اگر ایک جماعت غرق ہوکر مری یا جل گئی اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کون پہلے مرا ہی تو گویا یہ سب ساتھ ہی مرے پس ہر ایک کا مال اسکے ورثہ پاوینگے اور یہ لوگ باہم وارث نہونگے - اور اگر معلوم ہو کہ فلان متقدم مرا پھر فلان مرا تو اگلے کا پچھلا وارث ہوگا - اسی طرح اگر دیوار کے نیچے دب گئے یا معرکہ مین مرے ہون - اور اگر اسقدر معلوم ہو کہ فلان و فلان کی موت آگے پیچھے واقع ہوئی ہی لیکن یہ دریافت نہین ہوتا کہ اول کون مرا تو اس صورت مین بہر تقدیر جسقدر یقینی حصہ ہو وہ دیا جاوے اور باقی روکا جاوے

Marfat.com

یہان تک کہ حال دریافت ہو یا ورثہ باہم صلح کرلین - الخزانہ - ح -

فصل - ذوی الارحام کے بیان مین - ذوی الارحام مین وہ کل قرابتی داخل ہین جنکے واسطے مقدر حصے نہین اور نہ وے عصبہ ہین - انکا حکم بھی مثل عصبات کے ہی کہ جو منفرد ہو وہ کل ترکہ لے جائیگا - الاختیار - ذوی الارحام چار اصناف ہین - صنف اول جو میت کی جانب منتسب ہون اور وہ دختر یست کی اولاد اور دختر پسر کی اولاد ہین - یعنی میت کے نواسے نواسان اور پرنواسے وپرنواسان - علی ہذا القیاس صنف دوم وہ کہ جنکی طرف میت منتسب ہو اور وہ جدات فاسدہ واجداد فاسد ہین - صنف سوم - وہ قرابتی جو والدین میت کی جانب منتسب ہین - جیسے عینی بھائی کی لڑکیان یا علاتی بھائی کی لڑکیان یا اخیافی بھائی کی اولاد خواہ لڑکیان ہون یا لڑکے ہون - اور سب بہنون کی اولاد یعنے بہن خواہ عینی ہو یا علاتی ہو یا اخیافی ہو اور انکی اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو - صنف چہارم - وہ قرابتی جو میت کے دادا دادی کی جانب منتسب ہین جیسے مادری چچا وانکی اولاد اور پھوپھیان وانکی اولاد اور ماموں وخالائین وانکی اولاد اور عینی چچاؤن کی یا علاتی چچاؤن کی لڑکیان - پس یہ لوگ مع دیگر اسافل کے جو انکی جانب منتسب ہون سب ذوی الارحام مین پھر جب میت کے وارثون مین ذوی الفروض وعصبات نہون بلکہ ذوی الارحام اپنے درجہ پر وارث ہون جو ترتیب سابق مین بیان ہوا ہی تو ان چارون قسمون مین سے قسم اول مقدم ہونگے اگرچہ وہ بہت اسفل ہون یعنے مثلاً دختر کی اولاد یا دختر کے دختر کی اولاد اسی طرح - اور پسر کی دختر کے لڑکے لڑکیان اور اس دختر کی دختر کے لڑکے لڑکیان علی ہذا القیاس پس جب انمین سے کوئی موجود ہو اگرچہ بہت نیچی ہو وہی وارث ہوگا پھر قسم دوم پھر قسم سوم پھر قسم چہارم ہی لیکن واضح رہے کہ ہر قسم مین اسکے عصبات کی ترتیب معتبر ہوگی یہی قول لیا گیا ہی - الکافی - یعنی قسم اول مطلقاً مقدم ہی اگرچہ بہت نیچی ہو اور یہی فتوی کے لیے مختار اور یہی معتمد ہی نعلے ہذا دختر کی دختر اگرچہ بہت نیچی پشت مین ہو بہ نسبت مان کے باپ کے مقدم ہی - الاختیار - اور بالاجماع جب اصحاب فرائض ہون کہ جنپر باقی رد کیا جاوے یا کوئی عصبہ ہو اسوقت ذوی الارحام وارث نہین ہوتے ہین لیکن اجماع ہی کہ شوہر وزوجہ کی وجہ سے ذوی الارحام نہین محجوب ہوتے ہین بلکہ شوہر یا زوجہ کو اسکا حصہ دیکر باقی ذوی الارحام مین سے اقرب کو دیدیا جائیگا جیسے یہ ذی رحم تنہائی مین پاتا تھا مثال یہ کہ میت کا شوہر و دختر کی دختر و خالہ وچچا کی دختر موجود ہین تو شوہر کو نصف دیکر باقی دختر کی دختر کو دیا جاوے اور باقی سب محروم ہین - پھر واضح ہو کہ قسم اول مین سے بھی جو میت سے زیادہ قریب ہو وہی وارث ہی مثلاً میت کی دختر ہی اور میت کے پسر کی دختر ہی یا دختر کی دختر کی دختر ہی تو دختر کی دختر پاویگی - پھر اگر دو شخص ذوی الارحام مین سے قرب و درجہ مین برابر ہون تو جو وارث کی اولاد ہو وہ اولی ہی خواہ وارث عصبہ کی اولاد ہو یا وارث فرض کی اولاد ہو مثلاً پسر کی دختر کی دختر مقدم ہی بہ نسبت دختر کی دختر کے پسر کے - اور پسر کے دختر کا لڑکا مقدم ہی بہ نسبت دختر کی دختر کے پسر کے - الکافی - اور اگر وارث کی اولاد کی اولاد ہو یعنی اسکے والدین وارث نہون بلکہ والدین سے اونچی پشت مین وارث ہو اور دوسرے کے والدین بھی وارث نہین اور اونچی پشت مین بھی وارث نہین تو کیا اول مقدم ہی - اسمین اختلاف ہی اور صحیح یہ کہ اس سے تقدیم نہوگی - خزانۃ المفتین - پھر جس صورت مین تقدیم نہو تو مال ان دونون مین مساوی تقسیم ہوگا للبشر طیکہ سب مذکر ہون یا سب مونث ہون اور اگر مذکر و مونث خلط ہون تو مذکر کو مونث سے دوچند دیا جاوے اور یہ بلا خلاف ہی

بشرطیکہ مذکر مونث ہونے مین انکے ان باپ کی صفت متحد ہو اور اگر یہ صفت مختلف ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صفت والدین کا اعتبار نہین اور مال ان دونون کے وصف پر تقسیم ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک شمار تو انکے ابدان سے لیا جاوے اور وصف اس پشت سے لیا جاوے جہان اختلاف ہو اہی چنانچہ اگر پسر دختر ہو اور دختر کی دختر ہو تو اصول کی صفت متفق ہی اور مال ان دونون مین مذکر کو مونث سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا - اسی طرح اگر دختر کی دختر کے پسر کا پسر ہو - اور دختر کی دختر کی دختر ہو تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ اصول متفق ہین پس یہ تو صاحبین مین اتفاقی ہی اور اگر دختر کے دختر کی دختر ہو اور دختر کے پسر کی دختر ہو تو ابو یوسف رح کے نزدیک دونون مین نصفا نصف ہی یعنے دونون دخترون کو مساوی ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مال کے تین حصہ کیے جاوین جنمین سے دو تہائی دختر کے پسر کی دختر کو ملے اور ایک تہائی دختر کے دختر کی دختر کو ملے - امام ابو حنیفہ رح سے دو روایتون مین سے اشہر یہی جو امام محمد رح کا قول ہی اور اسیکا فتوی ہی اور شیخ اسبیجابی رح نے مبسوط مین کہا کہ قول ابی یوسف رح اصح ہی کہ وہ اسہل ہی اور محیط مین کہا کہ مشائخ بخارا نے قول ابی یوسف رح اختیار کیا ہی - الکافی - اگر بعض کے واسطے دو جہت یا زیادہ کے ساتھ قرابت ہو تو ان جنسون کا اعتبار کیا جائیگا پس بالاتفاق وہ ہر جہت سے وارث ہوگا لیکن اختلاف یہ کہ ابو یوسف رح ان جہتون کو فروع مین اعتبار کرتے ہین اور امام محمد رح اصول مین اعتبار کرتے ہین بخلاف جدہ کے کہ وہ ابو یوسف کے نزدیک بھی صرف ایک ہی جہت سے وارث ہوتی ہی اور ذی رحم انکے نزدیک صحیح قول مین دو جہتون سے وارث ہوتا ہی - التبیین - ھ - قسم دوم یعنے اجداد فاسدہ وجدات فاسدہ مین جو میت سے زیادہ قریب ہو وہ وارث ہی اور اگر قرب مین برابر ہون تو مساوی ہین اور وارث کے ذریعہ سے تقرب کچھ تقدیم کا موجب نہوگا یہی اصح ہی - پھر جنکے ذریعہ سے میت تک قرب ہی اگر انمین اختلاف ہو تو جہان اختلاف ہو اسی کی صفت لیکر مال کی تقسیم ہو مثلاً - جدات مادری اور جدات پدری مین سے جدات پدری کو دو حصہ اور جدات مادری کی طرف ایک حصہ دیا جاوے جیسے قسم اول مین تھا - پھر جو کچھ جدات مادری کو ملا اگر اس جانب جد وجدہ ہون تو انمین مذکر کو مونث سے دوچند دیا جاوے - علی ہذا القیاس پدری جانب ہی - الخزانہ - ھ - قسم سوم - مین تین فرقہ ہین - فرقہ اول عینی بھائی بہنون کی لڑکیان وانکی اولاد - فرقہ دوم علاتی بھائی بہنون کی لڑکیان وانکی اولاد - فرقہ سوم اخیافی بھائی بہنون کی اولاد وانکی اولاد کی اولاد کیونکہ قسم سوم مین مذکر مونث برابر ہین - پس اگر فرقہ اول یا دوم سے ہون تو صنف اول کی طرح مساوات درجہ و قرب میت و تقرب بوارث مین اعتبار ہوگا پھر اگر وصف اصول مین اختلاف ہو تو ابو یوسف رح انھین کے ابدان کے شمار پر تقسیم ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک ابدان کے ساتھ مین اصول کا وصف لیا جائیگا - الاختیار - مثال یہ کہ بہن کی لڑکی بہ نسبت بہن کی لڑکی کی لڑکی کے اولی ہی اسواسطے کہ وہ اقرب ہی - بھائی کے پسر کی لڑکی بہ نسبت بھائی کی دختر کی لڑکی کے اولی ہے اسواسطے کہ وہ وارث کی لڑکی ہی - اسواسطے کہ ذاتی عصبات مین بھائی کا لڑکا بھی ہی - ایک میت کے قرابت مین صرف بہن کا لڑکا اور بہن کی لڑکی ہی تو مال ان دونون مین مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا - خواہ ایک ہی بہن کی لڑکی و لڑکا ہو - یا ایک بہن کی لڑکی اور دوسری بہن کا لڑکا ہو لیکن دونون بہنین عینی ہون یا علاتی ہون میت کے بھائی کے پسر کی دختر - اور بھائی کی دختر کا پسر - اور بہن کی دختر کی دختر ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ابدان معتبر ہین - اور امام محمد رح کے نزدیک مال کے پانچ سہام کرکے بہن کی نواسی کو ایک سہم دیا جاوے اور باقی چار

سہام مین سے بھائی کی دختر کی پسر کو دو تہائی دیا جاوے اور ایک تہائی بھائی کے پسر کی دختر کو دیا جاوے۔ اقول امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف چار حصہ کرکے ایک ایک دو زن دختروں کو اور دو حصہ پسر کو دیے جاوین کیونکہ پسر کو دختر سے دوچند ملتا ہی۔ اور امام محمد رح کے قول کی دشوار تخریج یہ ہی کہ ہم نے انکے اصول مین اختلاف پایا چنانچہ ایک لڑکا و ایک لڑکی تو بھائی کی اولاد ہی اور ایک لڑکی بہن کی اولاد ہی پس گویا دو بھائی و ایک بہن کی صنعت ابتدا سے ہی پس دو بھائیون کے واسطے دو دو حصہ اور بہن کے واسطے ایک حصہ ہوا۔ پس بہن کی دختر کی دختر کو ایک حصہ دیا گیا اور باقی چار حصہ رہے پھر انمین ہمنے دوسرا اختلاف دیکھا اور وہ یہ ہی کہ دختر تو پسر کی اولاد ہی اور پسر دختر کی اولاد ہی۔ لیکن اصول بالائی متحد ہین کیونکہ دو زن بھائیون ہی کی اولاد ہین تو جب اصول متحد ہون تو بالاتفاق ابدان کا لحاظ ہوگا اور ابدان مین ایک دختر ہی اور دوم پسر ہی پس پسر کو دختر سے دوچند دیا جاوے۔ اور مخفی نہین کہ اسمین صعوبت ہی حالانکہ شرع کی سہولت مقتضی ہی کہ ایسی صعوبت نہو تائید حدیث انا امۃ امیون لا نکتب ولا نحسب الحدیث و آیات دیگر پس اظہر قول ابی یوسف رح ہی اسی واسطے مشائخ بلخ نے ہی کو مختار کیا اور شیخ ابیجانی رح نے اسی کی تصحیح کی اگرچہ فتوی بقول امام محمد رح ہی حالانکہ خلاف صحیح کے کبھی فتوی بنظر رفق و سہولت ہوتا ہی اور یہان اسکے خلاف ہی۔ م۔ واضح ہو کہ جب عینی اولاد ذوی الارحام نہون تو علاتی ذوی الارحام کا حکم مثل عینیات کے ہی۔ الخزانۃ۔ ہ۔ اور اگر فریق سوم کے ذوی الارحام ہون یعنے اخیافی ہون تو انمین مرد و عورت کا حال مساوی ہی کیونکہ انکے اصول یعنے اخیافی بھائی بہن کا حصہ برابر ہوتا ہی (مسئلہ)۔ اگر تینون فریق سے مجتمع ہون اور درجہ مین مساوی ہون تو جس ذی رحم کو بذریعۂ وارث کے میت کی جانب تقرب ہو وہ اولی ہی پھر امام ابو یوسف رح کے نزدیک جو فریق اول سے ہی وہ دوم سے اولی ہی اور جو دوم سے ہی وہ سوم سے اولی ہی۔ اور امام محمد رح کے نزدیک ترکہ انکے اصول پر تقسیم کیا جاوے پھر ہر فرد کی اصل کے حصہ مین جو مال پڑتا ہی وہ اسکی اولاد کی جانب منتقل کیا جاوے۔ مثال یہ کہ زید کی تین بہنون کی لڑکیان موجود ہین۔ لیکن ایک بہن عینی تھی اور دوم علاتی تھی اور سوم اخیافی تھی تو ابو یوسف رح کے نزدیک کل مال فقط عینی بہن کی دختر کو ملیگا۔ اسواسطے کہ درجہ مین سب برابر ہین اور سبھی بہنین وارث ہوا کرتی ہین لیکن عینی بہن مقدم ہوتی ہی تو کل مال اسی کی دختر کو ملیگا۔ اور باقی محروم ہین۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مال کے پانچ حصہ کیے جاوین انمین سے عینی بہن کی دختر کو تین سہام دیے جاوین اور پدری بہن کی دختر کو ایک سہم اور مادری بہن کی دختر کو ایک سہم دیا جاوے بلحاظ انکے اصول کے بطور فرض و رد کے۔ اور اسکی تخریج یہ ہی کہ میت کی مادری بہن کے واسطے چھٹا حصہ ہی اور عینی بہن کے واسطے نصف ہی اور چونکہ عینی صرف ایک بہن ہی تو دو تہائی پوری کرنے تک علاتی بہن کو بھی چھٹا حصہ ملا پس چھ مین سے ایک سہم باقی رہ گیا اب وہ بھی انمین پر رد کیا جاوے تو اسکا یہی طریقہ ہی کہ مال کے چھ حصہ نہین بلکہ پانچ حصے کیے جاوین تو ہر ایک کے حصہ مین کسی قدر حصہ رسد بڑھ گیا پس عینی کے واسطے کل پانچ حصون مین سے تین حصے ہوئے اور یہی اسکی دختر کو دیے جاوین اور علاتی کا ایک حصہ اسکی دختر کو اور اخیافی کا ایک سہم اسکی دختر کو دیا جاوے۔ (مثال دیگر) زید کے عینی و علاتی و اخیافی تین بھائیون مین سے ہر ایک کی ایک دختر موجود ہی اور زید کی موت کے وقت یہی لڑکیان ہین پس ابو یوسف رح کے نزدیک عینی بھائی کی دختر کو میت سے زیادہ قرابت ہی تو کل مال اسی کو ملیگا۔ اور امام محمد رح کے نزدیک اصول کا حصہ منتقل ہونا چاہیے لہذا اخیافی بھائی کا چھٹا حصہ اسکی دختر کو دیا جاوے اور عینی بھائی کے ساتھ مین علاتی وارث نہین ہوتا ہی تو باقی پانچ سہام

Marfat.com

صرف عینی بھائی کے لیے ہوتے پس وہ اسکی دختر باوجی اور علاتی کی دختر محروم رہیگی - (مثال دیگر) میت کی پدری بہن کی دختر ہی اور مادری بہن کی دختر ہی پس ابو یوسف رح کے نزدیک علاتی کی دختر کل مال کی وارث ہی کیونکہ وہ اقوی ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اصول کے اعتبار سے علاتیہ کو تین چوتھائی اور اخیالیہ کو چوتھائی بطور فرض رد کے ملیگا - تخریج یہ ہی کہ علاتی بہن و اخیافی بہن کا جو حصہ ہوگا وہی ہر ایک کی دختر کی جانب منتقل ہوگا پس اخیافی بہن کے واسطے چھٹا حصہ ہی تو چھ مین سے ایک ہوا اور علاتی کے واسطے نصف ہی تو چھ مین سے ۳ ہوئے اور دو سہام باقی رہے وہ ان دونون پر اسطرح حصہ رسد پھیر سجا دین کہ کل مال کے چار ہی حصہ کیے جا دین تو اخیافی کو چھٹے کی جگہ چوتھائی ملا اور علاتی کو بجاے نصف کے تین چوتھائی ملا پس علاتی کی تین چوتھائی اسکی دختر کو مل گیا اور اخیافی کا چہارم اسکی دختر نے پایا (مثال دیگر) میت کی عینی بہن کے دو پسر ہین اور اخیافی بہن کے دختر ہی پس ابو یوسف رح کے نزدیک دونون پسر ہی اسکے اور وہی وارث کل مین اور امام محمد رح کے نزدیک بہن کے دو پسر بمنزلہ دو بہنون کے ہین تو مال تین پر بانٹ سہام ہونگا - اقول - تخریج مین اشکال ہی اسواسطے کہ اخیافیہ بہن کے لیے چھٹا حصہ اور عینی بہن کے واسطے نصف (۳) ہی تو کل مال بطور فرض رد کے چار سہام ہین - اور جو اختیار مین نقل کیا وہ اس بنا پر ہی کہ فروع مین وصف اصول اعتبار کیا تو دو پسر مانند دو بہنون کے قرار دیے اور دو بہنون عینی کے لیے دو تہائی کے چار سہام ہوئے اور اخیافی کا چھٹا حصہ ایک سہم ہوا اور باقی ایک سہم بھی انپر رد کیا گیا تو پانچ سہام ہوئے اور وجہ یہ ہی کہ درحقیقت اسکے اصل وارث نہین جو اسکا حصہ اسکی اولاد کو دیا جاوے بلکہ معنی یہ ہین کہ ہر فرد وارث کے واسطے اسکے اصل کا لحاظ کیا جاوے تو یہان میت کے وارث موجود ہین صرف تین ہین جنمین دو مرد اور ایک عورت ہی پس دو مردون مین سے ہر ایک کو ترکہ سے اپنا حق ملنا چاہیے اور رد حق اس لحاظ سے ہوگا کہ جو اسکی اصل کا حق ہوتا وہ اسکی جانب منتقل ہوا اور یہ معنی نہین کہ اصل نے جو درحقیقت حق پایا وہ اسکو ملا کیونکہ اصل تو وارث مستحق ہی موجود نہین ہی ہان اگر درحقیقت اصل کا حصہ میراث انکو منتقل ہوتا تو اصل کے واسطے خود جو کچھ ہوتا وہی ان دونون پسر مین تقسیم ہوتا اور یہان مراد یہ ہی کہ ان دونون لڑکون کو درکہ میت سے کس حساب سے ملے اور اخیافی بہن کی دختر کیونکر پاوے تو اسکی کیفیت یہ ہی کہ ہر لڑکا اپنی اصل کی صفت سے شریک ہوا اور لڑکی اپنی اصل کی صفت سے شریک ہوا اور یہ غرض نہین کہ ہر ایک کی اصل کا حق اسکے اولاد کو ملجاوے کیونکہ اصل کے واسطے درحقیقت یہان کوئی حق ہی نہین ہی علاوہ برین صرف ایک لڑکا بذات خود میراث پاویگا نہ دوسرا اور اسکا بیان یہ کہ اگر ایک لڑکا اور اخیافی بہن کی دختر ہو تو مال کے چار سہام ہون اور جب دو لڑکے ہوئے اور یہی حال رہا تو دوسرے نے ترکہ میت سے کوئی حق نہین پایا پس امام محمد رح کے قول کے یہ معنی ہین کہ جب تینون فریق مختلفہ سے مختلط جمع ہون تو ہر فرد کے واسطے اسکی اصل کا حصہ لگا دین اور ہر اصل کا حصہ اسکی اولاد کی جانب منتقل کرین لہذا اس مسئلہ مین گویا عینی بہن کے دو پسر ہین اور اخیافی بہن کی دختر ہی یون کیا گیا کہ اخیافی کی دختر کے لیے اصل اسکی مان ہی جو میت کی اخیافی بہن ہی پس ایک اخیافی بہن کا حصہ اس لڑکی کے واسطے لگایا گیا اور دونون لڑکون مین سے ہر ایک کے واسطے اسکی اصل کو شمار کرو اور وہ عینی بہن ہی تو گویا دو عینی بہنین ہین پس یہی حساب آیا کہ جو اختیار سے اوپر نقل کیا اور مخرج کیا گیا ہی - م - جو ذی رحم انمین سے بذریعہ وارث کے میت کی جانب نزدیک ہو وہ اولی ہی جبکہ درجہ مین سب

برابر ہون - مثال یہ ہی کہ میت کے اخیافی بھائی کے پسر کا پسر ہی اور عینی بھائی کی دختر کا پسر ہی اور علاتی بھائی کے پسر کی دختر ہی تو کل مال اسی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ اسکی نزدیکی بذریعۂ وارث ہی - الاختیار ۴ - بیان یہ کہ اخیافی بھائی کا پسر وارث نہین ہی اور عینی بھائی کی دختر وارث نہین ہی حتی کہ اگر عینی بھائی کے پسر کا پسر ہوتا تبھی کل کا مستحق ہوتا لیکن یہ دختر ذی اولاد ہی لہذا علاتی بھائی کا پسر وارث ہونے کی وجہ سے اسکی دختر کو تقدم ہوا - م -

(بیان قسم چہارم از ذوی الارحام)

یعنے جنکا انتساب از جانب میت ہو - اگر اس قسم مین سے کوئی تنہا ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہو جائیگا اور معنی یہ کہ میت کے واسطے سواے اس ذی رحم کے کوئی نہو - اور یہ حکم درحقیقت کل اقسام ذوی الارحام مین جاری ہی - اگر اس قسم کے چند ذوی الارحام جمع ہوئے حالانکہ درجہ مین سب برابر ہین تو بالاجماع جو ذی ہو مقدم ہی یعنے مثلاً تین چچا ہین جو باپ کے بھائی ہین لیکن ایک عینی بھائی اور دوم علاتی اور سوم اخیافی ہی تو عینی مقدم پھر علاتی پھر اخیافی ہی اور یہ حکم جملہ ذوی الارحام قسم چہارم مین ہی خواہ مذکر ہون یا مؤنث ہون - الکافی - پھر وارث کی اولاد اولی ہی پس اگر انمین سے ایک تو وارث کی اولاد ہو لیکن اسکی قرابت بجہت واحدہ ہی اور دوم ایک ذی رحم کی اولاد ہو لیکن اسکو دو جہت سے قرابت حاصل ہی تو ایسی صورت مین صحیح یہ کہ جس کو دو جہت سے قرابت ہی وہ اولی ہی - مثال یہ کہ علاتی چچا کے پسر کی دختر - اور عینی پھوپھی کے پسر کا پسر ہی تو یہی دوم اولی ہی الخزانۃ - م - حالانکہ علاتی چچا کا پسر عصبہ ہی دختر مذکورہ ایک وارث کی فرزند ہی و لیکن عینی پھوپھی کا پسر ہر چند وارث نہین مگر اسکو مان و باپ دونون جہت سے قرابت ہونے کی وجہ سے اولویت ہوئی - م - اور اگر یہ لوگ مذکر و مونث جمع ہون اور انکی قرابت بھی برابر ہو تو مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے دیا جائیگا مثلاً میت کا چچا نہ پھوپھی موجود ہین اور دونون کی قرابت مادری جہت سے ہی یعنے یہ دونون والد میت کی مادری بھائی بہن ہین یا میت کا ماموں و خالہ دونون عینی ہین یعنے میت کی ماں کے سگے بھائی بہن ہین یا علاتی ہین یا اخیافی ہین غرضکہ دونون کی قرابت بدرجہ مساوی ہی تو مذکر کو مونث سے دوچند دیا جائیگا - اور اگر درجہ قرابت مین محاذات مگر قوت مین اختلاف ہو جیسے میت کی سگی پھوپھی اور مادری خالہ ہی یا سگا ماموں ہی اور مادری پھوپھی ہی پس صورت اول مین میت کے والد کی سگی بہن ہی اور والدہ کی مادری بہن ہی اور دوسری صورت مین والدہ کا سگا بھائی ہی اور والد کی اخیافی بہن ہی لیکن دونون صورتون مین باپ کی جہت سے جو وارث ہی اسکو دو حصہ اور مان کی جہت سے جو وارث ہی اسکو دو حصہ اور مان کی جہت سے جو وارث ہی اسکو ایک حصہ ملیگا کیونکہ اول کے لیے باپ کا حصہ یعنے دوچند ہی اور دوم کے لیے مان کا حصہ یعنی تہائی ہی یعنے جس جہت سے اصل ہو جو اسکا حصہ ہی وہ اسی منتقل ہوگا اور یہی حکم انکی اولاد مین ہوگا کہ میراث کے لیے اولی وہ ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہو خواہ کسی جہت سے ہو - اگر قرب مین برابر ہون اور محل قرابت بھی متحد ہو تو جو عصبہ کی اولاد ہو وہ اولی ہی جیسے چچا کی دختر و اور پھوپھی کا لڑکا موجود ہی اور دونون سگے ہین یا پدری ہین یعنی چچا و پھوپھی دونون سگے ہین یا پدری ہین تو کل مال صرف چچا کی دختر کو مل جائیگا کیونکہ وہ وارث کی دختر ہی اور اگر ان دونون مین ایک عینی ہو اور دوم باپ کی جہت سے ہو تو جس کو قوت قرابت ہی وہی وارث ہوگا - اسکا بیان یہ ہی کہ میت کی تین پھوپھیان ہین ایک اسکے باپ کی عینی بہن ایک ماں باپ سے ہی اور دوسرے اسکے باپ کی علاتی بہن اور تیسری صرف اخیافی بہن ہی اور میت کی تین خالائین ہین ایک اسکی ماں کی عینی بہن اور دوم علاتی اور سوم اخیافی ہی تو مال کی

Marfat.com

تقسیم اسطرح ہوگی کہ باپ کی جہت کے لیے دو تہائی اور مان کی جہت کے لیے ایک تہائی ہی پھر باپ کی جہت کی دو تہائی سیت کی پھوپھیون مین سے صرف سگی پھوپھی کو بوجہ قوت قرابت کے ملیگی اور اسی طرح مان کی تہائی سیت کی سگی خالہ کو ملیگی۔ (مثال دیگر) سیت کی سگی خالہ و سگا مامون اور سگی پھوپھی و علاتی پھوپھی ہی۔ پس مال ترکہ سے دو تہائی صرف سگی پھوپھی کو ملیگا اور ایک تہائی اسکی سگی خالہ و سگے مامون کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور تخریج اسطرح کہ مسئلہ ۳ سے نکالو بس ۲۔ پدری جانب کے لیے اور ایک مادری جانب کے لیے ہوگا پھر اس ایک کے تین ٹکڑے ہوکر دو مامون کو اور ایک خالہ کو دینا چاہیے لہذا مسئلہ کو (۹) سے تصحیح کرو۔ ازانجملہ ۶ سہام کو سگی پھوپھی کو دیدو اور مادری پھوپھی محروم ہی اور باقی تین سے ۲۔ مامون کو اور ایک خالہ کو دیدو۔ (مثال دیگر) نسبت کی والدہ کے سگے بھائی کی دختر ہی اور باپ کی اخیافی بہن کی دختر ہی تو مان و باپ کی جہت سے پھوپھی کی دختر کو دو تہائی مال اور مامون کی دختر کو ایک تہائی دیا جاوے۔ (مثال دیگر) سیت کی سگی خالہ کی دختر ہی اور باپ کی اخیافی بھائی کی دختر ہی تو بلحاظ مذکور کے بالا اخیافی چچا کی دختر کو دو تہائی اور خالہ کی دختر کے واسطے ایک تہائی ہی۔ (مثال دیگر) سیت کے سگے چچا کی دختر ہی اور سگی پھوپھی کی دختر ہی تو کل مال چچا کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ وارث کی لڑکی ہی۔ مثال دیگر) سیت کی علاتی پھوپھی کی دختر اور عینی پھوپھی کی دختر ہی تو کل مال سگی پھوپھی کی دختر کو بوجہ قوت قرابت کے ملیگا۔ (مثال دیگر) سگی خالہ کی دختر ہی اور علاتی مامون کی دختر ہی تو کل مال سگی خالہ کی دختر کو بوجہ قوت کے ملیگا۔ الکافی۔ شیخ رح نے فرمایا کہ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ پھوپھیون و خالاؤن و ماموؤن کی اولاد مین جو سیت کے زیادہ قریب ہو وہ استحقاق مین دور والون پر مقدم ہوتا ہی خواہ جہت متحد ہو یا مختلف ہو اور قرب باعتبار پشت کے ہوگا مثلاً ایک پشت والا بہ نسبت دو پشت کے مقدم ہی اور دو پشت والا بہ نسبت تین پشت کے مقدم ہی (مثال دیگر) سیت نے خالہ کی دختر چھوڑی اور خالہ کی دختر کی دختر یا خالہ کے پسر کی دختر یا خالہ کے پسر کا پسر چھوڑا تو کل میراث خالہ کے دختر کو ملیگی کیونکہ وہ ایک پشت اوپر ہی یعنے مثلاً زید مرا اور اسنے خالہ کی دختر کو یا خالہ کے پسر کی دختر یا خالہ کے پسر کا پسر چھوڑا اور خالہ کی نواسی ہندہ یا پوتی یا پوتا چھوڑا تو بہ نسبت نواسی و پوتی پوتا کے خالہ کی دختر اوپر ہی اور یہ لوگ ایک پشت نیچے ہین (مثال دیگر) سیت نے پھوپھی کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی کی لڑکی چھوڑی تو کل مال پھوپھی کی لڑکی کے واسطے ہوگا کیونکہ وہ خالہ کی نواسی کی نسبت ایک پشت اوپر ہی اگرچہ ان دونون کی قرابت دو جہت مختلفہ سے ہی۔ یعنی پھوپھی زاد بہن کی قرابت از جانب پدر ہی کیونکہ پھوپھی اسکے باپ کی بہن ہوتی ہی اور خالہ کی نواسی کے ساتھ مان کی جانب سے قرابت ہی اسواسطے کہ خالہ اسکی مان کی بہن ہی۔ (مسئلہ) پھوپھی کی لڑکیان بہن اور خالہ کی ایک لڑکی ہی تو دو تہائی پھوپھی کی لڑکیون کے واسطے ہی اور ایک تہائی خالہ کی اکیلی لڑکی کے واسطے ہی۔ اقول یہ کہ سوجہ سے کہ سیت کے ساتھ قرابت مین پھوپھی زاد بہنون و خالہ زاد بہن مین کوئی دور نہین بلکہ برابر ہین صرف جہت کا فرق ہی کہ اول بجہت پدر ہین اور دوم بجہت مادر ہین تو اس جہت کا لحاظ اول مرتبہ اسطرح کیا گیا کہ جہت پدری کے قرابتیون کو دو تہائی اور جہت مادری کے قرابتیون کو ایک تہائی دیا گیا اور اسکے سوائے کوئی وجہ ترجیح نہین ہی۔ حتی کہ اگر پھوپھی زاد فقط ایک بہن ہوتی اور خالہ زاد کئی بہنین ہوتین تو پھوپھی زاد کو دو تہائی ملتا اور خالہ زادیان صرف ایک تہائی مین حصہ دار ہوتین۔ پھر واضح ہو کہ اگر ان بہنون مین سے بعض مین دو جہت سے قرابت ہو اور بعض مین ایک ہی جہت سے قرابت ہو تو جہت مختلف ہونے کے وقت اس کا ظ سے ترجیح ابتدائی

Marfat.com

استحقاق مین قائم نہوگی اور جب جہت متحد ہو تو البتہ وہ باپ کی جانب سے ہی وہ ان کی جانب والے پر مرجح ہی خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ اس کلام کی توضیح یہ ہی کہ میت کے باپ کی جانب سے جو ذی رحم ہی اسکو اپنا استحقاق ہی اور جو ان کی جانب سے ہی وہ بھی مستحق ہی حتی کہ اگر باپ کی بہن عینی ہو جسکو ان و باپ دونون جہت سے قرابت ہوتی ہی اور اسکے لڑکی موجود ہی اور ان کی علاتی بہن ہو جسکو فقط باپ کی قرابت ہوتی ہی اور اسکے لڑکی موجود ہی پس میت نے سگی پھوپھی کی لڑکی چھوڑی اور علاتی خالہ کی لڑکی چھوڑی تو مال کا استحقاق دونون کے واسطے ہوگا اگرچہ میت کی پھوپھی زاد بہن کو مادر و پدر دو جہت سے قرابت ہی اور خالہ زاد بہن کو صرف باپ ہی کی جہت سے قرابت ہی لیکن پھوپھی زاد بہن کو کل ترکہ کے استحقاق کی ترجیح اسوجہ سے نہوئی کہ ایک کی قرابت میت کے ساتھ باپ کی جہت سے ہی اور دوسرے کی قرابت ماں کی جہت سے ہی لہذا فرمایا کہ جب جہت مختلف ہو تو سگے قرابت والے کو سوتیلے قرابت والے پر ترجیح تقدیم نہین ہوتی ہی چنانچہ مثال مذکور مین پھوپھی زاد بہن کو کل ترکہ کے واسطے تقدیم نہوگی۔ ہان اگر ایک ہی جہت سے دونون ہون تو البتہ جس ذی رحم کو باپ کی جہت سے قرابت ہی وہ دوسرے پر جسکو فقط ماں کی جہت سے قرابت ہو تقدیم ہوگی جیسے اسی مثال مین ایک سگی پھوپھی کی دختر ہوتی اور دوسری صرف مادری پھوپھی کی دختر ہوتی یعنے باپ کی اخیافی بہن کی دختر ہوتی تو دونون باپ ہی کی جہت سے قرابتی ہین پس سگی کو سوتیلے پر ترجیح ہوتی یعنے سگی پھوپھی کی دختر کل مال پاتی۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ سگی کو فقط باپ والی پر بھی ترجیح ہی۔ مثلاً میت نے سگی پھوپھی کی دختر اور علاتی پھوپھی کی دختر اور اخیافی پھوپھی کی دختر چھوڑی تو کل مال سگی پھوپھی کی دختر پاویگی اور اگر سگی نہو بلکہ باقی دونون ہون تو کل مال علاتی پھوپھی کی دختر پاویگی اور اسی طرح خالاؤن کی جانب ہی کہ اگر سگی خالہ و علاتی و اخیافی خالہ ہر ایک کی دختر موجود ہی اور سوا اسکے کوئی نہین ہی تو کل مال سگی خالہ کی دختر پاوے اور اگر یہ نہو تو علاتی خالہ کی دختر کل کی مستحق ہی یہ سب اسوقت کہ خالی ایک ہی جہت سے ہون اور باہم دو قرابت و ایک قرابت کا فرق ہی اور اگر میت کے ماں و باپ دونون کی جہت سے ہون مثلاً باپ کی بہن کی دختر ہی یعنے میت کی پھوپھی زاد بہن ہی اور میت کی ماں کی بہن کی دختر ہی یعنے خالہ زاد بہن ہی تو پھوپھی زادہ کو دو تہائی اور خالہ زادہ کو ایک تہائی ملیگا۔ ہان اگر باپ کی جہت مین پھوپھیان مختلف ہون مثلاً عینی پھوپھی کی دختر اور علاتی و اخیافی کی دختر مین ہین اور خالہ زاد بہن ہی تو دو تہائی جو پھوپھی زادیون کی طرف آیا وہ تینون پھوپھیون مین سے فقط سگی پھوپھی کی دختر کو ملیگا اور یہ بیان اوپر ہو چکا ہی۔ اور یہان کل مال کے استحقاق مین کلام ہی تو یہ جبھی کہ ایک ہی جہت سے ایسے قرابتی ہون جن مین سگے و سوتیلے کا فرق ہو ورنہ دو جہت سے ترجیح نہوگی۔ اور اسی طرح اگر ان اولاد مین کوئی عصبہ یا ذی فرض کی اولاد ہو تو بھی ایک ہی جہت مین اسکو ترجیح ہوگی اور دو جہت مین تقدیم نہین ہو سکتی ہی بلکہ میت کے ساتھ پشت کے اتصال کا اعتبار ہوگا (مثال یہ ہی) کہ میت نے عینی چچا یا علاتی چچا کی دختر چھوڑی اور پھوپھی کی دختر چھوڑی تو کل مال اسکے چچا کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ عصبہ کی بیٹی ہی۔ اور اگر اسنے چچا کی دختر اور ماموں یا خالہ کی دختر چھوڑی تو چچیری بہن کے واسطے دو تہائی مال ہی اور ماموں یا خالہ کی بیٹی کے واسطے ایک تہائی مال ہی اسواسطے کہ یہان جہت مختلف ہی پس چچیری بہن کو عصبہ کی اولاد ہونے سے ترجیح نہین ہی۔ اور یہ روایت امام ابو یوسف رح ہی ولیکن ظاہر المذہب یہ ہی کہ عصبہ کی اولاد مقدم ہی خواہ جہت متحد ہو یا مختلف ہو اسواسطے کہ عصبہ کی اولاد کو وارث میت سے زیادہ اتصال ہی تو گویا وہ میت سے زیادہ متصل ہی۔ قال المترجم یا یون کہا جاوے کہ وراثت یعنی خلافت ہی تو وارث خلیفہ میت ہی اسی طرح خلیفہ میت کی اولاد بمنزلہ خلیفہ میت ہی کیونکہ وہ خلیفہ کی خلیفہ ہی تو گویا

Marfat.com

میت کی خلیفہ ہی۔ م۔

فصل ۔ مختصر حساب فرائض کا بیان۔ واضح ہو کہ چھٹا و تہائی و دو تہائی ایک جنس ہین پس اگر اصحاب فرائض سب اسی جنس سے ہون مثلاً میت نے دو دختر و باپ چھوڑا تو دخترون کے واسطے دو تہائی اور باپ کے واسطے چھٹا حصہ اور باقی باپ کو بطور عصبہ ہی۔ تو چاہیے کہ جو سب سے کمتر حصہ یعنی چھٹا ہی اسکی رعایت سے اصل مسئلہ فرض کرین یعنے ۶۔ سہام سے نکالین۔ جیسے مثال مذکور مین کمتر حصہ باپ کا چھٹا ہی اگرچہ باپ کو یہان باقی ملنے سے صرف تہائی و دو تہائی کی ضرورت ہی تو یہ ۳۔ سے نکل آویگی۔ اور آٹھوان و چہارم و نصف سب ایک جنس ہین پس اگر ورثہ سب اسی جنس کے جمع ہون تو کمتر حصہ آٹھوان ہی جو (۸) سے برآمد ہوگا اور اسی سے چہارم و نصف بھی نکلتا ہی مثلاً میت کی زوجہ و دختر واحدہ ہی تو زوجہ کے واسطے آٹھوان اور دختر کے واسطے نصف ہی اور باقی مال بھی دختر کو بطور رد کے مل جائیگا۔ اور اگر جنس دوم دو ن جمع ہوئے تو جب ایک جنس کو دوسری جنس مین ضرب دین تو حاصل ضرب سے دونون جنس کے سہام نکل آوینگے مثلاً تہائی و چوتھائی جمع ہی تو ۳۔ سے تہائی نکلتی ہی اور (۸) سے آٹھوان پس ۳۔ کو ۸۔ مین ضرب دو تو (۲۴) سے آٹھوان ۳۔ اور تہائی۔ (۸) نکل آوینگے لیکن جان لینا چاہیے کہ تہائی اور آٹھوین۔ مین سولے ۲۴۔ کے کم سے گنجایش نہین ہی۔ برخلاف اسکے اگر چھٹا و آٹھوان جمع ہون تو جیسے باہمی ضرب کے (۴۸) سے دونون نکلتے ہین اسی طرح (۲۴) سے بھی دونون نکل آوینگے کیونکہ (۲۴) کا چھٹا۔ ۴۔ ہی اور آٹھوان ۔ ۳۔ ہی پس واجب ہی کہ یہی قاعدہ دریافت کیا جاوے تاکہ تقسیم ترکہ مین ۴۸ حصص کرنے کی تکلیف سے بچکر صرف (۲۴) سہام سے مقصود حاصل ہو جاوے۔ اسمین کلیہ قاعدہ یہ ہی کہ کبھی دو عدد طاق یا ایک طاق و دیگر جفت ایسے جمع ہوتے ہین کہ سوائے باہمی ضرب کے جو حاصل ہو اس سے کم مین دونون کے نکالنے کی مجال نہین ہوتی مثلاً ۳۔ و ۵۔ کہ یہ دونون صرف (۱۵) باہمی حاصل ضرب کے کسی کم عدد سے برآمد نہونگے۔ یا جیسے ۲۔ و ۸۔ کہ ایک جفت ہی لیکن سولے حاصل ضرب ۲۴۔ کے کم سے دونون نہین نکل سکتے ہین۔ برخلاف ۶ و ۸ کے کہ دونون جفت ہین پس جب دونون جفت ہون تو اسمین دو صورتین ہوتی ہین اول یہ کہ بڑا عدد چھوٹے پر پورا تقسیم ہو جاوے جیسے ۴۔ و ۸۔ یا ۴۔ و ۱۲۔ اور ۸۔ و ۲۴۔ و مانند اسکے تو ایسی صورت مین صرف بڑے عدد کی قدر سہام کافی ہین اور یہ بات کبھی ایک طاق و دیگر جفت مین بھی ہوتی ہی جیسے ۳۔ و ۶۔ اور ۵ و ۱۰۔ اور کبھی دونون طاق مین حاصل ہوتی ہی جیسے ۵ و ۱۵ اور ۷۔ و ۲۱۔ وغیر ذالک ہین۔ اور کبھی دو عدد جفت ایسے ہوتے ہین کہ انمین بڑا چھوٹے پر پورا تقسیم نہین ہوتا جیسے ۶۔ و ۸۔ ہین یا ۸ و ۱۲۔ ہین و مانند اسکے تو ایسی صورت مین دیکھا جاوے کہ وہ عدد کون ہی جسپر یہ دونون پورے تقسیم ہو جاوین تب دیکھا کہ ۸۔ و ۱۲۔ مین ایسا عدد ۲۔ ہی اور دیکھا کہ ۴۔ بھی ہی تو لازم ہی کہ جو سب سے بڑا ایسا عدد نظر آوے اسپر ایک کو تقسیم کرو جو تقسیم سے حاصل ہو اسکو دوسرے مین ضرب دیدو تو جو عدد حاصل ہووے وہ ایسا عدد ہوگا جس سے دونون حاصل ہو سکتے ہین مثلاً ۸ و ۱۲ مین ۴۔ سب سے بڑا عدد ہی تو ۴۔ پر تقسیم کیا تو ۲۔ حاصل ہوا اور دو کو ۱۲۔ مین ضرب دیا تو ۲۴۔ حاصل ہوا۔ یا ۱۲۔ کو چار پر تقسیم کرو کہ ۳۔ حاصل ہوا اور تین کو آٹھ مین ضرب دیا کہ ۲۴۔ حاصل ہوا پس ۲۴۔ ایسا عدد ہوا جسپر ۸ و ۱۲ دونون مساوی تقسیم ہوتے ہین۔ اور قاعدہ یہ ہی کہ جن دو عدد مین مشترک بڑا عدد دریافت کرنا منظور ہو تو بڑے

Marfat.com

چھوٹے پر تقسیم کرو جو بچ رہے اسپر چھوٹے کو تقسیم کرو اگر پورا تقسیم ہو جاوے تو یہی سب سے بڑا عدد مشترک ہوگا اور اگر پورا تقسیم نہو تو باقی پر اسکو تقسیم کرو یہان تک کہ جسپر پورا تقسیم ہووہی یہ عدد ہی۔ مثلاً ۸-و-۱۲-مین ۸ کو ۱۲ - تقسیم کرو تو چار باقی رہے پھر چار پر ۸- کو تقسیم کرو (۲) - تو پورا تقسیم ہوگیا پس اسی پر ۱۲- بھی پورا تقسیم ہوگا - اب خلاصہ نسبت یہ ہوا کہ جن دو عددون مین تباین ہو کہ انمین کسی عدد کے ساتھ موافقت نہین ہی جیسے ۳-و-۵- اور ۵-و-۱۱- جیسے ۶-و-۱۱-اور-۱۲-و-۲۵- تو ایسے دو عدد کو متباین کہتے ہین پس اگر ہم فرض کرین کہ ۵- لڑکون کو بجسہ سادی - ۱۱- سہام ملے تو بٹوارہ کے لیے ضرور ہی کہ ۱۱- کے ۵۵ ٹکڑے کرین تاکہ ہر ایک لڑکے کو ۵ - مین سے ۱۱- ٹکڑے دین پس درحقیقت ایسے دو عدد مین کوئی موافقت و نسبت نہین بلکہ تباین ہی - اور اگر دو عدد ایسے ہون کہ انمین سے بڑا چھوٹے پر پورا تقسیم ہو جاوے تو ان دونون مین تداخل ہی مثلاً ۴-و-۱۲- کہ بارہ چار پر پورا تقسیم ہو جاتا ہی اور ۴- حاصل قسمت ہوتا ہی جو دلیل ہی کہ گویا ۴- کو ۳ مرتبہ جمع کیا گیا ہی تو بارہ مین چار تین مرتبہ داخل ہی پس اگر فرض کرو کہ چار کے حصہ مین ۱۲ سہام پڑے تو کچھ اشکال نہین کہ ہر ایک کو تین سہام دیے جاوین اور اگر ۸- کے حصہ مین ۱۲- سہام ہون تو لامحالہ ان سہام کے ٹکڑے کرنا چاہیے پس ۸-و ۱۲- مین توافق ہی پس چار سے کسی ایک کو تقسیم کرکے حاصل کو دوسرے مین ضرب دیدو تو ۲۴- ہو گئے اور مثال یہ کہ مثلاً ۱۲- روپیہ ۸- آدمیون پر تقسیم ہونا چاہیے تو بارہ کو دو چند کیا تو ۲۴- اٹھنیان ہو گئین پس ہر ایک کے حصہ مین ۳- اٹھنیان پڑین تو نسبت تباین یا تداخل یا توافق ہوگی اور ہر ایک کا حکم بیان کیا گیا - پھر واضح ہو کہ کبھی میت کے انتقال کرنے پر اسکا ترکہ اسکے وارثون مین تقسیم ہو جاتا ہی اور ہر ایک وارث اپنے حصہ پر قبضہ کر لیتا ہی حتی کہ جب انمین سے کوئی وارث مرے تو اسکے ورثہ اسکا ترکہ تقسیم کر لیتے ہین - اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ ایک شخص نے انتقال کیا اور اسکے ترکہ سے اسکے وارثون کے حقوق متعلق ہو گئے لیکن باہمی تقسیم واقع نہین ہوئی پھر انمین سے کوئی مرگیا اور اسکے وارثون کے حقوق متعلق ہوئے حتی کہ انمین بعض وہ ہوتے ہین جنھون نے میت اول سے حصہ پایا اور میت دوم کے ترکہ مین بھی مستحق ہین پھر بٹوارہ نہین ہوا حتی کہ میت سوم نے انتقال کیا اور اسکے ترکہ سے بھی وارثون کے حقوق متعلق ہوئے حتی کہ شاید وارثون مین بعض وہ ہون جنھون نے میت اول و دوم دونون سے بھی حصہ پایا اور سوم سے بھی مستحق ہین غرضکہ بعد متعدد اموات کے بٹوارہ منظور ہوا تو اسکو مناسخہ کہتے ہین - اول مفرد تقسیم ترکہ کی مثالین و طریقہ بیان ہوتا ہی - (میت) کے زوجہ و دو بھائی ہین مسئلہ چار سے ہوا از انجملہ زوجہ کو ایک سہم چہارم دیا لیکن باقی ۳- بسہام ۲- بھائیون پر تقسیم نہین ہوتے ہین تو (۳) کو (۲) مین ضرب دیا کیونکہ ۳-و-۲- مین تباین ہی پس اصل مسئلہ کو بھی ۲- مین ضرب دیا پس مسئلہ (۸) سے نکالو کہ زوجہ کو چہارم کے (۲) دیدو اور باقی چھ کو دو بھائیون پر تقسیم کرو کہ ہر ایک کے حصہ مین منجملہ ۶ کے تین تین حاصل ہوئے اور صورت تحریر حسب ذیل ہی۔

تصحیح مسئلہ ۸

زوجہ	بھائی	بھائی
۱	(۳)	
۲	۶ = (۳×۲)/۱	

بنا بر اس مسئلہ کے کہا گیا کہ جہان جس وارث کے حصہ مین کسر واقع ہو انکے عدد اس کو اصل مسئلہ مین ضرب دیدو خواہ عول کرو اگر عول ہو چنانچہ جہان بھائیون مین کسر واقع ہوئی ہی اور رد ہو دو ہین تو انکو اصل مسئلہ

Marfat.com

کے عدد مین ضرب دو تو وہی تو ۲ و چار کے ضرب سے ۸۔ حاصل ہوئے اور اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ (میت) کے زوجہ و چچہ بھائی ہین۔ مسئلہ ۴۔ سے ہوا۔ زوجہ کو ایک سہم دیا گیا اور ۳۔ باقی کی تقسیم ۶۔ برادر پر نہین ہوسکتی ہی ولیکن ۳ و ۲۔ مین موافقت باثنات ہی تو ۲۔ کا ثلث لیتے دو لیکر اصل مسئلہ مین ضرب دینا کافی ہی یا یون کہو کہ ۳ و ۲۔ مین تداخل ہی تو خارج قسمت ۲۔ کو اصل مسئلہ مین ضرب دیدو پس ۸ سے تصحیح ہوئی کہ زوجہ کو ۲۔ اور ہر ایک بھائی کو ایک ایک سہم ملے۔ (مثال دیگر) میت کی زوجہ اور چھ سگے بھائی اور سگی تین بہنین ہین۔ اصل مسئلہ چار سے ہوا کہ زوجہ کو چہارم ایک سہم دیکر باقی ۳۔ کی تقسیم جب ہو کہ (۱۵) ٹکڑے کیے جاوین اسواسطے کہ مرد کو عورت سے دوچند ملیگا تو بہنون کے واسطے ایک ایک ہو تو ۳۔ اور بھائی کے واسطے دو دو ہون تو ۱۲۔ پس جملہ ۱۵۔ ٹکڑے کیے جاوین۔ پس باقی ۳۔ اور ۱۵۔ مین تداخل ہی تو اسکی تہائی کا ضرب دینا کافی ہی پس ۱۵۔ کی تہائی ۵۔ کو اصل مسئلہ مین ضرب دیا تو (۲۰) ہوئے اسمین سے زوجہ کا چہارم ۵۔ اور ہر بہن کے واسطے ایک ایک اور ہر بھائی کے واسطے دو دو ہونگے (قاعدہ دیگر) جبکہ فریقین پر کسر واقع ہو پس چاہیے کہ پہلے ہر فریق واسکے سہام مین موافقت تلاش کرلے پس دونون کے درمیان مین جو دو عدد حاصل ہوئے اگر دونون مماثل ہون کمی بیشی نہو تو صرف ایک عدد کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا کافی ہی اور اگر متداخل ہون تو زائد کو ضرب دے اور اگر متوافق ہون تو ایک کے وفق کو دوسرے مین ضرب دیکر اصل مین ضرب دے اور اگر متباین ہون تو ہر ایک کو دوسرے مین ضرب دیکر حاصل کو اصل مسئلہ مین ضرب دے۔ (مثال) میت کے تین چچا اور تین دختر ہین۔ پس دختران کے واسطے اصل مسئلہ ۲۔ سے لیا کیونکہ چچا تو عصبات ہین پس دختران کے لیے ۲۔ ہوا۔ اور ایک باقی رہا لیکن ۲ سہام تو تین لڑکیون پر تقسیم نہین ہوسکتے ہیں اور اسی طرح ایک سہم بھی ۳۔ چچا پر تقسیم نہین ہوسکتا۔ لیکن دونون فریق کا عدد متماثل ہی یعنے لڑکیان ۳۔ اور چچا بھی ۳۔ ہین لہذا ایک کو اصل مسئلہ مین ضرب دیا تو (۹) سے تصحیح ہوگئی اسطرح کہ ۹۔ سے دو تہائی کے ۶۔ واسطے تین بہنون کے ہر بہن کے لیے ۲۔ ہوئے اور باقی ۳ سہام واسطے تین چچا کے ہر ایک کے واسطے ایک سہم ہوا۔ (مثال دیگر) پانچ جدات اور پانچ سگی بہنین اور ایک چچا ہی پس جدات کے لحاظ سے اصل مسئلہ ۶۔ سے فرض کرو جسمین سے ایک سہم جدات کے لیے ہوا حالانکہ اس سہم کے پانچ ٹکڑے ہون تو ہر جدہ کو ایک ملے لیکن پانچ حصص یافتہ و پانچ بہنون و پانچ جدات سب مین تماثل ہی تو ایک کو اصل مسئلہ مین ضرب دو کہ (۳۰) ہوئے اسی سے تصحیح ہوگی۔ پس جملہ ترکہ کے (۳۰) سہام مین سے جدات کو چھٹے کے پانچ سہام دو کہ ہر جدہ کو ایک سہم ملیگا اور پانچ بہنون کو دو تہائی کے (۲۰) ہر ایک کو چار سہام ملے اور باقی چچا پاوے۔ (مثال دیگر) ایک جدہ اور چھ سگی بہنین و ۹۔ مادری بہنین ہین اصل مسئلہ ۶۔ سے ہوا اور حسب ذیل اسکو لکھنا چاہیے۔

جدہ	۱	۱
سگی بہنین	۴	۴
مادری بہنین	۱	۱

یعنے میت کے جدہ کو ایک سہم یعنے چھٹا حصہ ہی اور عینی بہنون کے واسطے دو تہائی کے ۴۔ سہام ہین اور اخیافی بہنون کے لیے تہائی کے ۲۔ سہام ہین اور یہ عول ہوکر ۷۔ ہوگئے۔ پھر ہر فریق کو جو کچھ پہونچا اسکو دیکھو تو (۹) اخیافی اور دو سہام مین کچھ موافقت نہین ہی اور ۴۔ عینی اور انکے چار سہام ہین توافق بالنصف ہی یعنی ۲ کا نصف لیکر ضرب دینا کافی اور وہ ۳۔ ہی۔ پھر ۳ و ۹۔ مین تداخل ہی تو (۹) ہی کو ضرب دینا کافی ہی پس ۹ کو اصل ۷ یعنی عول مین ضرب دیا کہ (۶۳) ہوئے اور اسی سے تصحیح ہوگی۔ اسطرح کہ جدہ کو (۹) سہام اور ۴۔ بہنون

Marfat.com

یعنی کو (۳۶) کہ ہر ایک کے لیے چار ہوئے اور اخیافین کے ۱۸۔ مین سے ہر ایک کے لیے دو ہوئے۔ (مثال دیگر) دختر۔ ۲ جدات ۔۴ دختران پسر۔ چچا۔ موجود ہین۔ اصل مسئلہ ۲ سے ہوا پس دختر کو ۳۔ اور جدات کو ایک اور ۴ دختران پسر کو ایک۔ اور ۲۔ ۴۔ مین موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے مین ضرب دیا تو ۱۲۔ ہوئے اور ۱۲۔ کو ۲۔ مین ضرب دیا تو (۲۷) سے تصحیح مسئلہ ہوگی۔ (مثال دیگر) میت کی زوجہ اور ۱۲۔ مادری بہنین اور ۲۵۔ چچا ہین پس بہان چہارم اور تہائی اور باقی چاہیئے پس کمترعدد ۱۲ ہی جس سے تہائی و چوتھائی برآمد ہو لیکن تہائی کے ۴۔ اور ۱۲۔ مادری بہنون مین تداخل سے توافق بالربع ہی یعنے چار سے ضرب کافی ہی اور باقی ۵۔ اور ۲۵۔ مین بھی تداخل ہی تو پانچ سے ضرب کافی ہی لیکن چار اور پانچ مین موافقت نہین ہی تو ضرب دیگر۔ ۲۰۔ ہوئے اور انکو اصل مسئلہ مین ضرب دیا کہ۔ ۲۴۰۔ ہوئے پس اسی سے تصحیح ہوگی۔ واضح ہو کہ جیسے دو فریق مین عمل کیا کہ اول ہر وارث کی تعداد اور اسکے عدد سہام مین توافق و تماثل دونون دیکھکر باہم دونون مین توافق وغیرہ دیکھکر انکے حاصل ضرب کو جسکا نام جزء السہم ہی۔ اصل مسئلہ مین ضرب دیا تھا اسی طرح اگر تین فریق یا چار ہین ایسا واقع ہو تو بھی یہی عمل کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ فرائض مین چار فریق سے زیادہ مین کسر متصور نہین ہی کما نص علیہ فی الہندیہ۔ (مثال دیگر) کہ میت نے چار زوجات و تین جدات صحیحہ اور بارہ چچا چھوڑے۔ پس چچاؤن کے عصبہ ہونے سے انکے لیے عدد فرض تلاش نہوگا بلکہ زوجات کے لیے چہارم اور جدات کے لیے چھٹا حصہ ہی تو ایسا عدد جس سے چہارم و چھٹا نکل آوے کم سے کم۔ ۱۲۔ ہی پس اصل مسئلہ ۱۲ سے فرض کیا حسب ذیل

مسئلہ ۱۲۔ تصحیح ۱۴۴

زوجات (۴)	جدات صحیحہ (۳)	چچا (۱۲)
چہارم ۳۔ سہام	چھٹا حصہ ۶۔ سہام	مابقی ۷۔ سہام
۳۶	۲۴	۸۴

پس اسی طرح پر زوجات کو کل مال کے بارہ سہام مین سے (۳) سہام دین تو وہ چار زوجات کو پورا تقسیم نہوگا لہذا عمل کرنے کے واسطے قاعدہ مذکورہ بالا کے موافق چلنا چاہیے کہ ۳۔ عدد سہام کو ۴۔ عدد زوجات مین ضرب دیا تو ۱۲۔ ہوئے یعنی اگر زوجات اربعہ کے ۱۲۔ سہام کے پھر بارہ ٹکڑے دیے جاوین تو ہر زوجہ کو ۳۔ ٹکڑے مل جاوین لہذا اگر اصل مسئلہ ہی مین کل مال کے اسقدر ٹکڑے کرین جس سے چارون زوجات کو بجائے کلان ۱۲۔ ٹکڑون کے ۱۲۔ چھوٹے ٹکڑے جو مقدار مین مساوی ہین ملجاوین تو سب پر مساوی تقسیم ہو جاوین مثلاً میت کے بارہ روپیہ مین سے چارون کو ۳۔ روپیہ ملین تو انمین تقسیم مشکل ہوگی اور اگر بارہ روپیہ کی چونیان (۴۸) کرکے انمین سے چہارم کے ۱۲۔ چونیان تینون کو دی جاوین تو ہر ایک ۳۔ چونیان لے لے حالانکہ ۱۲۔ چونیان اور تین روپیہ برابر ہین پس یہ معنی ہین کہ بجائے ۳۔ ۳۔ سہام کی زوجات کے لیے ۱۲۔ سہام کیے جاوین اور برابر اوپر سے بیان چلا آتا ہی کہ اصل مسئلہ مفروضہ سے جسقدر سہام ملین انکو دیکھا جاوے کہ وہ لگتا ورثہ پر پوری تقسیم ہوتی ہین ورنہ تداخل و توافق وغیرہ سے حساب لگایا جاوے کہ انمین ۳۔ سہام کو مثلاً کتنے ٹکڑے کرین کہ انمین پوری تقسیم ہو جاوین پس مثال مذکور مین ہمنے دیکھا کہ چار زوجات اور تین سہام مین تباین ہی تو دونون کو باہم ضرب دیا کہ۔ ۱۲۔ ہوئے پس معلوم ہوا کہ ۳۔ سہام کے بارہ ٹکڑے کرین پس اگر ہم یہ امر اختیار کرین کہ پہلے کل مال کے بارہ سہام کرین جنمین سے زوجات اربعہ کو چہارم کے ۳۔ ۳۔ سہام دین پھر زوجات کے ۳۔ سہام کو۔ ۱۲۔ ٹکڑے کرین تو پھر کر تقسیم لازم آوے

Marfat.com

اور یہی کمر نہین بلکہ ۳- جہات کو ۲- سہام ملے اور وہ بھی انپر پورے تقسیم نہین ہو سکتے ہین تو ناچار انہین بھی گزر ٹکرے کیے جاوین اسطرح کہ ۳ و ۲- مین تباین ہی تو ضرب سے ۶- ہوئے تو معلوم ہوا کہ جہات کے ذو سہام کے بھرا ہم ۲- ٹکرے کرین تب تقسیم ہو پس حصۂ زوجات کے ۱۲ ٹکرے کرین اور حصہ جہات کے ۶- ٹکرے کرین اور ابھی ختم نہین ہوا بلکہ ۱۲- بچاکے- ۷- سہام ہین اور یہ بھی انپر پورے تقسیم نہین ہوتے بلکہ تباین ہی تو انکے بھر ٹکرے کرین تب بٹوارہ پورا ہو اور یہ سب چھ بار بٹوارہ ہوا لہذا ہمنے اوپر قاعدہ بیان کیا جس سے ہمکو یہ معلوم ہوجاتا ہی کہ ہم کل مال کے ایک بار اسقدر ٹکرے کرین جس سے زوجات کو انکے لائق اور جہات کو انکے مناسب- ۶- اور اعمام کو انکے مناسب پہنچ جاوین پس قاعدہ یہی کہ پہلے ہر فریق اور اسکے سہام مین مناسبت حسابی سے دریافت کرین کہ اسکے واسطے کتنے کتنے ٹکرے ہون تاکہ پورا بٹوارہ ہوجاوے پس اگر تباین ہو جیسے اس مثال مین ہر فریق و اسکے سہام مین تباین ہی تو لا محالہ تعداد فریق و اسکے سہام کو باہم ضرب دینے سے دریافت ہوا کہ زوجات کے- ۱۲- جہات کے- ۶- اور اعمام کے ۱۲ ضرب تے ہی- پھر ہمنے کل مال کے لیے انمین باہم نسبت دیکھی تو معلوم ہوا کہ عدد زوجات ۱۲- اور شمار اعمام- ۱۲- مین مماثلت ہی پس دونون کو اصل مسئلہ مین ضرب کرنے کی ضرورت نہین ہی بلکہ فقط- ۱۲- کی ضرب ایکبار کافی ہی اور اسی طرح حصہ جہات- ۶- مین اور- ۱۲- مین تداخل ہی تو یہ بھی اسی مین سے نکل آوینگے تو ہمنے صرف ۱۲- کو اصل مسئلہ ۱۲- مین ضرب دیا تو- ۱۴۴- حاصل ہوا پس کل مال کے- ۱۴۴- سہام کردہ تو ہر ایک فریق کو اسقدر سہام پہونچینگے کہ باہم مساوی تقسیم ہوجاوین چنانچہ اصل مسئلہ ۱۲- سے ہر فریق کو جو کچھ پہونچا تھا اسکا بارہ گونہ پہونچیگا کیونکہ اصل کو بارہ گونہ کیا گیا ہی تو چاہو ہر فریق کے حصہ کو بارہ گونہ کردو اور چاہو- ۱۴۴- مین سے ہر ایک کا حصہ نکال لو- مثلاً زوجات کی چوتھائی چاہی تو- ۱۴۴- کی چوتھائی- ۳۶- ہوئے اور اسی طرح اگر اول مین ۲- سہام تھے انکو بارہ گونہ کرو تو بھی- ۲۴- ہوئے اور اسمین سے ہر زوجہ کے واسطے (۹) سہام ہونگے اور اسی طرح جہات کے (۲۴) مین سے ہر ایک کو (۸) ملینگے اور ۱۲- اعمام کے (۸۴) مین سے ہر ایک کو (۷) پہونچینگے-

(مثال دیگر) میت نے ۶- جہات اور ۹- لڑکیان اور- ۱۵- عم چھوڑے- اصل مسئلہ ۶- سے نکالا اسواسطے کہ انکو فرائض کے لیے دو تہائی چھٹے کی ضرورت ہی اور یہ جنس ۶- سے برآمد ہوا کرتی ہی- پس- ۶- جہات کے واسطے ایک- اور- ۹- لڑکیون کے واسطے دو تہائی کے- ۴- اور باقی ایک سہم اسکے ۱۵ عم کے واسطے ہی- پھر ہر فریق و اسکے حصہ مین تباین ہی لیکن اعداد فریقون مین توافق ہی چنانچہ ۶- و- ۹- مین توافق بالثلث ہی تو ایک کے ثلث کو دوسرے مین ضرب دیا تو- ۱۸- ہوئے جس سے ۹ و ۹- دونون برابر مقسوم علیہ ہوتے ہین- پھر ۱۹- و- ۱۵- مین بھی توافق بالثلث ہی لہذا ایک کے ثلث کو دوسرے مین ضرب دینے سے (۹۰) حاصل ہوئے پھر اسکو اصل مسئلہ (۶) مین ضرب دیا تو (۵۴۰) ہوئے پس اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی- **(مثال دیگر)** میت نے دو زوجہ اور دس جدہ صحیحہ و چالیس مادری بہن اور بیس چچا چھوڑے- اسمین فرائض کے واسطے چوتھائی و چھٹے کی ضرورت ہی لہذا اصل (۱۲) سے مفروض ہوا جسمین سے ۲- زوجات کو چہارم کے ۳- جو تقسیم نہین ہو سکتے اور نہ نسبت توافق ہی- اور دس جدات کے لیے چھٹے کے ۲- جو تقسیم نہین ہو سکتے لیکن انمین توافق بالنصف ہی کیونکہ باہم متداخل ہین تو انمین سے ضرب کے لیے نصف یعنے پانچ کافی ہین- اور (۴۰) بہنون کے واسطے تہائی کے (۴) ہین کہ انمین بھی توافق بالربع ہی کہ ضرب کے لیے صرف دس کافی ہین پھر (۲۰) عم کے واسطے باقی (۳) ہین جنمین باہم

Marfat.com

جماعت ہی لیکن (۲۰) ایسا عدد ہی کہ ۲ و ۵ و ۱۰ سکو اسمین تداخل ہی اور عم کے ۲ - وزوجات کے ۲ - کو اصل مسئلہ ۱۲ - مین تداخل ہی لہذا (۲۰) کو ۱۲ - مین ضرب دینا کافی ہی کہ ۲۴۰ - ہوئے اسی سے مسئلہ کی تصحیح ہی (مثال دیگر) میت نے چار زوجات اور پندرہ جدات اور ۱۸ - دختر اور ۶ - عم چھوڑے - اس مسئلہ مین فرائض کے لیے آٹھوین اور چھٹے و دو ثلث کی ضرورت ہی پس اصل مسئلہ (۲۴) سے ہوگا اور اسمین زوجات کے واسطے آٹھوین حصہ کے (۳) - اور جدات کے لیے چھٹے حصہ کے (۴) - اور دختروں کے واسطے دو ثلث کے (۱۶) اور باقی ایک سہم اسکے چچاؤن کے واسطے ہوگا - پھر تخریج کی صورت یہ ہی کہ زوجات کے اعداد (۴) اور (۳) سہام مین موافقت نہین ہی اور اسی طرح (۱۵) جدات اور انکے سہام (۴) مین موافقت نہین ہی اور (۱۶) دختروں اور انکے (۱۶) سہام مین توافق بالنصف ہی کہ (۱۸) کی جگہ (۹) ہونگے - اور چچاؤن کی تعداد (۶) حالانکہ سہم واحد ہی پس ہمارے پاس (۴) و (۱۵) و (۹) و (۶) ہین - پس ہمنے دیکھا کہ ۶ و ۹ - مین توافق بالثلث ہی تو ایک کی تہائی کو دوسرے مین ضرب دینے سے (۱۸) ہوئے پھر اس عدد کو (۱۵) کے ساتھ مین توافق بالثلث ہی تو ایک کی تہائی کو دوسرے مین ضرب دیا تو (۹۰) حاصل ہوئے پھر اوس عدد مین و چار مین توافق بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے مین ضرب دیا تو (۱۸۰) ہوئے پس (۱۸۰) کو اصل مسئلہ - ۲۴ - مین ضرب دینے سے (۴۳۲۰) ہوئے پس کل مال کے اسقدر سہام کیے جاوین گے اسی سے تصحیح ہوگی (مثال دیگر) میت کی پانچ علاتی بہنین ہین اور (۳) مادری بہنین ہین اور (۷) جدات صحیحہ ہین اور چار زوجات ہین - پس ہمکو اس مسئلہ کے فرائض کے لیے ضرورت ہی اور اگر کچھ بچ جاوے تو وہ بھی انھین اصحاب فرائض نسبی پر رد کیا جائیگا کیونکہ کوئی عصبہ نہین ہی لیکن صورت یہ واقع ہوئی کہ چھٹے و دو تہائی و چہارم کی ضرورت سے مسئلہ پر زیادتی لازم آویگی چنانچہ ایسا عدد جس سے چھٹا دو و تہائی و چہارم نکلے وہ (۱۲) ہی پس علاتی بہنون کے لیے دو تہائی کے (۸) ہوئے حالانکہ انکی تعداد پانچ ہی اور مادری ۳ - بہنون کے واسطے تہائی مال کے (۴) ہوئے اور انمین بھی تباین ہی اور (۷) جدات کے لیے چھٹے حصہ کے (۲) سہام ہوئے اور انمین بھی تباین ہی اور (۴) زوجات کے چہارم کے (۳) سہام ہوئے حالانکہ تقسیم نہین ہوسکتی اور تباین ہی پس معلوم ہوا کہ جملہ فریق ورثہ مین جیسے انکی تعداد سہام مین تباین ہی تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا ہر فریق کو دوسرے مین باہم ضرب دیا جاوے تو ۵ × ۳ × ۴ × ۷ = ۴۲۰ - یہ حاصل ضرب ہوا اور سہام کا اصل مسئلہ (۱۲) سے تھا لیکن عول ہوکر (۱۷) ہوگیا تھا پس (۴۲۰) کو (۱۷) مین ضرب دیا کہ (۷۱۴۰) ہوئے پس اسقدر سہام کرنے سے اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی ۴ -

فصل عول کے بیان مین - واضح ہو کہ فرائض کی تین صورتین ہین فریضہ عادلہ و فریضہ قاصرہ و فریضہ عائلہ - پس فریضہ عادلہ یہ ہی کہ ترکہ کے جسقدر سہام اصل مسئلہ مین فرض کیے گئے ہین اسی قدر اہل فرائض کے حقوق کا مجموعہ ہو یعنے کم یا زیادہ نہو یا اسطرح کہو کہ ترکہ کے جسقدر حصص مستقیم ہوسکتے ہین اسی قدر اصحاب فرائض کے حقوق ہون اور اسکی توضیح یہ ہی کہ ہر چیز کامل کے اجزاء باعتبار نصف و ثلث وغیرہ کے محدود ہوتے ہین مثلاً نصف پس ایک چیز کے نصف فقط دو سے زیادہ نہین ہوسکتے ہین - اور چہارم فقط چار سے زیادہ نہونگے اور سوم فقط تین سے زیادہ نہونگے مثال یہ کہ میت نے از جانب مادر و پدر کے دو بہنین چھوڑین اور از جانب مادر دو بہنین چھوڑین یعنی صرف اسکی دو عینی بہنین اور دو اخیافی بہنین ہین تو عینی بہنین دو تہائی کی مستحق ہین اور اخیافی بہنین

Marfat.com

ایک تہائی کی مستحق ہین تو کل مال کی صرف تین ہی تہائی ہوتی ہین تو وہ اثنین برابر پوری اترین۔ اور اسی طرح اگر ترکہ کے سہام فرائض بہ نسبت مال کے کم ہین لیکن باقی کا لینے والا کوئی عصبہ ہی تو بھی تقسیم پوری اترجگی کہ نہ کمی ہوئی اور نہ زیادتی ہی۔ صورت دوم فریضہ قاصرہ یہ ہی کہ میت کے وارث لوگ کل مال کے حصص سے کم کے مستحق ہین یعنی اصحاب فرائض کو دیکر مال بچ جاتا ہی اسطرح کہ باقی کا لینے والا کوئی عصبہ نہین ہی کیونکہ اصحاب فرائض کا حق تو محدود ہوتا ہی اور عصبہ کا کوئی حصہ مقرر نہین بلکہ اصحاب فرائض کو دیکر جو کچھ بچے وہ سب اسی کے واسطے ہی لہذا کبھی ایسی صورت ہوتی ہی کہ اصحاب فرائض کے بعد کچھ باقی نہین رہتا کہ عصبہ پاوے چنانچہ شلامیت کی سگی دو بہنین و مادری دو بہنین اور چچا ہی تو سگی بہنون نے کل مال کا دو تہائی لیا اور مادری بہنون نے ایک تہائی لیا پس چچا کے لیے کچھ نہین بچا۔ اور کبھی عصبہ کو بہت مل جاتا ہی جب ذی فرض فقط قلیل مستحق ہو تو باقی سب عصبہ کے واسطے ہی پس اگر عصبہ نہو تو ذوی الفروض فقط قلیل کے مستحق ہوئے اور باقی مال بچ رہا اور اسی کو فریضہ قاصرہ کہتے ہین اور ایسی صورت مین بچا ہوا مال بھی ذوی الفروض پر رد کیا جاتا ہی اور اسکا بیان آیندہ فصل مین انشاء اللہ تعالے آتا ہی اور اسکی مثال یہ ہی کہ میت کی ان و سگی دو بہنین موجود ہین تو ان کو چھٹا حصہ اور بہنون کے واسطے دو تہائی ہی اور باقی چھٹا حصہ رہگیا۔ تو وہ بھی ان وارثون پر رد کیا جائیگا۔ فریضہ سوم عائلہ یہ ہی کہ اصحاب فرائض اسقدر موجود ہین کہ انکے سہام کا مجموعہ بہ نسبت مال کے بڑھ جاتا ہی مثلاً میت عورت کا شوہر اور سگی دو بہنین موجود ہین تو شوہر نصف کا اور سگی بہنین دو تہائی کی مستحق ہین حالانکہ نصف کے بعد دو تہائی باقی نہین رہتی ہی اور یہ بھی ممکن نہین کہ کسی ذی فرض کو مستحق نہ کیا جاوے بلکہ ہر ایک قطعاً مستحق ہوتا ہی اور کسی کو ترجیح نہین ہو سکتی ہی تو اسکا حکم اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک عول ہی اور یہی فقہاے امت رحمہم اللہ تعالے کا مذہب ہی۔ البسوط اور بعید یہ ہی کہ اللہ تعالے عزوجل نے استحقاق مواریث کو لوگون کے اختیارات پر نہین رکھا کہ وہ اپنی خوشی و طبیعت پر کسی کو دین اور کسی کو نہ دین بلکہ اپنے حکم سے فرائض مقرر فرمائے لہذا ہر ذی فرض کے واسطے جو اسکا حق مفروض ہی وہ میت کے مرتے ہی اسکے مال مین متعلق ہو جاتے ہین حتی کہ اگر قتدی سے کوئی ظالم یا بہتے وارث بلکر کسی کا حصہ نہ دین تو اسکے حق کے تعلق کی وجہ سے کل کا لقمہ حرام ہی اور عاقبت مین اسکے مواخذہ مین مبتلا ہونگے۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے علم پاک محیط کے موافق اصحاب فرائض کے حقوق معین فرمائے اور ان حقوق کا تعلق موجودہ ترکہ سے ہی پس جب سہام اصحاب الفرائض بہ نسبت مال کے بڑھ جاوین تو گویا وہ مال اسی قدر حصص ہی جسمین ان موجودہ لوگون کا تعلق ہی اور حق عزوجل کا علم قدیم محیط ہی کہ فلان شخص کو فلان شخص کی میراث مین اسقدر ملنا چاہیے۔ اور یہ قیامت تک کے لوگون کے لیے بیان نہین ہوا کہ اسکو بندگان ضعیف محفوظ نہین رکھ سکتے ہین اور محروم بھی نہین کیا بلکہ میت کے مال سے مواسات اسکے اختلاف کی باقی رکھی پس جب کمی ہوئی تو اسی حساب سے کمی ہوئی پس گویا وہ چیز اسی مقدار پر ہی۔ بیان یہ کہ مثلاً نصف اور دو تہائی و چہارم ہی اور میت کی اشرفی (۲۰) روپیہ ترکہ ہی تو (۱۲) سے مسئلہ ہی اور (۱۷) حصہ آئے پس ڈیوڑھے کے قریب ہوگیا اور یہ اشرفی گویا تھی گویا چھوٹی ڈیڑھ اشرفی ہوگئی اور اسمین سے سب نے اپنا حق لیا اور اس عول و ردمین عجیب لطافت یہ ہی کہ حکمت بالغہ سے یہ احکام ایسے طور پر مقرر فرمائے کہ ہر قوم خواہ حساب جانتے ہون یا نجانتے ہون نہایت آسان طریقہ سے ان حقوق کو نکال سکتے ہین اور حقوق اپنی مناسبت کے ساتھ محفوظ ہین چنانچہ (۱۲) کی جگہ جب شروع حصہ ہوئے تو نصف والے کو بہ نسبت چہارم والے سے تھی وہ ۱۷۔ حصہ مین بھی ویسی ہی باقی ہی اور حکمت الٰہی مین

Marfat.com

اسی نسبت سے مواسات مقصودہ ہی پس یہ حکمت عجیبہ ہی۔ ۱۰ الحمد للہ رب العالمین ۔م۔ پس فریضہ سہام کے موافق مسئلہ مین عول ہوتا ہی تو سابق فریضہ سے ہر ایک مین کمی اسی نسبت سے پیدا ہوتی ہی جیسے میت۔ کے قرضون اور وصیتون مین تھی اسی نسبت سے ہر ایک قرضخواہ و موصی لہ کو کمی دی جاتی ہی جبکہ قرضون کی تعداد زائد ہو اور مال موجود مین کمی ہو۔ الاختیار۔ واضح ہو کہ اصول مسائل سات ہین۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۶۔ ۸۔ ۱۲۔ ۲۴۔ یعنی ہمیشہ جب فرائض نکالنے کے لیے اصل مسئلہ فرض کیا جاوے تو وہ ضرور انھین سات مین سے کوئی عدد ہوگا۔ پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب اصل مسئلہ ۲۔ ۳۔ ۴۔ و ۸ ہوگا تو عول واقع نہین ہوتا ہی اور عول کا وقوع صرف تین اصول یعنے ۶ و ۱۲ و ۲۴۔ مین ہوتا ہی۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب اصل مسئلہ ۶ سے ہو تو کبھی اسکا عول ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ تک ہوتا ہی۔ اور جب اصل مسئلہ ۱۲۔ سے مفروض ہو پھر عول واقع ہو تو اسکا عول ۱۳ و ۱۵ و ۱۷۔ واقع ہوگا اور جب اصل مسئلہ ۲۴۔ سے ہو اور عول واقع ہو تو عول فقط ۲۷۔ ہوگا اور اسکے سوائے عول نہین ہوتا ہی۔ (مثالین) میت عورت کا شوہر و سگی بہن موجود ہی۔ اصل مسئلہ ۲۔ سے ہو کر نصف شوہر کو اور نصف سگی بہن کو دیا جاوے۔ اسی طرح اگر شوہر و علاتی بہن ہو تو بھی یہی فریضہ ہی۔ (تنبیہ)۔ فرائض مین سوائے ان دو صورتون کے کوئی صورت نہین کہ فریضہ متساوی واقع ہو۔ اگرچہ فریضہ و عصبہ کے طور پر نصفا نصف ہو سکتا ہی مثلاً دختر و عصبہ ہی کہ نصف دختر کو اور باقی عصبہ کو دیا جاوے تو نصفا نصف ہوگیا۔ (دیگر) میت کا سگا بھائی اور دو مادری بھائی ہین تو مسئلہ ۲۔ سے ہو کہ تہائی مادری بھائیون کو ملیگا اور باقی سگا بھائی لے جاوے۔ (دیگر) میت کے سگی دو بہنین و ایک علاتی بھائی ہی تو مسئلہ ۴ سے ہو کر از انجملہ دو تہائی سگی بہنون کا اور باقی بھائی لے جاوے۔ (تنبیہ) ایسے بھائی بہن جمع ہوئے کہ بھائی نے بہن کے برابر پایا ہی۔م۔ (دیگر) دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین ہین۔ اصل مسئلہ ۳۔ سے جسمین سے سگی بہنون کو دو تہائی اور اخیافی بہنون کو تہائی دیا جاوے۔ (تنبیہ) چار بہنین ایسی جمع ہوئین کہ دو نے دو سے دو چند پایا۔م۔ (دیگر) شوہر و دختر و عصبہ ہی تو اصل مسئلہ ۴۔ سے ہوگا کہ شوہر کو چہارم و دختر کو نصف اور عصبہ کو باقی دیا جاوے۔ (دیگر) زوجہ و دختر و عصبہ ہی۔ اصل مسئلہ ۸۔ سے ہوا کہ زوجہ کو آٹھوان و دختر کو نصف اور عصبہ کو باقی ملیگا۔ (دیگر) زوجہ و پسر ہی تو بھی اصل ۸۔ سے کہ زوجہ کو آٹھوان اور پسر کو باقی ملیگا۔۔ ازانجملہ ۲ و ۳ و ۴ و ۸۔ سے جسقدر مسائل ہونگے وہ لامحالہ ایسی ہی صورتون مین ہونگے کہ انمین کبھی عول نہین ہوگا۔ (عول کی مثالین جو فقط ۶ و ۱۲ و ۲۴۔ مین ہوتی ہین) میت کی جدہ صحیحہ و اخیافی بہن و علاتی بہن و عینی بہن ہین۔ اصل مسئلہ ۶۔ سے ہوا کہ جدہ کو چھٹا حصہ ایک۔ اور اخیافی بہن کو اسی طرح ایک اور عینی بہن کو نصف کے ۳۔ اور بطور تکملہ دو ثلث کے علاتی بہن کو ایک پس یہ سب ملا کر ۶ ہوئے پس بطور فریضہ عادلہ کے پورا تقسیم ہوگیا اور اگر اسی مسئلہ مین اخیافی دو بہنین ہون تو دو زن کے دو سہام ہون پس اصل ۶۔ تھا حالانکہ عول ہو کر سات ہوگیا۔ (دیگر) شوہر و مان و اخیافی دو بہنین و اخیافی دو بھائی ہین۔ اصل مسئلہ ۶۔ سے کہ شوہر کو نصف اور مان کو چھٹا حصہ اور اخیافیون کو تہائی ملا۔ اور پورا تقسیم ہوگیا۔ واضح ہو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا کہ ابن عباس عول کے قائل نہ تھے اور مان کو اخیافی بھائیون یا بہنون کی وجہ سے تہائی سے محجوب کر کے چھٹے حصہ پر لانے کے قائل نہ تھے پس یہی مسئلہ ان پر الزام ہی کیونکہ ہم کہتے ہین کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس مسئلہ مین کیا کرینگے۔ اگر انھون نے مان کو

Marfat.com

چھٹا حصہ دیا تو اخیافیون کی وجہ سے مان کے محجوب ہونے کے قائل ہوگئے اور اگر انھون نے مان کو تہائی دیا مگر دونون اخیافیون کو چھٹا حصہ دیا تو یہ نص قرآن کے خلاف ہی کہ دو یا زیادہ اخیافیون کے لیے تہائی منصوص ہی اور اگر انھون نے اخیافیون کو بھی تہائی دیا تو مسئلہ عول ہوکر سات ہوگیا پس عول کے قائل ہوگئے۔ بالجملہ اس مسئلہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما پر دو باتون مین سے ایک بات لازم ہی یا تو قائل ہون کہ دو اخیافیون کی وجہ سے مان کو تہائی سے نقصان ہوکر چھٹا حصہ ملتا ہی اور یا عول کے قائل ہون۔ فافہم۔ (دیگر) شوہر و مان و سگی بہن ہین اصل ۶۔ سے پس شوہر کو۔۳۔ اور مان کو۔۲۔ اور سگی بہن کو۔۳۔ پس مسئلہ عول ہوکر (۸) ہوگیا۔ روایت ہے کہ ابتداے خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین یہی پہلا عول پیش آیا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا پس عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا کہ اُنپر بقدر انکے سہام کے تقسیم ہو پس حضرت عمر و علی و عثمان وغیرہم رضی اللہ عنہم سب نے اسپر اجماع کیا۔ (تنبیہ) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عول مین اختلاف کیا حالانکہ اول راے ان کے باپ کی تھی پس یہ تنبیہ ہی کہ علم شریعت مین ہر شخص پر اللہ تعالے کے واسطے اتباع شریعت فرض ہی تاکہ حسن نیت پر ثواب جمیل کا مستحق ہو اور ہر دیندار کو واجب ہے کہ جس عالم کے نزدیک دائرہ اہل السنۃ کے اندر جو قول بسبب دلیل شریعت ثابت ہو وہ اسکے اختیار کرنے مین ماجور ہی چنانچہ دیکھو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی تقلید نہین فرمائی بلکہ جو انکے نزدیک صحیح معلوم ہوا بنظر استدلال کتاب و سنت کے وہ اختیار کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کسی نے انکے ساتھ کچھ خصومت و نزاع نہین کیا حالانکہ یہ وہ مومنین ہین جنکے قطعی مومنین ہونے کی شہادت اللہ تعالے نے قرآن مین فرمائی اور اکمل و اعز یہ کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے خطاب اعلی سے سرفراز کیا تو معلوم ہوا کہ مومنین کی یہی راہ ہی اور انکی راہ سے مخالفت کرنا اور باہم مسلمانون مین چھوٹے چھوٹے مسائل پر نزاع و مخالفت کرنا اور حنفی شافعی کو مخالف سمجھے اور شافعی حنفی کو مخالف جانے تو یہ راہ اہل السنۃ کے خلاف ہی بلکہ باہم ایک اعتقاد حق پر ہو اور بھائی بھائی ہو اور ہر بھائی اپنی آخرت کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدار مین جسطرح اسکے علم مین حق ہو ثواب کما دے اور باہم ایک دوسرے کی مدد کرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اسی شان پر تھے واللہ تعالے ہو الہادی الے سبیل الرشاد و ہو حسبنا و نعم الوکیل و الحمد للہ رب العالمین۔ م

(دیگر) شوہر و مان و سگی دو بہنین ہین۔ اصل ۶۔ سے۔ شوہر۔۳۔ مان۔۱۔ حبکی بہنین۔۴۔ پس عول ہوکر (۸) سے ہوگیا۔ (دیگر) شوہر و مان و سگی بہن و علاتی بہن و اخیافی بہن موجود ہین۔ تو اصل مسئلہ۔۶۔ سے ہوا کہ شوہر۔۳۔ مان۔۱۔ سگی بہن۔۲۔ علاتی بہن۔۱۔ اخیافی بہن۔۱۔ پس مسئلہ عول ہوکر (۹) سے ہوگیا۔ (دیگر) شوہر و مان و اخیافی دو بہنین و سگی دو بہنین موجود ہین پس اصل مسئلہ ۶۔ سے ہوگا پس شوہر کو۔۳۔ مان کو۔۱۔ دونون اخیافیون کو۔۲۔ دونون عینی بہنون کو۔۴۔ پس عول ہوکر۔۱۰۔ ہوگیا اور واضح ہو کہ مسئلہ سابق مین اگر دو اخیافی بھائی یا بہنین فرض کرو تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور مسئلہ لاحق کو مسئلہ شریحیہ کہتے ہین کیونکہ شریح رحمہ اللہ تعالے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے برابر خلافت راشدہ مین قاضی رہے اور تابعین علماے جلیل القدر سے ہین اول انھون نے ہی ایسے مسئلہ مین حکم قضا و نافذ فرمایا ہی۔ یہ تو ۶۔ کے دس تک عول کا بیان تھا۔ (دیگر) زوجہ و سگی دو بہنین و علاتی بھائی موجود ہین۔ اصل مسئلہ ۱۲۔ سے ہوا پس زوجہ کو چہارم۔۳۔ سگی بہنون کو۔۸۔ اور باقی علاتی بھائی کے واسطے ہے

Marfat.com

پس پورا تقسیم ہوگیا۔ (دیگر)۔ زوجہ وجدہ اور سگی دو بہنین ہین۔ اصل ۱۲۔ سے پس زوجہ ۳۔ جدہ ۲۔ اور سگی بہنون کے لیے ۸۔ پس مجموعہ ۱۳۔ ہوگیا لہذا ۱۲۔ سے عول ہوکر ۱۳۔ ہوگیا اور اس صورت مین علاتی بہائی ہوتا تو اسکو کچھ نہ ملتا۔ (دیگر) زوجہ واخیافی دو بھائی یا بہنین اور دو سگی بہنین ہین اصل مسئلہ ۱۲۔ سے پس زوجہ کے لیے ۳۔ اخیافیون کے واسطے ۴۔ اور سگی بہنون کے لیے ۸۔ پس مجموعہ ۱۵۔ پس ۱۲۔ سے عول ہوکر ۱۵۔ ہوگیا۔ (دیگر) زوجہ ومان واخیافی دو بہنین اور سگی دو بہنین ہین۔ اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا۔ زوجہ ۳۔ مان ۲۔ اخیافیون کے لیے ۴۔ اور سگی بہنون کے لیے ۸۔ پس مجموعہ ۱۷۔ ہر تو ۱۲۔ عول ہوکر ۱۷۔ ہوگیا۔ (دیگر) تین زوجات و دو جدہ وچار اخیافی اور آٹھ سگی بہنین ہین۔ اصل مسئلہ (۱۲) سے ہوا تو تینون زوجات کے لیے ۳۔ اور دونون جدات کے لیے ۲۔ اور چار دن اخیافیون کے واسطے ۴۔ اور آٹھون سگی بہنون کے لیے دو تہائی کے ۸۔ پس ہر ایک حصہ مین جو کچھ پڑا وہ ہر فریق پر پورا تقسیم ہوجاتا ہے لیکن مسئلہ ۱۲ سے عول ہوکر ۱۷۔ ہوگیا اور اس مسئلہ مین سب ہی عورتین ہین اسواسطے اسکو ام الارامل کہتے ہین اور ہر عورت کو ایک ہی ایک سہم ملا۔ لہذا علماے فرائض باہم امتحانی سوال کرتے ہین کہ وہ کیا صورت ہے کہ ایک مرد مرا اور اُسنے سترہ اشرفیان چھوڑین اور وارثون مین سترہ عورتین چھوڑین اور ہر عورت کو ایک ہی ایک اشرفی ملی۔ اسکا جواب یہی صورت ہر جو مذکور ہوئی۔ یہ سب (۱۲)۔ کے عول کا بیان تھا۔ (دیگر)۔ زوجہ وباپ ومان وپسر موجود ہین۔ اصل مسئلہ ۲۴۔ سے ہوگا پس زوجہ کو ۳۔ باپ کو ۴۔ مان کو ۴۔ اور باقی اسکے پسر کو ملیگا تو بدون عول کے تقسیم ہوگیا۔ (دیگر) زوجہ اور دو دختر ومان وباپ موجود ہین۔ اصل مسئلہ ۲۴۔ سے ہوگا کیونکہ آٹھوان چھٹا جمع ہر پس زوجہ کو ۳۔ دونون دختر کو ۱۶۔ مان کو ۴۔ باپ کو ۴۔ پس مجموعہ ۲۷۔ ہوگیا تو ۲۴۔ کا عول ہوکر ۲۷۔ ہوا اور اس حالت مین زوجہ کے حصہ مین آٹھوان چاہیے تھا حالانکہ نوان ہوگیا کیونکہ زوجہ کو ۳ سہام ملے اور یہ ۲۷۔ کا نوان حصہ ہر اگرچہ ۲۴۔ کا آٹھوان تھا۔ واضح ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خطبہ پڑھتے تھے کہ اس حالت مین ایک شخص نے حضور سے یہ مسئلہ پوچھا جسکو ضرورت پیش آئی تھی پس فوراً منبر پر جواب دیا کہ زوجہ کا آٹھوان حصہ نوان ہوگیا اور پھر اپنا خطبہ پڑھنے لگے۔ اسی واسطے اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہین۔ واضح ہو کہ جواب مین عجیب لطافت ہر کہ جب زوجہ کا نوان ہوگیا تو معلوم ہوگیا کہ کل سہام ۳۔ کا نو گونہ یعنی ۲۷ ہین پس باقیون کے سہام خود دریافت کرنا بہت آسان ہر۔ فافہم۔ اگر اس مسئلہ مین بجاے مان وباپ کے جدہ وجد ہو یا جدہ وباپ ہو تو بھی یہی حکم ہوگا کہ ۲۴۔ کا عول ۲۷۔ ہوجائیگا کیونکہ مان کے بجاے جدہ ہر اور باپ کے بجاے جد ہے۔ اور اسی طرح اگر بجاے دونون دختر کے ایک دختر اور دوسری پسری دختر ہو تو بھی یہی ہوگا۔ کیونکہ پسری دختر کے لیے چھٹا حصہ اور دختر کے لیے نصف ہوگا تاکہ دونون مین دو تہائی پوری ہوجاوے اور وجہ یہ ہر کہ دختر مین پسری دختر بھی شامل ہین لیکن پسری دختر سے صلبی دختر مقدم ہر اور جب دو دختر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہوتا ہر اور یہان دختر صلبیہ اور دختر پسر سے دو کا وجود ہوا تو ان دونون کے واسطے دو تہائی چاہیے ہے لیکن دختر صلبیہ کے لیے نصف ہر تو لامحالہ دختر پسری کے واسطے باقی چھٹا حصہ ہر۔ (دیگر) زوجہ ومان واخیافی دو بہنین اور سگی دو بہنین ہین اور ایک پسر کافر یا قاتل یا کسی کا مملوک ہر تو یہان بھی اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا جیسے پہلے بیان ہوا اور پسر محروم کی وجہ سے کوئی محجوب نہین ہوگا تو اسکا وجود وعدم یکسان ہے۔ لیکن حضرت عبد اللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک پسر مرحوم کی زوجہ کا کھٹکر آٹھوان رہ جاتا ہے چنانچہ اس مسئلہ مین انکے نزدیک اصل مسئلہ (۲۴) ہوگا جبکہ زوجہ کے لیے چہارم نہین بلکہ آٹھوان ہوگیا اور انکے نزدیک اسکا عول ہوکر (۳۱) ہو جائیگا پس بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۲۴ - کا عول (۳۱) بھی ہوتا ہے پس زوجہ کے لیے - ۳ - ماں کے لیے - ۴ - اخیافیون کے لیے - ۸ - سگی بہنون کے لیے - ۱۶ - پس مجموعہ - ۳۱ - ہوا - اور یہ ۲۴ - کا عول ہے لیکن ہمارے نزدیک جبکہ زوجہ کو چہارم ملیگا تو یہ مسئلہ - ۱۲ - سے ہوگا - (تعلیم لطیف) واضح ہو کہ جب اصل مسئلہ ۶ - سے ہو اور وہ - ۸ - یا ۹ - یا - ۱۰ - تک عول ہو تو جان لینا چاہیے کہ میت ضرور عورت ہے یعنی بدون عورت میت کے یہ عول کبھی نہوگا - اور اگر اصل مسئلہ - ۶ - سے ہوکر - ۷ - تک عول کرے تو ہوسکتا ہے کہ میت عورت ہو یا مرد ہو - جب اصل مسئلہ ۱۲ - سے - ۱۷ - تک عول کرے تو میت قطعاً مرد ہے اور اگر ۱۳ یا - ۱۵ - تک عول کرے تو ہوسکتا ہے کہ میت مرد ہو یا عورت ہو - جب اصل مسئلہ ۲۴ - سے عول ہوکر - ۲۷ - ہو تو میت بالضرور مرد ہے - کذا فی خزانۃ المفتین - ھ - یہ سب عول کا بیان ہوا ہے -

فصل - رد کے بیان مین - عول مین جو معنی بیان ہوئے ہین رد اسکے ضد ہے - تو جب وارثون مین صرف اصحاب الفروض ہون اور کوئی عصبہ نہو اور اصحاب فروض کے حصص بھی مال سے کم ہون یعنے انکے حصص دینے کے بعد بھی مال بچ رہتا ہو تو یہ مال بھی انھین اصحاب الفرائض کو حصہ رسد پھیر دیا جاوے اور اس سے ہر ایک کو جو کچھ ملیگا وہ اسکے فرض سے زیادہ ہوجائیگا - واضح ہو کہ جو کچھ فاضل ہو وہ اصحاب فرائض کو بحساب اُنکے سہام کے پھیرا جاتا ہے سوائے شوہر و زوجہ کے یعنی شوہر و زوجہ بھی اگرچہ اصحاب الفروض سے ہین لیکن فاضل کے رد کیے جانے مین یہ لوگ شامل نہین ہین بلکہ سوائے شوہر و زوجہ کے دیگر اصحاب الفرائض پر رد کیا جائیگا اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہے - محیط السرخسی - اور واضح رہے کہ اگر شوہر کو سوائے زوجیت کے بوجہ نسب کے بھی استحقاق ہو تو وہ بطور عصبہ کے ہوگا نہ بطور اصحاب الفرائض کے لہذا رد کے حق مین شوہر و زوجہ مستثنیٰ ہین - م - اور واضح ہو کہ جملہ وارثین جنپر باقی مال رد کیا جاتا ہے سات ہین - ماں و جدہ و دختر و پسری دختر و عینی یعنی سگی بہنین و علاتی بہنین اور ماں کی اولاد یعنے اخیافی خواہ بہن ہون یا بھائی ہون - واضح ہو کہ رد کا وقوع ایک جنس یا دو جنس یا تین جنس پر ہوتا ہے اور اس سے زیادہ نہین ہوتا ہے - واضح ہو کہ اصل مسئلہ سے رد کرکے جو عدد رہتا ہے وہ چار عدد ہین - ۲ - ۳ - ۴ - اور پانچ - الاختیار - یعنی مسائل کے تتبع سے دونون امر دریافت ہوئے کہ جب رد واقع ہوتا ہے تو تین جنس سے زائد پر نہین پایا گیا اور زیادہ ٹکڑون سے بطور رد کے کم ٹکڑون پر مسئلہ ہوجاتا ہے تو یہ دریافت ہوا کہ کبھی دو رہجاتا ہے اور کبھی تین اور کبھی چار رہجاتا ہے کبھی پانچ - م - پھر دیکھا جاوے کہ اصل مسئلہ جس عدد سے معروض تھا اگر رد واقع ہوا اور یہ رد ان سب پر ہے جو مسئلہ مین موجود ہین تو رد کے بعد جو عدد رہے یہی رکھا جاوے اور زائد کو ساقط کردیا جاوے - (مثال رد ہوکر دو پر آجانا) میت کی جدہ اور مادری بہن ہے - اصل مسئلہ ۶ سے فرض کیا گیا جسمین سے چھٹا حصہ جدہ کو اور چھٹا حصہ مادری بہن کو دیا گیا اور چار سہام باقی رہے وہ بھی انھین دونون پر رد کیے گئے تو اس مسئلہ مین رد کرنا جملہ اہل فرائض پر واقع ہوا پس قاعدہ کے موافق زائد ساقط کرکے دو ہی سہام پر رکھا گیا تو مال ان دون مین نصفا نصف ہوگیا (مثال دیگر - ۳ -) میت کی جدہ و مادری دو بہنین ہین پس مسئلہ ۶ - سے ہوا - از انجملہ جدہ کو ایک اور مادری بہنون کو - ۲ - دیے گئے اور ۳ - باقی رہے حالانکہ رد جملہ ذوی الفروض پر ہے یعنی دو صاحب فرض ہین اور دونون پر رد ہوا تو

زائد ساقط کر دیں مسئلہ ۳- سے ہوا کر تہائی جدہ کے واسطے اور دو تہائی دونوں بہنوں کے لئے ہوئی - (مثال ۴) میت کے مان و دختر ہی- پس اصل مسئلہ ۶- سے ہوا جس مین سے دختر کو ۳- اور مان کو ایک اور باقی انھین پر رد ہوا تو مسئلہ ۴- سے ہوگیا- (مثال - ۵) چار دختر مان ہی پس دو تہائی دھٹا چاہیے لہذا مسئلہ ۶ سے ہوا جسمین سے مان کو ایک سہم اور دختروں کو دو تہائی کے چار سہام ہوے اور باقی ایک سہام بقدر حصہ انھین پر رد ہوا تو مسئلہ ۵- سے ہوگیا- محیط السرخسی- یہ سب اس صورت مین کہ مسئلہ مین سب ایسے ہون جن پر رد کیا جائے گا تو جس قدر سہام ہون صرف انھین پر رد کیا جاوے- اور یہی اصل مسئلہ ہو جائیگا اور زائد کو ساقط کر دیا جاوے کیونکہ مثلاً چھ سہام مین سے مان کو ایک حصہ ملتا تو وہ چھٹا حصہ ہوتا اور جب چار ہی مین سے ایک حصہ ملا تو بڑھکر چہارم ہوگیا اور جب دختر کو ۶- مین سے تین سہام ملتے تو نصف تھے اور چار مین سے تین سہام ملے تو تین چوتھائی ہوگیا اور اگر حساب اربعہ سے نکالو تو بہت طول ہو جاویگا کیونکہ دو سہام باقی ہین اور جسکو ۶- مین سے تین سہام ملے تھے اسکو ۲- مین سے ایک ملیگا اور مان کو ایک تہائی سہم ملیگا پھر دو تہائی سہم باقی رہا اسکو بھی اسی حساب سے نکالو اور اسوقت بھی کسور واقع ہون پس رد کا یہ لطیف قاعدہ ہی کہ سہام موجودہ کی قدر حصص کر دیے جاوین تو ہر ایک کو اپنے حساب سے پہونچ جائیگا- یہ اسوقت کہ مسئلہ مین سب ہی اس لائق ہون جنپر رد کیا جاوے- م- اور اگر مسئلہ مین شوہر یا زوجہ ہو جو باقی مین سے پانے کا مستحق نہین ہی تو دیکھا جاوے کہ جنس واحد ہی یا متعدد ہین پس اگر جنس واحد ہو تو کمتر مخرج جس سے شوہر یا زوجہ کا حصہ نکل سکتا ہی اسکا حصہ نکال دو پھر باقی کو جنس واحد کی تعداد پر تقسیم کرو جنپر رد کیا جائے گا بشرطیکہ باقی وانکے تعداد مین کسر نہو مثلاً میت کا شوہر اور تین لڑکیان ہین تو شوہر کا چہارم پس چار مین سے ایک سہم شوہر کو دیا جاوے اور باقی تین سہام بطور فرض رد کے انھین تین لڑکیون کو دیدے اور یہ ٹھیک ہو جاتا ہی کہ ہر لڑکی کو ایک سہم مل جائیگا- اور اگر باقی سہام اس جنس کی تعداد پر تقسیم نہو تو دیکھا جاوے کہ اگر باقی اور انکی تعداد مین توافق ہو تو عدد وفق کو مخرج اصل مین ضرب دیدو جس سے صحیح ہو جائیگا- مثلاً میت کے چھ لڑکیان شوہر ہی تو چار سے اصل مسئلہ فرض کر کے شوہر کو چہارم دیا جاوے اور باقی تین سہام کی تقسیم چھ لڑکیون پر نہین ہو سکتی ہی لیکن ۲-۶- مین تداخل سے وفق بنصف یعنی ۲- ہی پس اصل مخرج یعنے ۴- کو وفق ۳ مین ضرب دیا تو (۸) ہوا اسمین سے چہارم دو شوہر کے لیے ہی اور باقی چھ کو چھ لڑکیون پر ایک ایک سہم بانٹ دیا جاوے اور اگر باقی مین اور ان وارثون کے شمار مین جنپر رد ہوگا توافق نہو جیسے شوہر و پانچ لڑکیان ہون حتی کہ اصل مسئلہ ۴- مین سے ایک شوہر کو دیکر باقی ۳- اور ۵- مین موافقت نہین ہی تو ایسی صورت مین کل تعداد کو اصل مخرج مین ضرب دیدو چنانچہ ۵ کو ۴- مین ضرب دیا کہ (۲۰) ہوئے پس اسمین سے چہارم کے پانچ شوہر کو دو اور باقی ۱۵- کو ۵- لڑکیون پر تین تین سہام بانٹ دو- یہ اسوقت کہ جنس واحد ہو اور اگر شوہر یا زوجہ کے- ساتھ مین جنپر رد کیا جائیگا دو یا زیادہ اجناس ہون تو اصل مسئلہ مین سے شوہر یا زوجہ کو دیدے پھر باقی کو ان اجناس کے سہام پر بانٹ دے بشرطیکہ تقسیم درست ہو ورنہ جنپر رد کیا جائیگا انکے جمع کو اصل مخرج مین ضرب دیدو جس سے مسئلہ صحیح ہو گا پھر جنپر رد نہین ہو گا ان کے سہام کو جنپر رد ہو گا انکے مسئلہ مین ضرب دیدو اور جنپر رد ہو گا انکے سہام کو جنپر رد نہین اس سے باقی مین ضرب دو- (مثال) زوجہ و چار جدات اور چھ اخیافی بہنین ہین پس زوجہ کے واسطے چہارم کا ایک سہم نکالا تو ۳- سہام رہے اور اس مین سے جدات سے اخیافیون کو دوچند کا استحقاق ہی کیونکہ جدات کے لیے چھٹا تھا اور اخیافون کے واسطے

Marfat.com

نہائی سطح پس ۳- مین سے ایک سہم تو چار دن جدات کو دیدو اور دو سہم سب اخیافیون کو دیدو کہ تقسیم درست ہی
(مثال دوم) چار زوجات اور ۹- لڑکیان و ۶- جدات ہین پس زوجات کے واسطے ۸- مین سے
آٹھوان حصہ ایک سہم ہی اور سات باقی رہے اور ۹ کے پانچ سہام ہین جو مستقیم نہین ہوتے ہین اور سر افقت
بھی نہین ہی تو پانچ سہام رد کر اصل مخرج ۸- مین ضرب دو کہ ۴۰- ہوئے پس اسی سے تصحیح ہوگی پس زوجات
کے لیے پانچ سہام ہوئے اسطرح کہ زوجہ کے فرض ایک سہم کو جبر رد ہوگا انکے مسئلہ پانچ مین ضرب دو تو یہ
ندجات کے سہام ہونگے جبر رد نہین ہوگا- اور انکے سہام نکالنے کے بعد جو اصل مین سے باقی رہا تھا یعنی
۷- مین جبر رد ہوگا انکے سہام کو ضرب دو کہ ۲۵- ہوئے یہی انکے واسطے ہی جبر رد ہوگا پس اسمین سے دختران
کے لیے پانچ مین سے چار حصہ ہوئے اور دو (۲۸) ہی اور جدات کے لیے پانچوان یعنے سات ہوئے- مرقاۃ
کا ہی کہ مسئلہ مین جس وارث کو باقی بعد رد کے نہین ملیگا اور وہ شوہر ہوگا یا زوجہ ہوگی تو یہ نصف و چہارم
و آٹھوین مین منحصر ہی پس اسی کے کسر مخرج سے حصہ نکال دو پھر باقی لامحالہ انھین باقیون پر رد ہوگا زد یکھا
جاوے کہ انکے واسطے اصل مسئلہ کس عدد سے ہونا چاہیے اور بعد رد کے کس عدد پر ٹھہریگا مثلاً مثال مذکور
مین زوجات کے لیے آٹھوان چاہیے تو اصل ۸- سے فرض کر کے ایک نکال دو تو سات باقی رہے- پھر لڑکیون
و جدات کے واسطے ۷ سے مسئلہ ہوتا کہ جدات کے لیے ایک سہم اور لڑکیون کے لیے ۴- ہوئے اور باقی
ایک بھی انھین دو زن پر رد ہوتا تو صرف ۵- سے مسئلہ ہوتا اور اب ہم نے دیکھا کہ بیان بقیہ سات مین
اور ۵ و ۷- مین تباین ہی لہذا اصل مسئلہ ۸- کو پانچ مین ضرب دیا تو (۴۰) ہوئے جسمین سے زوجات
کے پانچ اپن خواہ اسطرح کہ چالیس کا آٹھوان پانچ ہی یا جس عدد سے تمنے مخرج اصل کو ضرب دیا اسی سے زوجات
کے حصہ کو ضرب دو تو ۵ سے زوجات کے ایک سہم کو ضرب دیا تو ۵- حاصل ہوئے- اب باقی ۳۵- سہام
رہے اور پانچ مین ایک سہم جدات کا اور چار لڑکیون کے تھے لہذا ۳۵- مین ہر سہم پانچ پر تقسیم سے ۷- نکلا
پھر چار کو ۷- مین ضرب دو تو ۲۸- اور زوجات کا ایک سہم ۷- ہی- واضح ہو کہ بیان اس امر کا لحاظ نہین
فرمایا کہ ہر فریق کو جو کچھ پہونچا وہ اس فریق پر پورا تقسیم ہوتا ہی یا نہین حالانکہ چار زوجات کو پانچ سہام سے
اور وہ اپر پورے تقسیم نہین ہوتے ہین پس چاہیے کہ حسب ذیل لکھو- یعنی گر بامیت کی میراث مین سے
حسب فرائض ہر فریق کو اسطرح پہونچا- پھر ظاہر ہی
زوجات کے ۴ و ۵- مین تباین ہی اور لڑکیون کے
۹ و ۲۸- مین تباین ہی- اور جدات کے ۶ و ۷-
مین تباین ہی- لیکن انکی تعداد مین توافق ہی چنانچہ
۶ و ۹- مین توافق بالثلث تو ضرب سے ۱۸- ہوئے
اور اسکو چار سے توافق بالنصف تو ضرب سے
۳۶- ہوئے پس ۴۰- کو ۳۶- سے ضرب دیا

تصحیح ۱۴۴۰ ضرب ۳۶
مسئلہ ۴۰

زوجات ۴	لڑکیان ۹	جدات ۶
۵	۲۸	۷
۱۸۰	۱۰۰۸	۲۵۲
فی زوجہ ۴۵	فی دختر ۱۱۲	فی جدہ ۴۲

تو (۱۴۴۰) ہوئے پس اسمین سے زوجات کے (۱۸۰) اور فی زوجہ ۴۵- ہوئے اور لڑکیون کے (۱۰۰۸)
مین فی دختر ۱۱۲- ہوئے اور جدات کے (۲۵۲) مین فی جدہ (۴۲) ہوئے- فاحفظہ- (مثال دیگر)
زوجہ و دختر و پسری دختر و جدہ ہین- پس زوجہ کے واسطے آٹھوان حصہ ایک سہم ہوا اور باقی سات ہین حالانکہ

رد کے سہام پانچ ہونا چاہیے یعنی اسوجہ سے کہ ۲- مین سے ایک جدہ اور ۳- دختر اور ایک سہم واسطے پسری دختر کے تو مجموعہ ۵- ہوا حالانکہ ۴ سہام ہین تو ایک سہم انھین پر اسطرح رد ہوا کہ مال باقی کے بجاے چھ کے پانچ سہام کیے جاوین اور یہان مال کے سات سہام ہین تو موافق قاعدہ مذکورہ بالا کے ۵- سہام کو اصل مخرج زوجہ مین لیعنے ۸- مین ضرب دیا تو (۴۰) ہوئے پھر زوجہ کے سہم کو پانچ مین ضرب دیا تو زوجہ کے ۵ سہام ہین اور ۳۵- مین سے ۵- سہام ہونا چاہیے تو ہر سہم - ۷ - ہوا از انجملہ دختر کے ۲- سہام کے - ۲۱- ہوئے اور پسری دختر کا ایک سہم - ۷ - ہوا اور جدہ کا ایک سہم - ۷ - ہوا- الاختیار ۵ والمترجم- پھر بیان ہر فرد کے واسطے حصہ واحدہ ہوا اور یہ سب ایسی صورت مین کہ جو میت مرا اسکا ترکہ اسکے وارثون مین تقسیم ہوگیا-

فصل - مناسخہ کے بیان مین- مناسخہ یہ ہی کہ ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے بعض ورثہ نے انتقال کیا- محیط السرخسی - اگر کسی شخص نے انتقال کیا اور اسکا ترکہ اسکے وارثون مین تقسیم نہین ہوا یہان تک کہ بعضے وارثون نے انتقال کیا تو میت اول کے ترکہ سے اس وارث کا حق متعلق ہو چکا جسنے اسکے بعد انتقال کیا ہی پھر دو حال سے خالی نہین کہ دوسرے میت کے ورثہ وہی لوگ ہونگے جو میت اول کے وارث تھے یعنی مع میت دوم کے یا میت دوم کے وارثون مین لیعنے ایسے وارث ہونگے جو میت اول کے میراث مین مستحق یا وارث نہ تھے پھر دو حال سے خالی نہین یا تو ترکہ دوم اور ترکہ اول کا بٹوارہ یکسان ہوگا یا ترکہ دوم کی تقسیم غیر وجہ اول پر ہوگی پھر دو حال سے خالی نہین یا تو میت دوم کا جو حصہ میت اول کے ترکہ سے تھا وہ دوم کے وارثون مین بغیر کسر کے تقسیم ہوگا یا نہین بلکہ کسر واقع ہوگی- اب تفصیل حکم یہ ہی کہ اگر میت دوم کے ورثہ یہی ہون جو میت اول کے ورثہ مین ہین بدون تغیر بٹوارہ کے (ایک ہی مرتبہ بٹوارہ کر دیا جاوے کیونکہ مکرر بٹوارہ کرنے مین کچھ فائدہ نہین ہی- (مثال و توضیح یہ ہی)- زید مرا اور اسنے لڑکے و لڑکیان وارث چھوڑین پھر بٹوارہ سے پہلے کوئی لڑکا یا لڑکی مر گئی اور سوائے ان بھائی بہنون کے اسکا کوئی وارث نہین ہی تو ترکہ ان باقیون مین ایک ہی صفت پر کہ مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ہر تقسیم کر دیا جاوے کیونکہ اول میت کے ترکہ مین یہ لوگ مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے حقدار ہین اور میت دوم کے ترکہ مین بھی جو میت اول سے لیگا اسی حساب سے حقدار ہین پھر کچھ فائدہ نہین کہ میت دوم کا حصہ الگ کرین اور باقی انمین مرد کو دو عورت کے حساب سے تقسیم کرین پھر جو کچھ میت دوم کو ملا ہی وہ بھی مرد کو دو عورت کے حساب سے انھین کو بانٹ دین بلکہ سب ترکہ اسی حساب سے ایک بار بانٹ دین کیونکہ کچھ فرق نہین ہوگا- ہان اگر میت دوم کے وارثون مین مانند زوجہ وغیرہ کے کوئی ایسا شخص بھی ہو جو میت اول کا وارث نہین تھا تو ضرور ہوگا کہ میت اول کا ترکہ پہلے تقسیم کیا جاوے تاکہ اسمین سے میت دوم کا حصہ ظاہر ہو پھر اس حصۂ حاصلہ کو اسکے وارثون مین تقسیم کیا جاوے- پس اگر ایسا ہو کہ جسقدر سہام میت دوم کے حصہ مین پڑے ہین وہ اسکے وارثون مین بغیر کسر کے پورے تقسیم ہو جاوین تو پھر اور کسی عمل ضرب وغیرہ کی حاجت نہوگی- (مثال) زید مرا اور اسنے بکر لڑکا اور ہندہ لڑکی چھوڑی پھر بکر مرا اور حسینہ لڑکی اور ہندہ مین چھوڑی تو زید کا ترکہ ۳- سہام کرین جسمین سے ۲- بکر اور ایک ہندہ کا ہوا- پھر بکر ۲- سہام چھوڑ مرا پس نصف اسکی دختر حسینہ کا یعنی ایک سہم ہوا اور باقی اسکی بہن ہندہ کے لیے ایک سہم ہوا تو جو کچھ بکر کو میت اول سے ملا تھا وہی اسکے وارثون مین پورا تقسیم ہوگیا اور جدید عمل ضرب کی حاجت نہین ہوئی- اور اگر میت دوم کو جو حصہ سہام کہ میت اول سے ملا تھا وہ اسکے وارثون کے درمیان پورا تقسیم نہو بلکہ

Marfat.com

کسر واقع ہو وہ حال سے خالی نہین ہی یا تو وارثون و سہام مین کسی جزو سے موافقت ہوگی یا نہوگی پس اگر موافقت ہو تو اسکے سہام فریضہ کے جزو وفق کو میت اول کے اصل مسئلہ مین جس سے تصحیح واقع ہوئی ہی ضرب دین پس اسکو مبلغ تصحیح قرار دین تو اس سے دوم کی بھی تصحیح ہو جائیگی اور واضح ہو کہ جس عدد سے ضرب دیا اس سے میت اول کے وارثون کے سہام کو بھی ضرب کرین تاکہ جیسے میت دوم کے سہام مضروب ہین ہر وارث کے سہام اسی حساب سے مضروب ہو جاوین اور میت دوم کے وارثون کے سہام کو سابق مانی الید مین ضرب دین

(مثال) درصورتیکہ حصہ میت دوم اسکے وارثون مین پورا نہو مگر موافقت ہو) زید مرا اور اسنے بکر و ہندہ اولاد چھوڑی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ بکر نے انتقال کیا اور ایک دختر حسینہ و زوجہ کریمہ اور تین پسران پسر چھوڑے یعنی تین پوتے چھوڑے پس مناسخہ کی صورت یہ کہ میت اول کا مسئلہ ۳ سے کہ ہندہ کو ایک اور بکر کو ۲ ملے۔ پھر بکر میت کے واسطے ہاتھ مین صرف دو سہام ہین اور مسئلہ (۹) سے ہوگا کہ زوجہ کریمہ کو اتھوان ایک۔ اور دختر حسینہ کو نصف کے چار۔ اور باقی تین سہام اسکے تینون پوتون کے واسطے ہین لیکن ہاتھ مین جو دو سہم ہین انکی تقسیم ۸ پر مستقیم نہین ہوتی ہی تو ہمنے ۲ و ۸۔ مین نظر کی پس موافقت پائی تو ۸ کے نصف کو یعنے چار کو فریضہ اول مین ضرب دیا تو تصحیح ثانیہ کے واسطے ۱۲ ہوئے اور اسی جزو موافق یعنی چار سے سہم ہندہ کو ضرب دیا کہ ۴۔ سہام ہوئے اور دونون سہام بکر کو ضرب دیا کہ ۸۔ ہوئے پھر بکر کی موت کے وقت اسکے باپ کے ترکہ کے بارہ سہام مین سے ۸۔ ہاتھ مین ہین جو بکر کے وارثون مین برابر تقسیم ہو گئے۔

(مثال) درصورتیکہ میت دوم کا حصہ اسکے وارثون کے مفروضہ سے موافق نہو) زید ایک پسر بکر و دختر ہندہ چھوڑ مرا پھر قبل تقسیم ترکہ کے بکر نے ایک پسر خالد و دختر حسینہ چھوڑ مرا تو تقسیم ترکہ زید کا فریضہ ۲ سے کہ ہندہ کو ایک اور بکر کو ۱۔ ملے پس بکر کی موت کے وقت مانی الید ۱۔ ہین حالانکہ اسکے ترکہ تقسیم کرنے مین فرض مسئلہ ۳ ہی جسمین سے حسینہ کو ایک اور خالد کو ۱۔ دیے جاوین لیکن مانی الید ۱ کو فریضہ ثانیہ ۲ سے توافق نہین ہی تو فریضہ ثانیہ کو اول مین ضرب دو لینے ۳۔ کو ۳ مین ضرب سے ۹۔ ہوئے پس زید کے ترکہ کے ۹۔ سہام کرین اور ۲ سے ہر وارث کے حصہ کو بھی ضرب دو تو ہندہ کا حصہ ۲۔ اور بکر کا حصہ ۱۔ ہو گیا پس بکر کی موت کے وقت مانی الید ۱۔ موجود ہین پس اسکے وارثون کے سہام کو بھی سابق مانی الید مین پہنچے ۱۔ مین ضرب دین تو حسینہ کا حصہ ۱۔ اور خالد کا ۱۔ ہو گیا پس ترکہ پورا تقسیم ہو گیا واضح ہو کہ اسی طرح اگر بیت دوم کے وارثون مین سے بھی کوئی وارث قبل ترکہ تقسیم ہونے کے مر گیا تو اسکے واسطے بھی یہی صورتین اور ایسا ہی عمل ہی جو ہمنے اوپر بیان کیا و علی ہذا القیاس جہانتک واقع ہو اسی طرح عمل کیا جائیگا۔ اور جب میت سوم کے وارثون مین ایسا وارث ہو جو اول و دوم کا وارث نہین تھا تو طریقہ یہ ہی کہ فریضہ میت اول و دوم کو بحساب مذکورۂ بالا مانند ایک فریضہ کے کر کے دیکھا جاوے کہ میت سوم کو اول و دوم کے فریضہ سے کیا حاصل ہوا پس یہی مانی الید ہی پس اگر یہ اسکے وارثون مین پورا تقسیم ہو جاوے تو بہتر ہی اور اگر پورا تقسیم نہو تو دیکھا جاوے اگر مانی الید و اسکے فریضہ مین توافق ہو تو جزء موافق کو لیکر میت اول کے فریضہ مین اور میت دوم کے فریضہ مین ضرب دینا چاہیے اور ہر ایک کے وارثون کے حصص مضروب کرے اور اگر موافقت نہو تو فریضہ ثالث کل کو اول و دوم کے فریضہ مین ضرب دیکر تصحیح کی جاوے اور ہر وارث کا حصہ نکال دیا جاوے جیسا کہ ہمنے سابق مین بیان کیا ہی۔ (مثال) زید مرا اور بکر و خالد و

Marfat.com

پسر چھوڑے پھر قبل تقسیم کے بکر مرا اور بھائی خالد اور دختر حسینہ چچیری پھر حسینہ مری اور شوہر شعیب و ان علیہ و چچا خالد چھوڑا پس حساب حسب ذیل ہی۔

تصحیح ۲۴ برائے میت ثالث۔
تصحیح ۴ برائے میت ثانی۔

زید مسئلہ ۲

بکر پسر	خالد پسر
۱	۱
۲	۲
۱۲	۱۲

تصحیح ثالث

بکر مسئلہ ۲ (فی الید ۱) فی الید و فریقہ مین تباین ہی

اخ خالد	دختر حسینہ
۱	۱
۲	۲

حسینہ مسئلہ ۶ (فی الید ۱) فی الید و فریقہ مین تباین ہی

شوہر شعیب	مادر حلیمہ	عم خالد
۳	۲	۱

پس کل مال کے ۲۴ سہام کرکے موجودین مین سے خالد کو ۱۹ سہام اور حلیمہ کو ۲ سہام اور شعیب کو ۳ سہام دیے جاوین۔ اور یہ اس صورت مین ہی کہ فرائض و ما فی الید مین موافقت نہین ہی اور موافقت ہونے کی مثال یہ ہی (**مثال موافقت**) زید مرا اور اسنے زوجہ جمیلہ و مان کریمہ و عینی بہن سعیدہ و علاتی حمیدہ و اخیافی مجیدہ چھوڑین پھر تقسیم سے پہلے اسکی مان کریمہ مری اور اپنا شوہر شعیب جو زید کا سوتیلا باپ ہی اور اپنا چچا بکر و باقی وہ لوگ جنکو زید نے چھوڑا تھا از انجملہ اسکی زوجہ جمیلہ سے کچھ واسطہ نہین ہی اور سعیدہ عینی بہن ہی اور علاتی حمیدہ سے اسکو کچھ واسطہ نہین اور مجیدہ اسکے بطن سے ہی پھر ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ سعیدہ مرگئی اور اسنے شوہر خالد و دختر رحیمہ اور باقی وہ لوگ جنکو میت اول و دوم نے چھوڑا ہی وارث چھوڑے لیکن انمین سے صرف حمیدہ علاتی بہن اور مجیدہ اخیافی بہن اسکی وارث ہین کیونکہ مان کا شوہر شعیب اسکا سوتیلا باپ ہی کیونکہ یہ زید کی سگی بہن ہی اور مان کا چچا بکر ذوی الارحام مین ہی اور جمیلہ زوجہ زید سے کچھ واسطہ نہین ہی کیونکہ زوجہ تو اپنے شوہر سے وارث ہوتی ہی پس ہر میت کے ساتھ مین اسکے وارثون کو شمار کرنا چاہیئے اور موافق بیان مذکورہ بالا کے میت اول سے

Marfat.com

تقسیم یا تصحیح شروع کی جاوے اور حساب حسب ذیل ہے۔

تصحیح ۹۰ برائے میت ثانی

عول ۱۵

زید مسئلہ ۱۲

زوجہ جمیلہ	مان کریمہ	ہمشیرہ عینی حمیدہ	ہمشیرہ علاتی حمیدہ	ہمشیرہ اخیافی مجیدہ
۳	۲	۶	۲	۲
۱۸	۱۲	۳۶	۱۲	۱۲

یعنی بارہ سے اصل مسئلہ در عول ہو کر (۱۵) ہو گیا۔

مانی الید (۲) کو فریق (۱۲) سے توافق بالنصف ہے۔

کریمہ مسئلہ ۱۲

شوہر شعیب	چچا بکر	سعیدہ دختر از شوہر اول	مجیدہ دختر از شوہر شعیب
۳	۱	(۴)	۴

مسئلہ ۴

سعیدہ

منجملہ ۹۰ سہام کے

شوہر خالد	دختر رحیمہ	ہمشیرہ علاتی حمیدہ	ہمشیرہ اخیافی مجیدہ
۱/۲ منجملہ (۴۰) مانی الید ۲۰	۲/۵ نصف سہم	نصف سہم ۵	نصف سہم ۵

پس ترکہ کے (۹۰) سہام کر کے جمیلہ کو (۱۸) و شعیب کو (۳) و بکر کو (۱) و خالد کو (۱۰) و رحیمہ کو (۲۰) و حمیدہ کو (۱۷) و مجیدہ کو (۲۱) سہام دیے جاویں۔ پس اسقدر بیان مختصر مضبوط کافی ہے ان شاء اللہ تعالے۔

(فصل) - واضح ہو کہ جب میت کے ترکہ پر دیون یعنے قرضہ ہون تو مجموعہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ قرار دیا جاوے اور ہر قرضہ کو بمنزلہ حصہ وارث کے ٹھہرایا جاوے۔ واضح ہو کہ جس قرضخواہ یا وارث نے ترکہ کی کسی چیز معلوم پر صلح کر لی یعنے وارثون نے بھی منظور کیا کہ اسکو یہ چیز معلوم دین اور وہ اپنے حصہ ترکہ سے خارج ہو جاوے تو چاہیئے کہ اس کو طرح دیدا اور باقی کو باقیون کے سہام پر جو بحساب فرائض مذکورہ آدین تقسیم کرو۔ مثلاً ہندہ مری اور اسنے شوہر و مان و چچا چھوڑا پھر شوہر نے اپنے حصہ ترکہ سے بعوض اس مہر کے صلح کی جو اسکے ذمہ باقی ہے تو اسکو طرح دیدگویا شوہر ہی نہ تھا اور نہ ترکہ مین یہ مال مہر تھا پھر باقی کو باقیون مین اس طرح تقسیم کیا کہ مان کو اسکا حصہ دیا اور باقی اسکے چچا کے واسطے ہے۔

(فصل) - یعنے متشابہ فرائض جنکو علم فرائض کے جاننے والے باہم امتحان مین پوچھتے ہین تاکہ معلومات و شوق زیادہ حاصل ہو۔ **(س)** زید مرا اور اسنے اپنا عینی سگا بھائی چھوڑا اور اپنی زوجہ کا بھائی چھوڑا لیکن سگا بھائی محجوب رہا اور تمام مال اسکی زوجہ کے بھائی نے پایا تو بتلاؤ کہ اسکی کیا صورت ہے۔ **(ج)** اسکی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور زید کے پسر بکر نے اس صورت کی مان سے نکاح کیا اور زید زندہ ہوا اور زید کا سگا بھائی خالد موجود ہے پھر بکر نے اپنی زوجہ سے ایک بیٹا شعیب پیدا ہوا اور بکر مر گیا پھر زید مرا

ف
کل مسائل ۱۲ ہوئے
۱۲ م

Marfat.com

تو زید کی میراث اسکے بھائی خالد کو نہین ملیگی بلکہ شعیب کو ملیگی کیونکہ اسکے پسر بکر کا بیٹا ہی حالانکہ شعیب اسکی زوجہ کا بھائی ہے تو اسکی زوجہ کے بھائی نے میراث پائی اور سگا بھائی محجوب ہوا۔ (س) ایک مرد اور اسکی مان نے میراث مین مال پایا حالانکہ دونون کو نصفا نصف ملا تو اسکی کیا صورت ہے۔ (ج) زید نے اپنی دختر ہندہ کو اپنے بھائی کے پسر خالد سے بیاہ دیا جس سے ایک لڑکا بکر پیدا ہوا پھر خالد مر گیا پھر زید مرا اور اپنی دختر ہندہ چھوڑی اور بھتیجے کا بیٹا بکر جو ہندہ کے پیٹ سے ہی تو زید کی میراث مین سے نصف اسکی دختر کو ملا اور باقی کا بکر بطور عصبہ وارث ہے تو بکر نے اپنی مان کے برابر پایا (س) ایک مرد اسکی مان و خالہ نے میراث مین جو مال پایا وہ ہر ایک کو تہائی تہائی پہونچا تو اسکی کیا صورت ہے۔ (ج) زید کی دو دختر ہندہ و سلیمہ ہین پھر انھنے ہندہ کو اپنے بھائی کے پسر سے بیاہ دیا جس سے بکر پیدا ہوا اور بھتیجا مر گیا پھر زید مرا تو اسکا مال ہندہ و سلیمہ کو دو تہائی ملیگا پس ہر ایک کے واسطے تہائی ہوا اور باقی تہائی مال بکر کو بطور عصبہ ملیگا جسکی مان ہندہ اور خالہ سلیمہ ہے۔ (س) زید و بکر و خالد تینون سگے بھائی ہین انھون نے میراث پائی مگر زید نے کل مال کی دو تہائی پائی اور باقیون کو صرف چھٹا چھٹا حصہ ملا تو اسکی کیا صورت ہے۔ (ج) زید نے اپنی چچا زاد بہن سے نکاح کیا جو لاولد مر گئی اور چھ سو اشرفیان چھوڑین اور سوائے ان تینون بھائیون کے کوئی موجود نہین ہے تو زید کو نصف مال بطور فریضہ شوہر کے ملا اور باقی تین سو اشرفیان انمین مساوی تقسیم ہوئین تو زید کو چار سو اشرفیان ملین جو دو تہائی مال ہوا اور باقی ہر ایک کو صرف ایک سو اشرفیان ملین جو چھٹا حصہ ہوتا ہی۔ (س) ایک مرد کے چار زوجات ہین جنمین سے ایک زوجہ کو نصف مال و آٹھوین کا نصف ملا اور دوسری زوجہ کو چہارم مال مع آٹھوین کے نصف کے ملا اور باقی دو زوجات مین سے ہر ایک کو آٹھوان حصہ کا نصف ملا تو اسکی کیا صورت ہے۔ (ج) زید کے باپ کی ایک پدری بہن اور ایک مادری بہن ہوا اور ہر ایک کے ایک لڑکی ہو پس زید نے اپنی دونون پھوپھیون کی لڑکیون سے نکاح کیا اور زید کی مان کے بھی ایک مادری بہن اور ایک پدری بہن اور ہر ایک کے ایک لڑکی ہے اور زید نے دونون خالاؤن کی لڑکیون سے بھی نکاح کیا پھر مر گیا اور سوائے ان زوجات کے کوئی وارث نہین چھوڑا تو فرائض کے حکم سے اصل مسئلہ ۱۶ سے ہوا کہ جسمین سے چہارم ۴ سہام چار دن کو زوجیت کے حق سے ملے تو ہر ایک کو ایک سہم پہونچا پھر باقی (۱۲) سہام مادری و پدری قرابت سے ذوی الارحام کو دیا جاوے اسطرح کہ ۴ مان کی جانب اور (۸) باپ کی جانب دلیکن مان کی جانب مین پدری خالہ کی لڑکی مقدم ہے اور باپ کی جانب مین پدری پھوپھی کی لڑکی مقدم ہے تو پدری پھوپھی کی لڑکی کو (۹) سہام پہونچے پس اسکو کل ۱۲ سہام کا نصف مال مع آٹھوین کے نصف کے ملا۔ اور پدری خالہ کی لڑکی کو (۵) سہام ملے اور یہ کل کا چہارم مع آٹھوین کے نصف کے ہی۔ اور مادری پھوپھی کی لڑکی اور مادری خالہ کی لڑکی کو صرف ایک ایک سہم ملا جو آٹھوین کا نصف ہی۔ (س) ایک مرد کی پدری پھوپھی کی لڑکی اور مادری پھوپھی کی لڑکی وارث ہوئین پھر مادری پھوپھی کی لڑکی بھی مال کا آٹھوان حصہ لے گئی۔ (ج) یہ دونون اسکی زوجہ ہین تو مسئلہ ۸ سے ہوگا جسمین سے چہارم ۲ سہام مین سے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملیگا اور باقی اسکی پدری پھوپھی کی لڑکی ذوی الارحام کے ارث سے پاویگی تو مادری پھوپھی کی لڑکی بھی اس کے ساتھ مین آٹھوان حصہ لے گئی اور اسیطرح یہ سوال و جواب پدری و مادری خالاؤن کی لڑکیون مین جاری ہے۔ (س) ایک مرد مرا اور اپنی زوجہ کے ساتھ مین

اسکے ساتھ بھائی چھوڑے حالانکہ بھائی بہنون نے برابر مال پایا تو اسکی کیا صورت ہی۔ (ج) یہ مرد زید ہے جسکے پسر خالد نے اسکی زوجہ کی مان سے نکاح کیا جس سے سات لڑکے پیدا ہوئے اور خالد کی موت کے بعد زید مرا تو اسکے مال کے آٹھ سہام ہونگے از انجملہ زوجہ کو ایک سہم ملیگا اور باقی سات سہام اسکے پسر کے ساتون بیٹون کے واسطے ہین حالانکہ یہ سب اسکی زوجہ کے مادری بھائی ہین۔ (س) ایک مرد مرا اور اسنے (۲۰) اشرفیان چھوڑین جسمین سے اسکی زوجہ کو فقط ایک اشرفی ملی تو یہ کیونکر ہوا۔ (ج) زید نے چار زوجات اور دو سگی بہنین اور دو مادری بہنین چھوڑین پس اصل مسئلہ (۱۲) سے ہوا کہ (۳) زوجات (۸) سگی بہنون کے۔ (۴)۔ مادری بہنون کے پس حول ہوکر ۱۵۔ ہوگیا اور ۱۵۔ کے نسبت (۳) جو زوجات کو پہونچے ہین پانچوان حصہ تو (۲۰) اشرفیون مین سے پانچوان حصہ چار اشرفیان ہوئین جو چار زوجات مین ہر ایک کے حصہ مین ایک اشرفی ہوگی۔ (س) وارث لوگ میراث تقسیم کرتے تھے کہ ایک مرد آیا اور کہا کہ آپ لوگ میراث تقسیم کرنے مین جلدی نہ کیجئے کہ میری ایک زوجہ سفر مین ہے پس اگر وہ زندہ ہوئی تو مین وارث ہونگا بلکہ وہی وارث ہوگی اور اگر وہ مرگئی ہو تو وہ نہین بلکہ مین وارث ہونگا۔ واضح ہو کہ سوال موہم ہی اور مراد یہ کہ تم جس میت کی میراث تقسیم کرتے ہو اس سے پہلے یہ عورت مری ہو۔ (ج) اسکی صورت یہ ہی کہ میت جسکی میراث تقسیم کی جاتی ہی ایک عورت تھی جو سگی دو بہنین و مان و مادری بہن و پدری بھائی چھوڑا ہے اور پدری بھائی نے اسکی مادری بہن سے نکاح کیا تھا اور یہی بھائی آیا ہی جسنے یہ کلام کیا ہی اور اسکی زوجہ ہی میت کی مادری بہن ہی جو سفر مین ہی پس اگر زندہ ہوگی تو سگی بہنون کو دو تہائی اور مان کو چھٹا حصہ اور مادری بہن کو چھٹا حصہ ملیگا پس کچھ باقی نہین رہا جو پدری بھائی کو بطور عصبہ ملے اور اگر ثابت ہوا کہ مادری بہن نے اس میت سے پہلے انتقال کیا ہی تو باقی چھٹا حصہ اسکے شوہر کو جو میت کا پدری بھائی ہی ملیگا۔ (س) ایک عورت نے آکر کہا کہ آپ لوگ میراث تقسیم کرنے مین جلدی نہ کرین کیونکہ مین حاملہ ہون پس اگر مین لڑکا جنی تو وہ کچھ وارث نہین ہوگا اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ وارث ہوگی بھلا اسکی کیا صورت ہی۔ (ج) یہ میلاف ایک عورت کی ہی جو مری اور اپنا شوہر و مان اور دو مادری بہنین چھوڑین پس میت کے باپ کی زوجہ آئی پس اسنے کہا اگر مین لڑکا جنی تو وارث نہوگا کیونکہ وہ میت کا پدری بھائی ہوگا حالانکہ اس صورت مین کچھ نہین بچتا ہی تو عصبہ کو کچھ نہین ملیگا اور اگر لڑکی جنی تو وہ میت کی پدری بہن ہوگی پس نصف کی وارث ہوگی وفریضہ عول ہوکر (۹) ہوجائیگا۔ اسکی توضیح یہ ہی کہ مسئلہ ۶۔ سے ہوگا کہ شوہر کے واسطے نصف ۳۔ اور مان کے واسطے ایک اور دونون مادری بہنون کے واسطے تہائی کے دو سہام ہین یہ سب ملکر چھ سہام ہوگئے پس اگر پدری بھائی حصہ ہوا تو اسکے لیے کچھ نہین بچیگا اور اگر پدری بہن پیدا ہوئی تو وہ اصحاب فرائض مین سے ہی جسکا حصہ نصف ہی تو اسکے واسطے بھی تین سہام ہونگے پس جملہ سہام نو ہوجاوینگے پس ۶ کا عول ۹۔ ہوگا۔ (س) ایک حاملہ عورت نے آکر کہا کہ ابھی میراث مین جلدی مت کرو کہ مین حاملہ ہون اگر لڑکا ہوا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث نہوگی۔ اسکی کیا صورت ہی۔ (ج) میت ایک مرد ہی جسنے سگی دو بہنین چھوڑی ہین اور ایک چچا چھوڑا پس میت کے باپ کی زوجہ آئی کہ وہ اگر لڑکا جنی تو میت کا پدری بھائی ہوگا جو سگی دو بہنون کی دو تہائی کے بعد باقی کا وارث ہوگا اور اگر لڑکی جنی تو پدری بہن ہوئی پس دو تہائی دونون سگی بہنون کو مل گیا تو باقی چچا کے واسطے ہوگا اور پدری بہن کے لیے کچھ نہین ہوگا۔ (س) عورت آئی اور کہا کہ میرے بھائی نے چھ سو

Marfat.com

اشرفیان چھوڑین مگر مجھے اسمین سے سوائے ایک دینار کے کچھ نہین ملا۔ (ج) بھائی نے وارثون مین جا
صحیحہ اور دو دختر زوجہ دبارہ بھائی دیہ بہن چھوڑی۔ پس جدہ کو سوا اشرفیان دونون دخترون کو دو تہائی کے چار سو
اشرفیان وزوجہ کے واسطے حصہ آٹھوین کی پچھتر۔ اشرفیان ہوئین اور صرف (۲۵) اشرفیان باقی رہین
جنمین سے بارہ بھائیون کے (۲۴) بحساب دو دو اشرفیون کے اور ایک بہن کے واسطے ہی۔ (س) ایک
مرد اسکے باپ سے ترکہ مین سے برابر مال پایا تو اسکی کیا صورت ہی۔ (ج) یہ صورت ہی کہ زید نے اپنے پسر خالد
کا نکاح اپنے بھائی کی دختر سے کر دیا پھر وہ لاولد مر گئی اور کوئی وارث سوائے زید وخالد کے موجود نہین ہے تو خالد
کو نصف مال بحق شوہری ملیگا اور باقی زید کے واسطے بطور عصبہ ہی۔ (س) ایک مرد اسکی دختر دونون نے
میراث مین برابر مال پایا تو اسکی کیا صورت ہی۔ (ج) ہندہ نے اپنے چچا کے بیٹے خالد سے نکاح کیا جس سے
حلیمہ پیدا ہوئی پھر ہندہ مر گئی تو حلیمہ کو نصف ملیگا اور خالد کو چہارم کے ساتھ مین باقی چہارم بھی اسوجہ سے ملیگا کہ
یہی اسکا عصبہ ہے۔ (س) وارثون مین ایک شوہر وزوجہ نے تہائی مال پایا اور دوسرے شوہر وزوجہ نے
دو تہائی مال پایا۔ تو اسکی کیا صورت ہی۔ (ج) زید مرا اور اسنے والدین چھوڑے اور اسکے پسر کے پسر
کی دختر بنکاح پسر کے پسر ہی تو والدین کے واسطے تہائی ہی اور باقی دونون باقیون کے لیے ہی۔ (س)
ایک مرد اسکی دو زوجہ نے تین تہائی مال پایا تو اسکی کیا صورت ہی۔ (ج) زید کے دو پسر مین سے ہر ایک
کی دختر بنکاح برادر زادہ ہی پس جب زید مرا تو دونون پسری لڑکیون نے دو تہائی مال پایا جو ہر ایک کو ایک
تہائی ملا اور باقی اسکے بھتیجے کو بطور عصبہ ملا آوردہ ان دونون کا شوہر ہی۔ المبسوط۔ ہذا آخر ما اردنا من
الحاق کتاب الحیل والفرائض مع عین الہدایہ ولله سبحانه ربی المنة والفضل العظیم فی البدایة
والنهایة واسئاله تعالے ان ینفعنی بذلک فی الدنیا والآخرة مع المومنین والمسلمین وصلی الله تعالے
علی سیدنا محمد وآله وصحبه اجمعین والحمد لله
رب العالمین

خاتمۃ الطبع

الحمد لله سبحانه وتعالے شانه کہ کتاب مستطاب الہدایہ کا ترجمہ اعنی عین الہدایہ اسم بامسمی
جسمین جناب مترجم ہمام نے غایت اہتمام کے ساتھ بے مثل التزام خوب مرغوب مرعی فرمایا۔ از انجملہ
اولاً ترجمہ فصیح سلیس عام فہم کہ خود متحصیلین طلبہ کے واسطے معلم عالی مقام ہی اسپر توضیح کلام جید نے عیان
مثل آئینہ بنایا۔ ثانیاً دلائل نصی وقیاسی شیخ امام قرم فخام صاحب الہدایہ رحمہ الله تعالی جنکا مرتبہ
عالی قیاس کو نصوص سے تطبیق دینے مین اظہر من الشمس ہی اور تطبیق مذکور ائمہ علماء کے نزدیک دلیل
بتحرابین من الامس ہی ولا عبرة بما یتفوه به الجهلة ولو ادعوا انفسهم المنزلة۔ حضرت مترجم ہم فیضہ نے
دلائل قیاسی کو اصولی ماخذ سے ایسی تسہیل کے ساتھ باشارہ لطیفہ ادا فرمایا کہ اصل مقام واصولی کلام
دونون معاً منحل ہو گئے اور علت جامعہ وجہ قیاس کا انکشاف بیان سے مبادرت کرتا ہی۔ ثالثاً۔ اصل
الاصول یعنے بیان نصوص مین جو طریقہ مختار فرمایا۔ بیان اسکا خود مدار ہی چنانچہ حدیث حجت کو صحیحین سے
پایا تو صرف حوالہ دیا یا بقدر ضرورت نقل کیا ورنہ سنین کی حدیث کی تصحیح نقل کی ورنہ کسی عالم معتمد وائمہ محدثین

Marfat.com

سے تصحیح نقل کی اور اگر تصحیح مین اختلاف ہوا تو صرف محل خلاف راوی کی توثیق ثابت کی جس سے اصل مقصود یعنی استدلال مین انتشار نہو رخلاف طریقہ بعض مترجمین کے جو راویون کی جرح وتعدیل مین اسقدر تطویل لاطائل لاتے ہین کہ اصلی مقصود گم ہوجاتا ہے اور اگر اتفاقاً شیخ مصنف رحمہ اللہ نے ایک روایت سے استدلال فرمایا جسکی تصحیح مین کلام ہو تو بعد مختصر ذکر کے دوسری حدیث جو اسی باب مین حجت اور وہ صحیحین مین یا صحیح الاسناد ہو زیادہ کی ۔ بالجملہ اصل مسئلہ کے واسطے احادیث وآثار سے تقویت کافی مین جہد کیا اور مسئلہ کو ان اصول کے ساتھ اجتہادی طریقہ سے منطبق کر دکھایا اور اگر روایت خلافاً مرسل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وجمہور نے استدلال کیا اور امام شافعی رحمہ اللہ نے سوائے بعض استظہار کے قبول سے انکار کیا تو اسی بنیاد پر دونون کا استنباط نقل کیا تاکہ اہل السنہ کو ظاہر ہو کہ ہمارے ائمہ فقہاء مین باہم مخالفت نہین بلکہ اجتہادی اختلاف ہے اور ہمپر سب کے ساتھ ادب کی تکریم واجب ہے ورنہ بے ادبی شیوہ روافض ہے۔ رابعاً مسائل الہدایہ غالباً اصول مسائل ہین جنکے ساتھ مین متاخرین کے فتاوی کی ضرورت باقی ہے لہذا جہد بلیغ کے ساتھ اختلاف المشائخ مین سے جس قول پر فتوی ہے اور جسکی ترجیح وتصحیح واقع ہوئی ہے اسی کو نقل کیا تاکہ عوام اسمین سے وہ قول نکال لین جس پر فتوی ہے اور دیگر اقوال سے اُن کو کوئی غرض بھی نہین ہے اور اسکے ساتھ مین حوالہ کتاب بھی مزید اطمینان کے لیے مذکور ہے اور یہ سب ایک نمونہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ مین جسقدر خوبیان جمع ہین انکے بیان مین طول چاہیئے لہذا کتاب موجود ہے۔ خود ملاحظہ ومطالعہ کیجیئے اور اس کے لطائف تحقیقات وغرائب تدقیقات وتذییل وتفریعات ونکت واشارات کے فوائد دیکھیئے تاکہ آپ کو میرے بیان سے دوچند ظاہر ہو اور ان شاء اللہ تعالے بے ساختہ زبان سے دلی جوش کے ساتھ نکلے کہ مرحبا جزاک اللہ فی الدارین خیرا اللہم بفضلک یاارحم الراحمین فالحمد للہ سبحانہ تعالے۔

****

رموز واشارات مستعملہ ترجمہ ہذا

ف۔ فتح القدیر۔	ش۔ شامی علی الدر المختار۔	ق۔ فتاوی قاضیخان۔	ن۔ نصب الرایہ۔
مف۔ ملخص فتح القدیر	د۔ درمختار۔	م۔ مترجم۔	الزیلعی شارح کنز الدقائق۔
ع۔ عینی۔	ت۔ تنویر الابصار۔	م ع۔ مترجم وعینی۔	الزیلعی۔ تخریج حدیث مین مخرج
مع۔ ملخص عینی۔	ج۔ چلپی۔	م ف۔ مترجم والفتح۔	نتائج۔ نتائج الافکار
منع۔ ملخص عینی وفتح القدیر۔	الصدر۔ شارح وقایہ۔	الفتح۔ فتح القدیر۔	
ھ۔ فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیریہ۔	القاضی خان فتاوی قاضیخان	ابن الہمام مصنف فتح القدیر۔	

Marfat.com

عین الہدایہ

مترجمہ

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مترجم

فتاویٰ عالمگیری ۔ تفسیر مواہب الرحمٰن

جلد چہارم

قانونی کتب خانہ کچہری روڈ ● لاہور

Marfat.com